مجموعۂ دروس در تحفظ دین و مطالعۂ قادیانیت

بعنوان

الدین النصیحة

”دین بھلائی ہی بھلائی ہے“

حال مکہ المکرمہ
١٦/ ذوالحجہ ١٤٢٨ھ

مرتب

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ

مدرس مدرسہ صولتیہ

ناشر

مکتبہ امدادیہ

شامیہ۔ مکۃ المکرمہ۔ سعودی عرب

www.Only1Or3.com
www.OnlyOneOrThree.com

ح المكتبة الإمدادية، ١٤٢٨هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

عناية الله ، سعيد أحمد

الدين النصيحة (باللغة الأردية) / سعيد أحمد عناية الله - مكة المكرمة ، ١٤٢٨هـ

٦١٥ ص ؛ ١٤×٢١ سم

ردمك : ٣- ٢ - ٩٩٤١ - ٩٩٦٠- ٩٧٨

١- الأدعية والأوراد ٢- الحديث - جوامع فنون أ. العنوان

ديوي ٢١٢،٩٣ ١٤٢٨ / ٥٨٢٠

رقم الإيداع : ١٤٢٨ / ٥٨٢٠

ردمك : ٣- ٢ - ٩٩٤١ - ٩٩٦٠- ٩٧٨

الطبعة الأولى ١٤٢٨هـ

مطابع الوحيد

مكة المكرمة - ت : ٥٤٦٥٣١٨

فہرست مضامین

www.OnlyOneOr3.com www.Toheed Ya Tasleeth.com

انتساب

میں اپنی اس کاوش کا انتساب پیکر اسلامی حمیت وغیرت اس عظیم شخصیت کی طرف کرتا ہوں جو رزق حلال کیلئے دن بھر مشقت کے بعد حق کی حمایت اور اپنے معاشرے کی خدمت میں راحت محسوس کرتے رہے۔

میری مراد میرے والد محترم الحاج عنایت اللہ رحمہ اللہ ہیں۔

پھر اس عظیم خاتون کی طرف کرتا ہوں جو گھر کے بے شمار پر مشقت کاموں کی تھکان سے چور ہو کر اللہ کے ذکر و عبادت سے ہی راحت پاتیں۔

میری مراد میری والدہ مرحومہ ہیں۔

جن کی محبت و اخلاص کے گہرے نقوش اور ظاہر و باہر اثرات اور بے لوث دعاؤں کی حلاوت میں اور میری اہلیہ اور ابنائے اربعہ (محمد، احمد، حماد، حمزہ) تا حیات بلکہ دارین میں محسوس کرتے رہیں گے۔

یقیناً سعید کی سعادت انہی کی نیک تمناؤں کا ثمرہ ہے

رب ارحمهما كما ربياني صغيراً

عرض ناشر

الحمد لله وحده والصلاة والسلام علی من لا نبی بعده.

مسند درس وتدریس ہو یا شعبہء تالیف وتصنیف، ملکۂ افہام وتفہیم اور قوت ایضاح وبیان کا وافر حصہ، حق تعالیٰ شانہ نے ہمارے مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ کو عطا کر رکھا ہے، اس لئے انکے دروس خالص مدرسی ہوں یا خواص وعوام میں علمی ومعاشرتی موضوعات ومسائل کے بیان کی مجالس وحلقات، ان میں موضوع کی حسن ترتیب، اسکی تسہیل وتیسیر برائے تشویق طلبہ وسامعین، یہ مولانا کے درس کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔

اس خصوصیت کے پیش نظر میری یہ خواہش رہی کہ مولانا سعید احمد عنایت اللہ کا ''مفہوم دین اور مطالعۂ قادیانیت'' کے عنوان سے تیار کردہ مجموعہ جسے وہ اپنی درسگاہ مدرسہ صولتیہ کے علاوہ جنوب افریقہ اور انگلینڈ وغیرہ کی علمی درسگاہوں یا تربیتی محافل میں پیش کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں، کو برائے افادۂ عامہ طباعت کے زیور سے آراستہ کر دیا جائے۔ شروع میں تردّد کے بعد آخر مولانا نے بھی میری رائے سے اتفاق کر لیا۔

الحمدللہ کہ یہ مجموعہ کتابی صورت میں '' الدين النصيحة'' کے نام سے مکتبہ امدادیہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، ہمارے پاس ردّ قادیانیت کے موضوع پر''

زریں اصول'' کے نام سے حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کا گراں قدر علمی مجموعہ موجود ہے جو حضرات علمائے کرام کے اعلیٰ علمی معیار کے پیش نظر خالص علمی انداز میں ترتیب دیا گیا۔

مولانا ڈاکٹر سعید احمد صاحب کا ''الدین النصیحہ'' نامی یہ مجموعہ ہمارے تربیتی کیمپ میں ایک جدید اور مفید اضافہ ہے جس سے ہمارے نوجوان طلبہ، علماء، دعاۃ اور متدین حضرات، دین کے نام پر اٹھنے والے مختلف فتن، ان کے اسباب وعوامل، ان کے علاج ومعالجہ اور مطالعۂ قادیانیت کے میدان میں اپنی اپنی دین فہمی کی استعداد کے مطابق ان شاء اللہ یکساں طور پر مستفید ہو سکیں گے۔

حق تعالیٰ شانہ ترتیب دینے والے، طبع کرانے والے اور جملہ معاونین کی اس کاوش کو اپنی رضاء وقبولیت بخشے اور اسے انسانیت کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیں۔

وصلى الله وسلم على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

عبد الحفیظ عبد الحق المکی

مالک مکتبہ امدادیہ۔ مکہ مکرمہ

أمیر انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ

عرض حال

الحمد لله وحدہ و الصلاۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ..اما بعد

تحفظ مقام ختم رسالت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام اور حمایت عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقدس کاز کے ساتھ خانگی وابستگی، تحریک تحفظ ختم نبوت وتحفظ ناموس صحابہ جیسی عظیم الشان جدوجہد کے ساتھ علمی وعملی ربط اور مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں تدریس کے دوران سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کے تربیتی دورہ برائے محاسبہ ورد قادیانیت میں مشارکت کے بعد جب امام کعبہ سماحۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل اور امیر انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی اور سکریٹری جنرل حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی (ان تینوں حضرات کی طرف سے) جب مجھے میرے لئے ایک قابل فخر امر پر مأمور کیا گیا کہ میں حضرت چنیوٹی رحمہ اللہ کی تالیف ''ردّ قادیانیت کے زریں اصول'' علمائے کرام اور زعمائے ملت کی طرف سے اس پر لکھی گئی تقاریظ، اسکے وقیع مقدمہ محررہ از علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب حفظہ اللہ، (اس تمام مجموعے) کی تعریب کروں تو دوران ترجمہ بیسیوں بار مجھے مذکورہ مجموعہ کے مطالعہ .کا موقعہ ملا، تعریب ہوتی رہی، پھر بفضل اللہ وہ مکمل بھی ہوگئی مگر ساتھ ہی ایک داعیہ پیدا ہوا جسکا سبب اس

زمانہ کے حالات، علامہ خالد محمود صاحب کا بیش قیمت مقدمہ، اسکے اصولی مباحث ،اور اسکا خصوصی انداز تحریر رہا اور وہ داعیہ یہ کہ اپنے اس دور کے تقاضوں، بین الأقوامی تغیرات، مسلم امت کے احوال اور مخاطبین کے علمی معیار کے پیش نظر ''الدین النصیحۃ '' کے نام سے مجموعۂ دروس مرتب کروں جسکے علمی مواد کے اختیار و ترتیب میں راقم نے مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کی ردّ قادیانیت کے زرین اصول ،اس پر ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے مقدمہ، انہی کی عقیدۃ الأمۃ فی ختم النبوۃ، پروفیسر الیاس برنی کی قادیانیت کا علمی محاسبہ، اس موضوع پر حضرت الاستاذ مولانا محمد ادریس کے علمی رسائل ، پھر استاذ الکل مولانا سید انور شاہ کی حیاۃ ابن مریم (عیسی علیہ السلام) اور اسی سلسلے کی دیگر تصنیفات سے استفادہ کیا، اس مجموعۂ ''الدین النصیحۃ'' کی ترتیب مندرجہ ذیل مباحث پر مشتمل ہے:

ا۔مبحث اول۔''دین''

۲۔مبحث ثانی۔''نبی اور متنبّی''

۳۔مبحث ثالث۔''تعلیمات مرزا اور قادیانیت کے لئے لمحہ فکریہ''

۴۔مبحث رابع۔''مرزا قادیانی اور اسکا طریقۂ واردات''

۵۔ مبحث خامس۔ ''مختلف فیہ مسائل''

۶۔ مبحث سادس۔ ''تحقیق لفظِ ''توفی''

مبحث اول بعنوان ''دین'' میں دین کے مفہوم ومدلول، دین اسلام کی وضع، اسکے تاریخی تسلسل، اسلام میں اس کے مآ خذ بزبان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، پھر اس کے اسلامی تاریخی تسلسل اور دین میں دین کے نام پر اٹھنے والے قدیم وجدید فتن کے اسباب وعوامل اور ان سے دین حق کے تحفظ پر اصولی طور پر کلام ہو۔

یہ مبحث اول خصوصاً ان نوجوانوں کے لئے زیادہ مفید ہوگی جو مختلف اجتہادی آراء کو اعداء اسلام کے غلط پروپیگنڈہ کی وجہ سے دین میں نقص یا تناقض خیال کرتے ہیں۔ اس مبحث سے ان پر بخوبی واضح ہوجائے گا کہ کتاب وسنت، پھر اہل اجتہاد کے اجتہادات سے درجہ وار استفادہ کرنا ہی ''سبل الرسول'' ہے جسکی اتباع کے ہم مأمور ہیں، یہی وہ ''سبیل المؤمنین'' ہے، جس سے سرِ موانحراف فتن فی الدین کا موجب ہے۔

مبحث ثانی ''رسالت''، اللہ تعالی کے برحق انبیاء، انکے اسلوب دعوت، ضروریات وشرائط نبوت کے بیان پر مشتمل ہو، جو رسل اللہ اور متنبی قادیان میں فرق کو بایں طور واضح کرے کہ عوام وخواص بخوبی طور پر نبی اور متنبّی کو آسانی سے پہچان سکیں۔

مبحث ثالث جو ''قادیانیت کے لئے لمحہ فکریہ'' کے نام سے معنون ہو، قادیانی امت اور قادیانی متنبی ہر دو کی عجیب روش پھر متنبی قادیان کی ان تعلیمات پر مشتمل ہو جو اپنے تضاد اور شذوذ میں کسی درجہ بھی نبی برحق کی تعلیمات نہیں کہلا سکتی ہیں تا کہ قادیانیت کا شکار حضرات اس کے بنظر غائر مطالعہ سے آسانی سے راہ راست پر آ سکیں اگر اللہ نے ہدایت ان کے مقدر فرمائی ہو۔

مبحث رابع ''متنبی قادیان کے طریقۂ واردات'' کے ضمن میں قادیانیت کی قرآن وسنت میں ان تحریفات کے نمونوں پر مشتمل ہو جس میں اس کی غرض صرف مسلماتِ اسلامیہ میں تشکیک پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ مرزا غلام احمد نے اپنے دعاوی پر قرآن وسنت سے نہیں بلکہ اپنے الہامات ووحی پر اعتماد کیا، اس نے نصوص شریعت قرآن وسنت کی ماثور تفسیر وتشریح جو تسلسل سے امت میں معروف رہی ہے، اسے ترک کر کے ان نصوص میں تحریف برائے تشکیک کرتے ہوئے انہیں اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے۔

مبحث خامس میں ان معروف تین مسائل کا بیان ہو جو اسلام اور قادیانیت کے مابین مختلف ہیں اور وہ ہیں:

۱۔حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت

۲۔حضرت عیسی علیہ السلام کی شخصیت

۳۔حضرت مہدی رضی اللہ عنہ اوران کی علامات وامارات

مبحث سادس جو دراصل حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات پر ایک قرآنی دلیل اورسورۃ آل عمران کی آیت ﴿وإذ قال الله یاعیسی إنی متوفیک ورافعک إلی ...الخ﴾ کی تفسیر اور مسئلہ توفی کی تحقیق پر مشتمل ہو۔

مجھے اس حقیقت کا اعتراف ہے جسکی طرف حضرت علامہ خالد محمود صاحب نے اشارہ بھی فرمایا کہ ''الدین النصیحۃ'' کے عنوان کا اتمام تبھی ہوگا جب چاروں عناصر نصیحت ،یعنی نصیحۃ للہ،لرسولہ،لأئمۃ المسلمین ،اور نصیحت لعامۃ المسلمین کا بیان ہو، کیونکہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال ہوا کہ دین کس کے لئے نصیحت کا نام ہے؟تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ کے لئے ،اس کے رسول کیلئے ،ائمہ مسلمین اور مسلم عوام کے لئے۔

مگر ہمارے ان صفحات میں نصیحت کے عنصر ثانی نصیحت برائے رسالت کا بیان ہوگا جو ہماری اس کاوش کا موضوع سخن اوروقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ہماری دعا ہے کہ

حق تعالی شانہ ہمیں نصیحت کے بقیہ تینوں عناصر

نصیحۃ للہ (جسمیں اللہ کی توحید اور ردّ شرک کا بیان ہو)

نصیحۃ لائمۃ المسلمین (جسمیں ائمہ مسلمین کے واجبات اور ان کے حقوق کا بیان ہو)

نصیحۃ لعامۃ المسلمین (جسمیں مسلم عوام کے واجبات اور ان کے حقوق کا بیان ہو) کے عناوین پر بھی کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین)۔

درحقیقت یہ صفحات میرے ان دروس کا مجموعہ ہے جنہیں میں مختلف تربیتی کورسز کے دوران عزیزان طلبہ کے سامنے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، دار العلوم نیو کاسل جنوب افریقہ امن یونیورسٹی اور مجلس قضاء اسلامی کیپ ٹاؤن، اسلامک سنٹر گلاسکو، کے علاوہ دار العلوم لندن، دار العلوم بلیک برن، دار العلوم ایسٹ لندن، ختم نبوت مرکز گرین سٹریٹ لندن، ختم نبوت اکیڈمی لندن، اور دیگر مختلف دینی اداروں میں درس کی صورت میں پیش کرتا رہا ہوں۔

میں امیر انٹرنیشنل ختم نبوت حضرت مولانا عبد الحفیظ مدظلہ العالی کی خصوصی نظر عنایت کا بے حد مشکور ہوں کہ میری اس کاوش کو انہوں نے قدر و منزلت کی نگاہ سے

دیکھتے ہوئے فیض عام کی غرض سے اسکی طباعت پر اصرار فرمایا۔

میں مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے نہ صرف وقیع مقدمہ لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ "الدین النصیحۃ" کے بقیہ عناوین پر کام کرنے کی بھی مؤکد تلقین فرمائی۔

میں اپنے ان مخلصین اہل علم کا بھی تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے ان اوراق کی ترتیب میں اپنے بیش قیمت علمی مشوروں سے مجھے مستفیض فرمایا، خصوصاً شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی مدظلہ العالی کا جو اپنی حرم کی تمامتر مصروفیات کے باوجود میرے لئے سعت صدر کے ساتھ وقت نکالتے رہے۔

میں اپنے ان مخلص برادران کا بھی تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے ان اوراق کی ترتیب وتزئین اور اسے کتابی شکل دینے میں میرا بھرپور ساتھ دیا خصوصاً عزیزم مولانا محمد عباس افضل صاحب کا جو ان اوراق کی ترتیب میں اول تا آخر نہایت یکجہتی اور جانفشانی سے قدم بقدم میرے ہمراہ رہے۔

میں ان مخلص برادران کا بھی تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے اس مجموعہ مباحث کی طباعت میں میرے ساتھ تعاون فرمایا، حق تعالی ان سب کو جزائے خیر عطاء

فرمائے۔ آمین

حق تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ میری اس کاوش کو اپنی ذات عالی کی رضا، ہمارے عزیزان طلبہ کے لئے بہترین راہنما اور طالبان حق کیلئے ذریعہ ہدایت بنائے ۔

وصلى الله على سيدنا ونبينا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه وسلم

کتبہ

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ

۶ رمضان ۱۴۲۸ھ

www.OnlyOneOrThree.com
www.ToheedYaTaslees.com

تقریظ

از ڈاکٹر علامہ مولانا خالد محمود صاحب حفظہ اللہ

رئیس جامعہ اسلامیہ مانچسٹر بریطانیا

الحمد لله جل وعلا والصلاة والسلام على سيدنا ونبينا محمد المصطفى أفضل الرسل وخاتم الأنبياء وعلى آله وصحبه ومن تبعهم إلى يوم الجزاء

امابعد... یہ دور دینی اعتبار سے دجالیت کا ایک دور ہے۔

دجل کسے کہتے ہیں؟

جسمیں حق اور باطل کو اس طرح ملایا جائے کہ حق لوگوں کے سامنے باطل کے ساتھ ملوث ہو کر رہ جائے۔

ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ حق نہ ہوگا، اس کی نسبت کذب کا سمجھانا آسان ہے، اس میں صرف ایک روشنی کو سامنے لانا اور ایک اندھیرے کو بجھانا ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد کا شمار کاذبین میں سے نہیں دجالین میں سے ہے۔ وہ اپنے جملہ دعاوی میں ایسی چال چلا ہے کہ اپنے ہر غلط موقف کے ساتھ اس نے کسی سچائی کو جوڑا

ہے۔اس کے اس طریق کار سے اس کے لئے قبولیت کی توراہ نہ کھلی لیکن وہ سچ ضرور ملتبس ہوگیا جسے وہ اپنی تحریک کے ہر موڑ پر سامنے لاتا رہا۔

قادیانیت کی تاریخ کھولنے کے لئے صرف علمی مواد کافی نہیں بلکہ اس طرح کی گرفت چاہیئے جس سے دجل کھولا جاتا ہے۔وقت کی ضرورت ہے کہ اس خاص نہج سے قادیانیت بے نقاب کی جائے اور تعلیم یافتہ طبقہ کے سامنے صرف اس کے دجل کی نبض پر پوری طرح ہاتھ رکھا جائے۔

''الدین النصیحۃ'' کے مصنف موصوف نے اس کتاب میں اسی طرح دجل کی نبض پر ہاتھ رکھا ہے۔

جس طرح موضوع اپنی جگہ بہت مشکل ہے اسی طرح اسے سمجھنے کے لئے سرسری مطالعہ کافی نہیں۔ان سادہ مسائل پر بھی زیادہ سے زیادہ نظر کی ضرورت ہے۔

مؤلف موصوف نے جس انوکھے پیرایہ میں یہ سطور قلمبند کی ہیں انہیں دیکھ کر بے اختیار زبان سے نکلتا ہے ﴿کم ترک الأول للآخر۔﴾

بندوں کے اختیار میں صرف بات کھولنا اور اسکا افصاح ہے، دلوں میں ڈالنا اور اس کے مطابق ذہن کو ڈھالنا یہ اللہ رب العزت کے قبضہ میں ہے۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس علمی ذخیرے اور قادیانیت پر کی گئی فنی گرفت کو طلباء اور علماء کے لئے باعث ہدایت ٹھہرائے۔ آمین۔

ڈاکٹر خالد محمود

رئیس جامعہ اسلامیہ مانچسٹر برطانیہ

۵ اگست ۲۰۰۷ء

مبحث اول

دین

www.Only1Or3.com
www.ToheedaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

مندرجات مبحث

۲۸۔ کتاب وسنت سے سلف کی تشریحات سے ہٹ کر لینے کا ضرر

۲۹۔ محدثین خود کیوں مجتہدین کی قول کو اہمیت سے نقل کرتے ہیں؟

۳۰۔ مسک الختام

۳۱۔ امت کی خیریت وسطیت اور راہِ اعتدال

www.OnlyOneOrThree.com www.TohedYaTasleem.com

الدین النصیحۃ

غرض وغایت

ہماری علمی وفکری جدوجہد سے ہماری غرض وغایت عمومی انسانیت کی بھلائی، ان کی خیر خواہی، اہل علم کی آگاہی، اپنی برأت ذمہ اور رضاء الٰہی کا حصول ہے، یہی ہمارے دین کا مقصد اعظم ہے، دین کی نسبت سے جب بھی بات کی جائے اور احکام دین میں سے جس عنوان کو بھی ہم موضوع سخن بنائیں تو ہمیں دین کے مقصد اعظم کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے اور ہماری گفتگو کا نقطہ آغاز بھی یہی ہونا چاہئے۔

پورے دین اسلام اور اس کے متنوع بیش بہا احکام کا خلاصہ، اس دین کا ہدف عالی یا مقصد اعظم رسول اکرم ﷺ نے صرف ایک کلمہ میں حصر فرما دیا ہے، یہی پیغمبر علیہ السلام کی وہ عظیم خصوصیت ہے جسے آپ نے اوتیت جوامع الکلم والی حدیث میں بیان فرمایا ہے اور وہ ایک کلمہ کیا ہے؟ وہ ہے "النصیحۃ"

ارشاد نبوی ہے:

الدین النصیحة

دین نصیحت (بھلائی) ہی کا نام ہے۔

نصیحت بڑا ہی سادہ اور عام فہم کلمہ ہے خواص تو خواص عوام بھی اس کے مفہوم سے واقف ہیں اور وہ ہے دوسروں کے لئے خیر خواہی کا ارادہ کرنا ان کے لئے بھلائی چاہنا ان کے لئے وہ کام کرنا جس میں ان کے نفع کا حصول اور ان کے لئے ضرر سے بچاؤ ہو گویا احکام دین جس نوع کے بھی ہوں وہ حضرت انسان کی خیر خواہی اور بھلائی ہی کی خاطر ہیں دعوت دین سے متعلق حضرات کو ہمیشہ اس نقطہ سے آغاز کرنا چاہیے اور اسے ضرور بیان کرنا چاہئے اللہ کے تمام برحق رسول حضرات انبیاء علیہم السلام یوں فرماتے تھے:

ابلغکم رسالات ربی وانصح لکم واعلم من الله مالا تعلمون

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں اور اللہ تعالی کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

اور یوں بھی فرماتے تھے:

وانا لکم ناصح امین

اور میں تمارے لئے امانت دار خیر خواہ ہوں

داعی بھی وارث نبوت ہے وہ بھی ہمیشہ اپنے مخاطبین کے لئے امین بھی ہوتا ہے اور ناصح بھی، نصیحت جب خیر خواہی ہوئی تو جتنی بڑی خیر ہوگی اتنا ہی وہ بڑی ''نصیحت'' بھی ہوگی، اور اسی قدر ناصح کا مقام بھی اعلی ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے:

ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا

جسے حکمت عطا ہوئی یقیناً اسے خیر کثیر مل گئی۔

مفسرین حضرات نے صحیح علم اور سلیم فکر سے حکمت کی تفسیر کی ہے، پھر نصیحت جب ضرر سے بچانا ٹھہرا تو جتنے بڑے خسارہ اور ضرر سے بچانے کی فکر ہوگی اتنی ہی بڑی خیر خواہی ہوگی۔

ارشاد ربانی ہے:

ومن یتخذ الشیطان ولیا من دون الله فقد خسر خسرانا مبینا

جس نے شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنالیا وہ کھلے خسارہ میں پڑ گیا

لہذا ہدایت ''خیر کثیر'' ہوئی اور گمراہی ''خسارہ مبین'' ٹھہری

انسانیت کا سب سے بڑا خیر خواہ وہ ہے جو ان میں ہدایت تقسیم کرنے والا اور انہیں گمراہی سے بچانے کی فکر کرنے والا ہو ہماری تمام تر جدوجہد اور فکر کا ہدف اور مقصد اعظم حضرت انسان کی بھلائی ہی ہے کہ وہ خیر کثیر کا وارث اور خسران مبین سے بچ جائے ۔اسکا علم بھی صحیح اور فکر بھی سلیم ہو اور وہ صراط مستقیم پر گامزن ہوگا۔ دنیا وآخرت کی شقاوت سے بچنے والا اور سعادت دارین کا حقدار بن جائے۔ یاد رکھیں کہ بندوں کو ظلمات سے نور میں لانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہی ہے جو اہل ایمان کا ولی ہے اور انہیں ظلمات سے نور کی طرف راہنمائی کرتا ہے، اسکا ارشاد ہے ﴿اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمات إلی النور﴾ اور ذریعہ کے طور پر اللہ کے نبی پر نازل شدہ وہ کتاب ہدایت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿لتخرج الناس من الظلمات إلی النور﴾ بس اللہ توفیق دیتا ہے اور پیغمبر بیان کرتا ہے۔ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے صدقہ یہ ذمہ داری ہر امتی کی ہے پھر بقدر علم اس کے وجوب واستحباب کا درجہ ہوگا۔

دین:

کا لفظ دان یدین کا مصدر ہے۔

عربی میں کہتے ہیں: دانہ بمعنی اذلّہ و استعبدہ ،یعنی اُسے مطیع بنالیا، غلام بنالیا، وہ اس کا مالک ہوگیا، اور اس میں اس کا تصرف ہونے لگا۔

''المدین'' عبد اور غلام کو کہتے ہیں، ''المدینۃ'' لونڈی کو کہا جاتا ہے، شہر کو عربی میں ''المدینۃ'' بھی اسی وجہ سے کہتے ہیں۔

'' دیّــان '' اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے، وہ جو بندوں کے امور میں کمال تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔

اسی طرح دین کا معنی جزاء اور بدلہ بھی ہے، جیسے ''مالك یوم الدین'' بدلہ کا دن کا مالک ہے،

مفہوم دین:

لفظِ دین جسکی جمع ادیان ہے، زندگی گزارنے کا وہ نظام ہے جو بندے کو اپنا غلام بنالے، جسے بندہ اپنا دستور حیات سمجھ کر اپنی رضا و رغبت سے اختیار کرے، نظام حیات باطل ہو تب بھی لغت میں دین کہلاتا ہے، اور وہ حق ہو تب بھی دین کہلاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' لکم دینکم ولی دین''

اسمیں طاغوت کے پرستاروں کے نظام زندگی کو بھی دین کہا گیا ہے اور معبود برحق کے عبد جلیل سید البشر والرسل کے لائے ہوئے نظام حیات کو بھی دین کہا گیا ہے۔

دین کو اختیار کرنا تدیّن کہلاتا ہے اور صاحب دین کو ''متدیّن'' کہتے ہیں۔

دین حق اور باطل میں فرق:

دین کا واضع اور شارع اگر خالق کائنات ہے تو وہ دین حق ہے، اور یہ خالق ہی کا حق ہے کہ وہ مخلوق کیلئے نظام حیات وضع کرے اور اس نظام کا حق ہے کہ اسے ہی اپنایا جائے، کیونکہ

﴿له الخلق وله الأمر﴾

''حکمرانی کا حق خالق ہی کو ہے''

اور اگر وضع دین کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہے تو ایسا نظام حیات یا دین، دین باطل کہلاتا ہے جو نہ صرف اختیار نہ کرنے کے لائق ہوتا ہے بلکہ اس سے برأت بھی ضروری ہوتی ہے کیونکہ اسے اختیار کرنا طاغوت کی پرستش ہے، جسکے کفر کا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر باطل دین سے برأت (اظہار بیزاری) ہی دخول دین حق کی شرط اول ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ومن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ﴾

اس آیت میں یہی مفہوم بیان ہوا ہے۔

دین اسلام اور عظمت:

پھر دین حق کا شارع خود اللہ تعالیٰ، اس کو لانیوالے رسول اللہ، اور قبول کرنے والے عباد الرحمٰن ہوتے ہیں، اور وہ دین دینِ اسلام کہلاتا ہے، جسے اللہ نے اپنا پسندیدہ دین کہا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ورضيت لكم الإسلام دينا﴾

''میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے''

یاد رہے کہ ہر نبی اللہ اسلام ہی کا پیغامبر اور اسی کی طرف دعوت دینے والا ہوتا ہے، کیونکہ

﴿إن الدين عندالله الإسلام﴾ .

''اللہ تعالیٰ کے ہاں تو دین صرف اسلام ہی ہے''

اور اس کے ماسوا دین کے تلاش کا انجام خسارہ ہی خسارہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين﴾

کا یہی مفہوم ہے۔

تو گویا دین اسلام، وضع کے اعتبار سے اُرفع واعلی، حفاظت کے اعتبار سے مأمون ومحفوظ، وہ خود اللہ کا مختار ومحبوب دین، اور اسکے اختیار کرنیوالے اللہ کے مختار اور اخیار بندے ہوتے ہیں۔

وہ اسلام اگر موسیٰ علیہ السلام لائیں تو ''شریعت موسوی''، عیسیٰ علیہ السلام لائیں تو ''شریعت عیسوی'' کہلاتا ہے، اسی طرح ہر نبی اور امت کو اسلام ہی کے نام نامی سے شریعت ربانی عطا ہوئی۔

سنت اللہ اور شرائع سابقہ:

بعثت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہدایت انسانیت کے لئے اللہ کی یہی سنت رہی کہ ﴿لکل قوم هاد﴾ ''ہر قوم کیلئے ہدایت دینے والا بھیج دیا گیا''

جیسے کہ قرآن کریم کی ان آیات ﴿لقد أرسلنا نوحاً إلى قومه﴾ ﴿وإلى عاد أخاهم هوداً﴾ ﴿وإلى ثمود أخاهم صالحا﴾ اور ﴿ولقد أرسلنا رسلنا بالبينت و أنزلنا معهم الكتاب الخ﴾ میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ خالق کائنات نے ہر زمانے میں انسانیت کی ہدایت کے اسباب پیدا فرمادئے اور انسانوں کو انبیاء کے

ذریعہ اس راہ پر مطلع کردیا جسمیں انکی ہدایت تھی، پھر ہمیں بھی ان تمام احوال سے مطلع فرمادیا، انبیاء اور ان کی متبعین کی کامیابی اور ان کے مخالفین کے انجام کو بھی بیان فرمادیا، اس قرآنی اسلوب میں غور طلب لفظ ''قوم'' اور لفظ ''ہاد'' ہیں، جوکہ ہر سابقہ رسول، مرسل اور سابقہ شریعت و رسالت کی محدودیت کو بیان کرتے ہیں۔

یہ بات تو کھلی حقیقت ہے کہ کامیابی یقیناً رسل اور ان کے انصار کیلئے ہی ہے، آپ سے پہلے ہر رسول کے زمانہ رسالت، اس کے جغرافیائی حدود اور مکان دعوت و رسالت کے ساتھ ساتھ مخصوص امت کے لئے اس کی دعوت کو مختص کردیا گیا، جب تک رب العالمین نے چاہا اس کی حفاظت کی، پھر اس میں تحریف و تبدیل کرنیوالے اپنا کام کرنے لگے:

﴿یحرفون الکلم عن مواضعه﴾

''کلمات اللہ کی ان جگہوں یا ان کی مفاہیم و مطالب کو بدلتے رہے''

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ اپنے نبی و رسول اور اس کے ماننے والوں، اور نبوت کے منکرین اور اہل حق کے مخالفین اور شریعت کے محرفین کو آزمائش میں ڈالتا رہا ہے۔

سنت اللہ اور خاتم الشرائع:

جب خاتم النبیین کی باری آئی اور ان کا زمانہ شروع ہوا اور اس رسول عظیم ،جسکی خاطر سب سے میثاق لیا گیا تھا اور ﴿لتؤمنن به ولتنصرنه﴾ کہہ کر ان پر ایمان لانے ،انکی دعوت و رسالت کی تاکید کرنے پر سب انبیاء سے پختہ عہد لیا گیا تو قوم ،وطن ، زمانہ اور مقام کی ہر قید سے آزاد قرار دیتے ہوئے ان کی رسالت عامہ ، رحمت عامہ ، بشارات و نذرات عامہ کو یوں بیان فرمایا

﴿يا أيها الناس إني رسول الله إليكم جميعا﴾

اس آیت میں تو رسالت عامہ کا بیان فرمایا

اور

﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾

کہہ کر رحمت عامہ کو بیان فرمایا

اور

﴿وما أرسلناك إلا كافة للناس بشيرا ونذيرا﴾

کہہ کر ان کی عمومی بشارت و نذارت کو بیان فرمایا

www.OnlyOneOrThree.com
www.Toheed.com

بلکہ ان پر نازل ہونیوالی ''شریعت'' اس کے اساسی مصادر قرآن وسنت کو بھی خود ہی نازل کرنیوالے نے ابدی تحفظ فراہم کر دیا، اور اعلان فرمایا

﴿ إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون ﴾.

''ہم ہی نے ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''

ایسا کیوں؟

یہ اہتمام اس لئے فرمایا کیونکہ انکی شریعت خاتم الشرائع ہے، انکا زمانہ رسالت نزولِ وحی کے آغاز سے لےکر اس وقت تک رہیگا جب تک اللہ تعالیٰ نے کائنات کو باقی رکھنا ہے۔

یہ تمام زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا، آپ کی رسالت ودعوت کا اور یہ تمام دور شریعت محمدیہ کا دور ہے، اتنے طویل وعریض دور کے لئے نبوت ورسالت کی دلیل وبرہان کا بھی ایسا ہی ہونا ضروری تھا جسکا مشاہدہ ہر دور میں سبھی کرسکیں۔

لہذا ہوا یوں کہ اگر قرآن مجسم کی سیرت کا مشاہدہ کرنے والوں اور آپ کے براہ راست مخاطبین کو اپنی حیات طیبہ میں آپ نے اپنی سیرت اور نبوت ورسالت کی قوی ادلہ وبراہین سے متاثر کیا، اور اگر اس زمانے کے انسانوں نے آپ کے دیگر

معجزات کا آپ کی زندگی میں مشاہدہ کیا تو ایک ایسا دائمی معجزہ بھی قرآن حکیم کی صورت میں آپ کو عطا ہوا جو ہر دور کے انسانوں کیلئے قوی حجت اور عظیم برہان کے طور پر ثابت ہوا جو ہمیشہ کیلئے محفوظ و مأمون اور قائم و ثابت رہنے والا ہے اور ہمیشہ اسی طرح محفوظ رہیگا۔

قرآن مجسم اور قرآن ناطق

قرآن مجسم کو قرآن ناطق کا عطا ہونا آپ کے خاتم النبیین ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے، جو اپنے زمانۂ نزول میں بھی بطور برہان تھا اور آج بھی ہے اور ہمیشہ رہیگا، کیونکہ آپ کی بعثت صرف اعلان بعثت کے زمانے والوں کے لئے نہ تھی بلکہ اس عالم کے تمام زمانوں کے تمام انسانوں کیلئے تھی، حفظ ہدایت کے طور پر یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ آغاز بعثت کے مرحلے میں آپ کا پیغام جن انسانوں کو آپ کی زبانِ مبارک سے ملا، وہ شرف صحابیت سے مشرف ہوئے، بعثت کے اس مرحلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هو الذی بعث فی الأمیین رسولاً منهم﴾

''اللہ تعالیٰ نے امیین میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا''

مگر آپ کی بعثت اس زمانے کے لوگوں کیلئے مخصوص نہیں بلکہ بعثت کا عموم اور ہر اعتبار

سے اسکی جامعیت اس بات کی بھی نفی کرتی ہے کہ انسانوں کو کسی اور کی بعثت کی ضرورت پیش آتی، اس مرحلے کو آگے تسلسل کی شکل دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ و آخرین منهم لما یلحقوا بهم﴾

یہ کچھ اور لوگوں کی طرف بھی مبعوث ہیں، جو ابھی تک نہیں آئے، نہ پیدا ہوئے، تو ان تک دعوت کو محفوظ و مأمون طور پر پہنچانے کے لئے شریعت کے تحفظ اور ثقہ حاملین شریعت کا منقطع نہ ہونے والا سلسلہ جاری وساری فرمادیا گیا، جو قیامت تک رہے گا۔ ارشاد نبوی ہے:

﴿ عن معاوية رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم حتى يأتوا أمر الله وهم على ذلك﴾

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر گامزہ رہے گا، ان کے مخالفین انکا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے، حتی کہ وہ اسی پر استقامت کی ساتھ اللہ کے ہاں پیش ہوں گے"

﴿ وعن أبي هريرة رضی الله عنه يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف

الضالين و تأويل الجاهلين و انتحال المبطلين﴾

''اس علم کا تحمل ہر آنے والے دور میں عادل، رجالِ کار فرمائیں
گے جو گمراہوں کی تحریف، جاہلوں کی تاویل اور حق مخالفوں کے
غلط مسلکوں سے اسکا تحفظ کریں گے''

ختم نبوت، قرآن مجسم اور قرآن ناطق:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات کا مشاہدہ اگرچہ آپ کے زمانے والوں نے کیا مگر قرآن کریم کا ابدی اعجاز دیکھیں کہ نبی اُمی پر ایسا معجز کلام نازل ہوا کہ ہر زمانے کے لوگ شوق سے اس کی تلاوت کریں، اس کی حلاوت سے محظوظ اور ہدایت سے مستفید ہوں، وہ ایسا معجز و محکم ہے کہ چیلنج کے باوجود اس طرح کی ایک سورت اور ایک آیت لانے سے نہ صرف اس دور کے انسان عاجز رہے بلکہ آج بھی اور آج کے بعد ہر دور کے انسان و جن بھی ہمیشہ عاجز رہیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ قل لئن اجتمعت الإنس والجن على أن
يأتوا بمثل هذا القرآن لا يأتون بمثله ولو كان
بعضهم لبعض ظهيرا﴾

''آپ اعلان فرمادیں کہ انس و جن اس قرآن کی نظیر پیش کرنے

کیلئے جمع ہوجائیں تو اس کی مثیل لانے سے عاجز رہیں گے

، چاہے وہ مل کر ایک دوسرے کے مددگار کیوں نہ بن جائیں''

﴿أم يقولون افتراه قل فأتوا بسورة مثله وادعوا من استطعتم من دون الله إن كنتم صادقين﴾

''وہ کہتے ہیں کہ اس نے اس کو خود گھڑا ہے، آپ کہہ دیں تو تم اس جیسی کوئی سورت لے کر آ ؤاور اللہ کے سوا جسے تم لا سکتے ہو لے آ ؤ اگر تم سچے ہو''

﴿فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء كم من دون الله إن كنتم صادقين﴾

''اگر تم سچے ہو تو اس جیسی ایک ہی سورت لے کر آ ؤ اور اللہ کے سوا اپنے گواہوں کو بھی ساتھ ملالو''

نزول قرآن کے وقت سے لیکر اس دور تک اور قیامت تک کے علماء، ادباء، شعراء فصحاء و بلغاء اعترافِ عجز کریں کہ آپ کی دعوت و رسالت تمام ادوار کے تمام انسانوں کیلئے ہے، اور وہ محفوظ و مأمون بھی ہے۔

قرآن مجسم کو دیکھ کر، ان کی سیرت کا مشاہدہ کرنے والوں نے آپ کی تصدیق کی،

تو قرآن ناطق کی عظمت کے سامنے بھی انسان ہمیشہ سرنگوں رہیں گے، وہ اس اعجاز اوراس کی صداقت کا اعتراف کرتے رہیں گے، اس طرح وہ اس کے لانے والے کی ختم نبوت کا پختہ یقین رکھیں گے۔

شارع علیہ السلام اور مآخذ شریعت

احکام شریعت اسلامیہ کے جن مآخذ و مراجع کی نشاندہی کی گئی ہے وہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میں بالکل واضح طور پر بالترتیب بیان کئے گئے ہیں اور وہ ہیں:

کتاب اللہ

سنت رسول اللہ

اور اجتہاد مجتہدین

اس حدیث کے اسلوب بیان پر مندرجہ ذیل زاویوں سے یوں غور کریں:

اولاً: آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ نہیں فرمایا کہ کتاب وسنت اور اجتہاد میں سے جس سے چاہو حکم شرع دریافت کرلو، جسے چاہو مقدم ومؤخر کرو، بات تخییر کی نہیں بلکہ ترتیب کی تاکیدی طور پر فرمائی۔

ثانیاً: ان مآخذ کو خبر یا طلب کے اسلوب میں بیان نہیں فرمایا کہ تم اپنی قضاء میں

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجتہاد سے شرعی حکم لگانا۔

ثالثاً: جو بات بیان فرمائی وہ یہ تھی:

﴿ کیف تحکم ؟ ﴾

''تم حکم شرعی کیسے نکالو گے''؟

اس استفہام میں غرض معاذ اللہ استعلام نہیں کہ آپ کو مآخذ شریعت کا علم نہ تھا اور انہیں معلوم کرنا چاہتے تھے بلکہ آپ اس امر کی تاکید وتقریر چاہتے تھے کہ میری تعلیم وتربیت سے انہیں منہج نبوت معلوم ہو چکا ہے یا نہیں؟ لہذا جب حضرت معاذ بن جبل نے جواب میں فرمایا:

میں کتاب اللہ سے

پھر سنت رسول اللہ سے

پھر اجتہاد سے

احکام شریعت لونگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مربی اور اس کی تربیت پر کمال اطمینان کا اظہار یوں فرمایا کہ

ان کے سینے پر ہاتھ مبارک مار کے فرمایا:

'' شکر ہے اس اللہ کا جس نے رسول اللہ کے رسول کو اس بات کی توفیق دی جسے

اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں"

حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں جو امور ثابت ہوتے ہیں وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منہج نبوی، جسے حضرت معاذ نے پیغمبر کی صحبت میں سیکھا تھا اور نہایت کامیابی سے اسے یاد رکھا تھا کی توثیق فرمائی اور بعد والوں کے لئے قیامت تک "سبیل الرسول" اور "سبیل المؤمنین" کا تعین فرمادیا اور وہ یہی ہے کہ احکام شریعت کیلئے یہ تین بالترتیب مآخذ ہوں گے۔

قرآن حکیم: اسلام کی جامع دستاویز ہے جس میں اصولی طور پر جملہ احکام شریعت موجود ہیں، اسلام میں قرآن حکیم احکام شریعت کا پہلا اساسی مصدر ہے۔

حدیث نبوی: قرآن کا بیان اور احکام شریعت اسلامیہ کا دوسرا اساسی مصدر ہے۔

اجتہاد: انہی دونوں اساسی مصدروں کی روشنی میں نیز قرآن وسنت کی نصوص میں وارد احکام کی تعلیل کے ذریعہ مندرجہ ذیل مواقع میں استفادہ اسی اجتہاد سے ہوگا۔

۱۔ غیر وارد احداث ونوازل کے احکام دریافت کرنا

۲۔ یا بعض نصوص کے ایک سے زائد معنی کا احتمال رکھنے کی صورت میں ایک مفہوم کا بطور ترجیح تعین کرنا

۳۔یا کسی اُمر میں ایک سے زائد وارد نصوص میں معمول بہ کا بطور ترجیح تعین کرنا۔

حجیت ماٰ خذ ثلاثہ

ان مآخذ میں سے ہر ایک کی حجیت خود شارع علیہ السلام کے قول سے ثابت ہوتی ہے، پوری امت کا خیر القرون عہد نبوی، دور صحابہ، دور تابعین اور اس کے بعد آج تک تسلسل سے اس پر عمل رہا ہے، پھر یہ انسانیت کی ایسی ضرورت ہے جس سے راہِ فرار اختیار کرنا یا اسکا انکار مخالفتِ شرع، مخالفتِ اجماع اور مخالفت عقل و منطق شمار ہوتا ہے۔

ایک مثال سے ہر ایک کے دائرے کو سمجھنے میں سہولت رہے گی۔

نماز، روزہ، حج اور زکوۃ جو اسلام کے بنیادی ارکان ہیں، ہر ایک کی فرضیت، اسکا طریقہ ادائیگی دونوں اساسی مصدروں قرآن وسنت سے ثابت ہیں مگر اسکی مزید تحقیق کے لئے کہ ہر ایک میں کونسے اعمال فرض، کونسے واجب اور کونسے مستحب کا درجہ رکھتے ہیں، پھر کونسی اشیاء کا اختیار کرنا مکروہ ہوتا ہے، یہ اور اسیطرح کے جملہ احکام کی ترتیب اور جمع وتدوین، اجتہاد واستنباط کا دائرہ عمل ہے۔

اجتہاد نقص نہیں

حکم شریعت جہاں سے بھی ماٰخوذ ہو چونکہ وہ شارع علیہ السلام کی ہدایت سے

ہو رہا ہے لہذا یہ شریعت میں نقص شمار نہیں ہوگا، یہی کمالِ دین ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حوادث کے احکام معلوم کرنے کا بھی طریقہ بتا دیا جو پیش نہ آئے تھے ،حیات طیبہ سے بعد کے دور میں پیش آئے یا مستقبل میں آئیں گے، ہر پیش آمدہ اُمر کا شریعت میں حکم ہونا، یا حکم کے اخذ کرنے کا طریقہ کار کا بیان ہونا ،یہی کمال شریعت اسلامیہ ہے۔

اجتہاد قرآن وسنت سے عدول یا انکی نصوص کی مخالفت نہیں، نہ وہ ان سے ٹکرانے والی چیز ہے کہ اسے نصوص شریعت کا مناقض سمجھا جائے کیونکہ وہ مثبت یا موجد حکم نہیں ہے بلکہ اجتہاد تو انہی اساسی مصادر کی روشنی میں حکم کو ظاہر کرنے والا ہے، اصل مثبتِ احکام تو نصوص شرعیہ ہی ہیں، پھر اجتہاد کی حجیت کیلئے مثبت خود شارع علیہ السلام کی قولی اور عملی ہدایات موجود ہیں۔

سبیل المؤمنین یا ان مآخذ کے بارے وہ تین امور جنکا خیال ضروری ہے

☆ان مأخذ کا اعتراف صدق دل اور کمالِ بصیرت سے

☆ان مأخذ کی ترتیب اور مراتب کا لحاظ رکھنا

☆ان مأخذ سے اُخذ کی شروط کی پاسداری

یہ وہ اُمور ہیں جنکی معرفت اور پابندی ہی میں بندۂ مکلّف کیلئے ہدایت کی ضمانت ہے، امت کا قافلہ شروع سے تا حال اسی طرح تسلسل سے رواں دواں چلتا چلا آ رہا ہے ،اور یہی سبیل المؤمنین ہے۔

اس طریقۂ کار سے انحراف فتنوں کے دروازے کھولنا یا ان میں داخل ہونے کے مترادف ہے۔

کچھ اس تیسرے ماخذ کے بارے

اجتہاد و مجتہدین کے بارے مزید وضاحت کے طور پر عرض ہے کہ دین صرف طاعت اللہ اور طاعت الرسول کا نام ہے، اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت ہی شریعت کے اولین اساسی مصادر و مأ خذ ہیں ،شریعت میں کلام اللہ اور کلام الرسول پر اپنی عقل وفہم سے نہیں صرف ان مدلولات و مفاہیم کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے جو نصوص قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ خیر القرون سے تسلسل سے منقول ہوئے جنہیں مفسرین قرآن ،شراح حدیث اور اہل استنباط واجتہاد نے مدون و مرتب بھی فرما دیا ہے، اب ان حاملین شریعت حضرات کے اجتہادی اقوال کے بارے میں جمہور اہل اسلام کی ایک رائے ہے اور ایک رائے نادان کم علم کج فہم اور شواذ کی ہے، ان دو میں درست قول حق

بات اور مسلک اعتدال کیا ہے؟ اور مسلکِ انحراف کیا ہے؟ اسے جاننا بھی ضروری ہے۔

یہ سمجھنے کیلئے بات یہاں سے شروع ہوگی:

☆ اجتہادی مسائل جس شرعی حکم چاہے وہ بنیادی رکن نماز ہی سے متعلق ہوں، انہیں عوام نہیں صرف اہل اجتہاد ہی مرتب کریں گے، غیر مجتہد کا یہ کام نہیں، نہ وہ اس کے اہل ہیں۔ قرآن حکیم نے لعلمه الذين يستنبطونه منكم میں ان کی اس باب میں تخصیص فرمادی ہے۔

☆ اجتہاد کے دائرے میں راجح پر عمل واجب ہوگا، مگر ترجیح کے ساتھ ساتھ اس میں خطاء کا احتمال بھی ہوگا۔

☆ اختلاف مجتہدین خطاء اور صواب کے بارے میں ہوگا، جسمیں مخطئ کو ایک اور مصیب کو دوگنا اجر ملے گا۔

☆ یہ اختلاف حق و باطل کے قبیل سے ہرگز نہیں ہوگا۔

☆ غیر مجتہد مکلّف، مجتہد کے اجتہاد کا پابند ہوگا، یعنی اس کا متبع ٹھہرے گا، جسے اصطلاحاً تقلید کہتے ہیں۔

☆ مجتہد یا اس کے متبع کو دوسروں پر جبر کی اجازت نہ ہوگی، کیونکہ اسکی رائے اور

www.Only1Or3.com www.ToneedOrThee.com www.OnlyOneOrThree.com

اسکا اپنا موقف ومسئلہ خطاء کا احتمال رکھتا ہے۔

☆ مجتہد یا متبع دوسرے اجتہادی مذہب پر طعن اور اپنے مذہب کیلئے تعصب رکھنے کا مجاز نہ ہوگا، ہاں وہ اپنے مذہب کے راجح ہونے کی وجہ سے اسے اختیار کرنے کا پابند ضرور ہوگا۔

اصولی طور پر یہ نہ بھولیں کہ:

چونکہ اجتہاد بھی اسلام کے دو اساسی مصدروں اور حضرت شارع علیہ السلام کے حکم ،انکی تائید وتقریر، ان کے بتائے ہوئے منہج اوران کی اتباع ہورہا ہے، لہذا وہ شارع علیہ السلام کی ہی اتباع سمجھا جائے گا، وہ دین میں نقص نہیں ہوگا نہ ہی مجتہدین کے اقوال کو کتاب وسنت سے متناقض کہا جائے گا۔

ثالثاً: اعدائے اسلام کا پیدا کردہ شبہ

اعدائے اسلام کی سازش اور بعض اہل اسلام کی علمی بے بضاعتی اور دینی ثقافت میں کم مائیگی کی وجہ سے اجتہاد کے بارے میں بعض کے ہاں صورت حال شاید کچھ یوں ہوگی:

ا۔ کہیں اجتہاد قرآن وسنت سے انحراف وعدول تو نہیں؟ اس خوف سے

بعض لوگ اس کے منکر ہو جاتے ہیں، اس طرح وہ اسلام کے قیمتی فقہی خزینہ اور سلف صالحین کے سنہری افادات سے یکسر محروم ہو جاتے ہیں۔

۲ وہ اجتہاد کو دین میں نقص خیال کرنے لگے جو کمالِ دین کے خلاف ہے ،لہذا ان کے ہاں اسے مأخذ شریعت نہیں ہونا چاہئے ، پھر ایسا سمجھنے والے ہمیشہ جملہ احکام کی تفصیل نصوص کتاب وسنت سے تلاش کرنے میں حیران رہتے ہیں، اور جس نوعیت کے احکام کیلئے صاحبِ قرآن وسنت نے اجتہاد کی راہ کا تعین فرمایا اسے اختیار نہ کر کے دین میں نقص ہونے کے نقطہ نظر کے عملاً حامی نظر آتے ہیں۔

۳۔ ضرورت پڑنے پر اصول اجتہاد سے نابلد یہ حضرات خود اجتہاد کرنے لگتے ہیں یا غیر مجتہد اور نااہل حضرات ان کا مرجع ہوتے ہیں جس کے نتائج خطرناک ہوتے ہیں کیونکہ معروف اہل اجتہاد کے اقوال کے بارے ان کا یہ خیال ہو جاتا ہے کہ ان کے اقوال ذکر کرنا کتاب وسنت سے تناقض ہے۔

۴۔ بعض متردد ہیں کہ اس مأخذ شریعت کو مانیں یا انکار کریں، جب یہ لوگ نادان وجہال کا غلط پروپیگنڈہ سنتے ہیں تو انکار پر آمادہ ہوتے ہیں، جب امت کی تاریخ کو دیکھتے ہیں تو رواجی طور پر اس کا اعتراف کر لیتے اور اسے اختیار بھی کر لیتے ہیں۔

۵۔ مسلک حق یہی ہے کہ ہر مأخذ کو ترتیب وار صحیح مقام دیا جائے، یہی امت کی راہِ اعتدال ہے اور یہی شارع علیہ السلام کی اتباع ہے۔

قرآن وسنت کے مابین عدم ترتیب کے مخاطر:

کچھ لوگ نصوص قرآنیہ اور نصوص نبویہ کی تشریعی حیثیت کے فرق کا لحاظ نہیں رکھتے جس کے مندرجہ ذیل مخاطر ہیں:

ا۔ یہ نقطۂ نظر رسول اللہ کے بیان کے مخالف ہے۔

۲۔ شریعت کے عظیم مصدر (سنت مطہرہ) یا احادیث نبویہ جو متواتر طور پر منقول نہیں، ان سے انکار کا باعث ہوتا ہے۔

۳۔ کتاب وسنت اور اجتہاد، ان تینوں میں ترتیب کو ملحوظ نہ رکھنے اور تینوں کو برابر درجہ دینے سے لوگ اجتہادی آراء کو نصوص کتاب وسنت سمجھنے لگیں گے حالانکہ وہ مجتہد کے ہاں راجح مفاہیم کتاب وسنت ہیں نصوص کتاب وسنت نہیں ہیں۔

کتاب وسنت کے مابین ترتیب ملحوظ نہ رکھنے کے بارے مزید وضاحت کیلئے مشہور منکر حدیث اور ملحد غلام احمد پرویز کے قصے کا ذکر مناسب ہوگا۔

۱۹۶۸ء کی بات ہے کہ میں غلام احمد پرویز کے درس میں حاضر ہوا جو اس کے گلبرک

لاہور میں واقع گھر میں اتوار کے دن ہفتہ وار ہوتا تھا اور وہ اسی روز کے درس میں کہنے لگا:

''لوگ کہتے ہیں کہ میں منکر حدیث ہوں، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے
جبکہ حدیث بھی لسانِ رسول سے نکلی ہے۔جس طرح قرآن لسانِ
رسول سے نکلا، تو جس طرح قرآن کا منکر کافر ہے اسی طرح
حدیث کا منکر بھی کافر ہے، ہاں میں تو بخاری و مسلم ،ابوداؤد
وترمذی،نسائی وابن ماجہ کا منکر ہوں،ان کے جامعین سینکڑوں
برس رسول اللہ کے بعد آئے اور کہنے لگے کہ یہ حدیث رسول ہے
''۔

پرویز کے اس قول میں مندرجہ ذیل امور قابل توجہ ہیں جو قائل کے اہداف کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

اولاً: قرآن وحدیث دونوں کے مابین لسانِ رسول سے نکلنے کی وجہ سے ترتیب نہ کرنا۔

ثانیاً: قرآن حکیم کا ادعاء ہے کہ وہ قولِ بشر نہیں، پھر وہ تحدی کرتا ہے کہ بشر اس جیسا کلام پیش نہیں کرسکتا، کلام اللہ ہونے کی وجہ سے اسکا یہ اعجاز صرف اسی کا خاصہ ہے۔

ثالثاً: قرآن حکیم تمام کا تمام اپنے زمانۂ نزول سے شارع علیہ السلام سے لیکر آج تک نقل متواتر سے منقول ہوا جبکہ حدیث کا ایسا معاملہ نہیں ہے، تو گویا یہ غیر متواتر احادیث کے انکار تک پہنچانے والا نظریہ ہے یا احادیث کا اکثریتی مجموعہ جو غیر متواتر ہے انکی طرف سے قائل کی غرض روگردانی کرنا ہے، یہ نقطۂ نظر انکار سنت کے فتنہ تک پہنچانے والا ثابت ہوتا ہے۔

جواب:

پرویز کے اس شبہ کا مختصر جواب اس موقع پر یہ دیا جاسکتا ہے کہ اس دنیا میں کسی حق فعل یا قول کی صاحبِ حق، فاعل یا قائل کی طرف صحت کے ثبوت کے لئے جو معیار انسانوں کے مابین مقرر یا معروف ومشہور ہے وہ عادل شہود کی شہادت ہے، غیبی اشارات، وحی، الہام یا کشف یا دیگر کسی امر کو کسی حق فعل یا قول کو صاحب حق صاحب فعل یا صاحب قول کی طرف لوٹانے یا نسبت کی صحت کے لئے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بروئے کار نہیں لایا جاسکتا بلکہ شہود کی شہادت پر ہی مذکورہ مواقع پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اسے ہی کسی امر کے ثبوت یا نفی کی بنیاد بنایا جاتا ہے، ہاں شہود کا تزکیہ ضروری ہوتا ہے، اس اعتبار سے شہادت کے بلند ترین اعلی، ارفع اور قوی ترین

معیار کو بروئے کار لا کر ہی جامعین کتبِ حدیث کی ہر ہر روایت کی نسبت کو ثابت کیا گیا ہے، یہ بھی معروف ہے کہ احادیث کی تقسیم میں رواۃ کے احوال کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

عمومی انسانی معاشرے وہ قدیم ہوں یا جدید شہود ہی کی شہادت ہی سے کوئی حق، صاحبِ حق کو یا کسی فعل اس کے فاعل کی طرف یا کسی قول اسکے قائل کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور اس امر کیلئے شرفاء گواہوں کو کافی سمجھتا جاتا ہے، تمام انسان اس طریقہ کار کو نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ اب غور کریں کہ شہود کی عدالت ان کے ضبط (قوت حافظہ) ان کی سند کے اتصال جیسی جوکڑی شرطیں روایات کتب احادیث کیلئے مقرر ہیں ان کا عشر عشیر بھی دیگر انسانی معاشروں کے معاملات میں نہیں پایا جاتا۔ الحمد للہ ان کتب کے جامعین سے ہم تک متصل سند سے رجال موجود ہیں ، پھر جامعین کتب سے ہر ہر روایت کیلئے اس کے منتہا تک ثقہ رجال اور عدول شہود کا سنہری سلسلہ قائم ہے جسے رد کرنا یا اعتراف نہ کرنا عقل و منطق اور شریعت ہر اعتبار سے غیر معقول ہے بلکہ سند و اسناد کا یہ سلسلہ اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔

مفاہیم و مطالب کتاب و سنت اور اہل اختصاص:

نصوص کتاب و سنت تو جملہ احکام شریعت، عقائد، اخلاق، عبادات اور معاملات

کے اصول پر مشتمل ہیں ہی، شرعی احکام کے مذکورہ شعبوں میں ان نصوص کتاب وسنت سے مرتب کرنے میں اللہ تعالی کی حکمت اور سنت اس طرح رہی کہ

☆ عبادات ومعاملات کوتو فقہاء امت نے فقہی کتب میں مدون کر دیا

☆ معتقدات کو علمائے امت نے کتب عقائد میں ترتیب دے دیا

☆ اخلاقیات کو علمائے اسلام نے سلوک وتصوف کی کتب میں درج کر دیا

اعدائے اسلام کی سازش وکوشش، چاہے وہ ''صریح کفر'' کے نام پر ہو یا ''فتن فی الدین'' کے نام سے رہی اور ان کا ہدف صرف اور صرف خلفِ امت کا اس مذکورہ اسلامی، علمی اور صحیح سلفی ذخیرہ سے رشتے کو توڑ کر گمراہی اور فتن کی نئی راہوں پر انہیں ڈالنا رہا ہے تا کہ امت میں عقدی اور عملی بگاڑ پیدا ہو جائے اور وہ خیرات سے محروم ہو جائے جبکہ امت کی خیر و اصلاح کا راستہ صرف اور صرف اتباع سلف میں ہی ہے۔

دین اسلام اور تحفظ شریعت محمدیہ:

حق تعالیٰ شانہ کسی کام کے کرنے میں اسباب کے محتاج نہیں، ہاں اس دنیا میں حکمت الٰہی ہے کہ اپنی سنت کے طور پر کسی عملِ خیر میں کسی کو ذریعہ کے طور پر استعمال فرمالیں تو یہ اس کا اعزاز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کے الفاظ و ادا کو حفاظ وقراء کے سینوں میں محفوظ اور انکی
زبانوں پر جاری فرمایا اور یہ سلسلہ کاغذ پر اسکی طباعت اور جدید ذرائع ابلاغ عامہ اور
مسائلِ تعلیم وتعلم سے بہت پہلے راسخ وثابت فرمادیا، تاویلِ قرآن اور تفسیر کتاب کیلئے
مفسرین کو کھڑا فرمادیا، پھر اس میں بھی تواتر وتسلسل کے ساتھ سند متصل کا سنہری سلسلہ
جاری وساری فرمادیا، احادیث نبویہ کو حفاظ حدیث محدثین عظام کے ذریعہ سند کے
ساتھ محفوظ رکھا، قرآن وسنت کے ساتھ خالص اور بے لاگ مطالب ومفاہیم اور ہر دور
میں ان میں سے ضروریات کے مطابق استنباط مسائل کیلئے فقہاء، مجتہدین پیدا
فرمادیئے، ان حضرات کو اپنے اپنے شعبے میں شریعت مطہرہ اور حفاظت علوم مطہرہ کیلئے
ایسے حافظے عطا کئے کہ اہل طباعت وکتابت، ارباب تصنیف وتالیف چاہیں تو اصلاح
کیلئے ان کے حفظ سے مدد لے سکیں، اس طرح سے یہ شریعت مطہرہ صاحب شریعت،
اس کے صحابہ کرام، تابعین، اتباع تابعین، مفسرین، محدثین اور فقہاء عظام کے ذریعے
محفوظ ومأمون، کامل ومکمل (بلکہ اپنی احکام میں مدون ومرتب شکل وصورت میں) اس
طرح ہم تک پہنچی، اس سلسلے میں کسی جگہ شک وشبہ یا طعن کی گنجائش نہ رہی۔ اس سلسلے
میں تشکیک اعدائے اسلام کی دقیق سازش ہے جس سے متاثر ہونے والے ضعفاء، علم

وفہم سے تہی دامن اور حقائق سے نا آشنا کج فہم ہی ہو سکتے ہیں۔

احکام شریعت:

اسلامی شریعت کی تاریخ شاہد ہے کہ حضرات حاملین شریعت کے سنہری سلسلے سے وابستگی نے امت کو اجتماعی اور انفرادی طور پر ہر فتنہ اور ہر فکری انحراف سے محفوظ و مامون رکھا، جبکہ اس مبارک سلسلے سے انقطاع یا اس میں طعن اور شک نے ہی ہر دور میں فتنوں کو جنم دیا (جنکا ذکر اپنے موقع پر ہوگا)

سلف سے وابستگی، ان کے مراتب کا لحاظ اور انکی امانت پر اعتماد میں ہی خلف کی استقامت اور انکے عقیدہ وایمان کے تحفظ، صائب فکر ونظر کی ضمانت اور سلامتی رہی ہے

احکام شریعت اور اربابِ اختصاص:

حضرت انسان جس کی خاطر شریعتوں کو وضع کیا گیا، اس کے اعمال چونکہ دوطرح کے ہوتے ہیں، کچھ ظاہری اور کچھ باطنی۔

باطنی: جنکا صدور باطن سے ہو، جیسے محبت، نفرت، اخلاص، نیت، ایمان، تقوی وغیرہ۔

ظاہری: جنکا صدور ظاہر سے، جیسے نرم وشدید قول، اکل وشرب، نماز، روزہ، بیع وشراء۔

چونکہ احکام شریعت مکلفین کے دونوں افعال سے متعلق ہوتے ہیں، لہذا احکام بھی باطنی اور ظاہری ہوتے ہیں، جن میں سے دوقسم کے افعال تو باطنی ہوتے ہیں، جیسے کہ معتقدات واخلاق اور دوقسم کے ظاہری، جیسے عبادات ومعاملات۔

عقیدہ: تصدیق قلبی کا نام ہے اور خلق ملکہ نفسانی ہے، اور یہ ہر دو باطن کے فعل ہیں۔

ایسے ہی دوقسم کے افعال ظاہری ہوتے ہیں، (عبادات ومعاملات)۔

عبادات: جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، وغیرہ کی ادائیگی، اعضاء جوارح سے متعلق ہے، جسمیں دخول نیت وقصد سے ہوتا ہے، جبکہ معاملات جیسے کہ خرید وفروخت، اور دیگر عقود بھی ظاہر سے ہی صادر ہوتے ہیں۔

اس طرح بندوں کے افعال کی چار قسمیں ہوئیں تو شریعت کے احکام بھی چار قسم کے ہوگئے:

۱۔عقائد ۲۔عبادات۔ ۳۔معاملات۔ ۴۔اخلاق۔

چونکہ شریعت کی غرض وغایت عقائد صحیحہ کا بیان، انکا اثبات اور باطل عقائد کی نفی اور رد ہے
،لہذا عقائد صحیحہ کی تعلیم وتربیت اور باطل عقائد سے تنبیہ اصل شریعت کی ذمہ داری رہی ہے
،اس طرح صحیح عبادات کی تعلیم وتلقین اور باطل سے اجتناب ،اسی طرح فاسد معاملات سے نہی
اور معاملات صحیحہ کی تعلیم ،اخلاق فاسدہ کی مذمت اور اخلاق فاضلہ کی مدح وثنا،اور انہیں اختیار
کرنے کی ترغیب ،الغرض انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں صحیح کی تعلیم وترغیب اور فاسد سے
اجتناب ہی شریعت کی نصوص کا مقصود رہا ہے،اسی غرض کیلئے شارع کے کلام میں اوامر بھی ہیں
اور نواہی بھی،تا کہ مکلفین صحیح پر عمل اور غلط اور فاسد سے پرہیز کریں۔

حقیقت تاریخی اور حکمت ربانی وتقسیم یزدانی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل شریعت لیکر مبعوث ہوئے، اورانہوں نے پوری
شریعت کو کھول کھول کر بیان فرمایا،صحابہ کرام نے نہ صرف اسے محفوظ رکھا، بلکہ من وعن
اس امانت کو آگے بھی منتقل کردیا، پھر تابعین اور اتباع تابعین اوران کے تلامذہ کے
دور سے علوم عالیہ کی تدوین کا دور شروع ہوا،توحق تعالی شانہ نے ہر قسم کے لئے صاحب
اختصاص رجال کار کو مسخر فرمادیا،نصوص شرعیہ کی حفاظت کی خدمت ہو یا ان سے احکام
کے استنباط کی ،وہ عقائد کے شعبہ میں تحقیق وتدقیق ہو یا اخلاقیات کی تلخیص یا عبادات و

معاملات کے احکام کی تشریح وتوضیح ہو، ہر شعبہ سے متعلقہ احکام شریعت کو شارع علیہ السلام سے لیکر صحابہ کرام، پھر تابعین عظام، مجتھدین ومفسرین قرآن، محدثین وحفاظ جیسے حضرات کا ایک عظیم الشان سنہری سلسلہ حق تعالیٰ شانہ نے قائم فرمایا، اللہ کے ان مخلصین رجال کار اور محسنین امت نے قرآن ناطق کی نصوص قطعیہ اور احادیث نبویہ کی نصوص طیبہ پھر ان کے ساتھ ساتھ قرآن مجسم کی سیرت وسنت اور قرآن وحدیث کے مطالب ومفاہیم کو بھی پوری جانفشانی اور کمالِ دیانتداری سے منتقل کرنے کی قابل تحسین سعی فرمائی اور ادلہء شرعیہ کے تحمل میں ﴿عضوا علیھا بالنواجذ﴾ کی عملی تطبیق کا مظاہرہ کیا۔

نصوص کی تدوین وترتیب اور ان سے استنباط احکام کر کے ان حضرات نے پوری امت پر احسان عظیم فرمایا، اسلئے مرحلہ تدوین اور اس کے مابعد تشریع اسلامی کی تاریخ میں حضرات ائمہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ اور دیگر ائمہ کرام اور انکے شاگردوں کی عظیم القدر سنہری تاریخ ہے جسکا امت کو اعتراف ہے اور امت کا سوادِ اعظم اسی طریقہ پر عمل پیرا رہا ہے اور یہی لوگ راہ اعتدال کا نمائندہ گروہ اور اس پر گامزن رہے ہیں۔

یہ دور اختصاص ہی کی تفصیل ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے عقائد کے لئے علماء عقیدہ

وتوحید اور اخلاق کے شعبہ کے لئے علماء سلوک وتصوف اور عبادات ومعاملات کے لئے اہل فقہ وعلماء اصول کو کھڑا فرمادیا، تشریع اسلام کی تاریخ میں یہ ایسی ثابت شدہ حقیقت ہے جسکا انکار صرف ناممکن ہی نہیں نامعقول بھی ہے، مذکورہ حضرات کرام کی خدمات کا کوئی معترف اور قدردان ہو یا ان سے چشم پوشی کرنے والا ہو، وہ ان کی خدمات سے استفادہ کے بغیر نہ کوئی علمی دینی خدمت سرانجام دے سکتا ہے نہ اسے احکام شریعت تک رسائی ہوسکتی ہے، اس سبیل المومنین کا کوئی معترف ہو یا منکر اگر اس کی کوئی علمی تصنیف ہے تو وہ انہی فقہاء کے اقوال سے پُر ہے بلکہ یہ حضرات تو اسلام کے اہم ترین فریضہ نماز کی ایک رکعت کے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات اور مکروہات تک ان اہل اجتہاد سے استفادہ کئے بغیر رسائی حاصل نہیں کرسکتے۔

حقیقت ثابتہ، حکمت ربانی اور تقسیم یزدانی کا عظیم مظہر۔

حیات طیبہ میں اگر شریعت مطہرہ براہ راست آپ کی ذات گرامی سے آپ کے مخاطبین کو ملی تو آپ کے بعد انہی محسنین امت حضرات کی وساطت سے ہی یہ سرمایہ منتقل ہوکر بعد کے مسلمانوں کو حاصل ہوا۔

آپ تک اتصال سند ہمارا علمی نسب ہے، یہ اس سلسلۂ ذہبیہ کی ایسی کڑیاں ہیں کہ

ان سے قطع تعلق یا ان کے واسطہ کے بغیر استفادہ کی مساعی کا نتیجہ انسانوں کو گمراہی تک پہنچا دیتا ہے، کیونکہ نصوص شریعت کے ساتھ ساتھ جب مفاہیم شریعت بھی منتقل ہوئے اور یہی حضرات اسکا امین واسطہ بنے تو ان کے اس احسان کا کیوں اعتراف نہ کیا جائے اور ان کی خدمات سے استفادہ سے کیوں محروم رہا جائے؟۔

عظیم نقطہ:

یہی وہ عظیم نقطہ اور حقیقت ثابتہ ہے، جسکے ایضاح کی آج علماء وعوام میں ضرورت ہے، معمولی فہم واطلاع اور قلیل علم کے بعد بہت سے معرفت وبصیرت سے بے بہرہ لوگ زعمِ خود کا شکار ہو کر سلف اور انکے علوم ومعارف سے مستغنی ہونے کے مدعی ہو جاتے ہیں، پھر وہ ایسے بے قابو ہو جاتے ہیں کہ عوام وخواص کی تضلیل بلکہ بسا اوقات تکفیر سے بھی باز نہیں آتے۔ انہیں نصوص شرعیہ کے خاص وعام، مطلق ومقید، مجمل ومفسر، محکم اور متشابہ سے آگاہی نہیں ہوتی، قرآن کا ان کے حلقوم سے نیچے اترنا مشکل ہوتا ہے، مگر بڑے بڑے مجتہدین پر طعن، ان کے متبعین پر نکیر اور بعض اوقات دین سے دوسروں کو نکالنا ان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہوتا بلکہ بہت ہی سان کام ہوتا ہے۔

فتنہ جو مصدر فتن ہے، اور اس کا معالجہ:

یاد رکھیں! مفاہیم شریعت یعنی مدلولات قرآن وحدیث میں مسالکِ سلف کا متصل سند کے ساتھ ہم تک پہنچنا، یہ اس امت کی امتیازی شان ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے کہ اس میں ہماری اور دیگر خلف کیلئے تحفظ بھی ہے، اس سنہری سلسلہ سے انقطاع نہ صرف قابلِ ردّ، نا قابل اعتماد اور غیر سلیم فکر ونظر کا باعث ہوتا ہے بلکہ یہ ایک ایسا فتنہ ہے جو دراصل دیگر فتنوں کو جنم دینے والا ہے، اس سلسلہ سے منقطع ہونے والے چاہے وہ لبرل مسلمان ہوں یا فتنوں کے بانی یا اس سلسلے پر طعن وتشنیع کرنیوالے بظاہر قرآن وحدیث کا بھی نام لیں، گو اس حقیقت سے نا آشنا ہیں کہ علمائے اسلام نے قرآن وسنت کی سلف کے مفاہیم کی روشنی میں اتباع کی جو شرط لگائی ہے، اسکی اہمیت کیا ہے اور کیونکر کہ قرآن وحدیث کی نصوص کے وہی مفاہیم ومطالب مقبول اور واجب العمل ہیں؟ انہیں اس حقیقت کو یاد رکھنا ہوگا کہ کتاب وسنت میں ان مؤمنین کے راستے کی اتباع اور اسکی تطبیق ہی دراصل قرآن وسنت پر عمل ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ ومن يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى
ونصله جهنم وساءت مصيرا ﴾

”اور جو کوئی مؤمنین کے راستے کے علاوہ کی تلاش میں ہوگا ہم

اسے اس طرف پھیریں گے جس طرف وہ پھرا اور اسے جہنم میں

ڈالا جائے گا جو بہت برا ٹھکانہ ہے"

یہ سبیل مؤمنین کیا ہے اور وہ مؤمنین کون ہیں؟ جنکی اتباع مطلوب اور جنکی تفسیر اور بیان کردہ تشریح مقبول ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿فإن الصحابة و التابعين و الأئمة إن كان لهم فى الآية تفسير وجاء قوم فسروا الآية بقول آخر لأجل مذهب اعتقدوه و ذلک المذهب ليس من مذاهب الصحابة و التابعين صار مشاركاً للمعتزلة وغيرهم من أهل البدع فى مثل هذا وفى الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة و التابعين و تفسيرهم إلى من يخالف ذلک كان مخطئا فى ذلک بل مبتدعاً لأنهم أعلم بتفسيره ومعانية كما أنهم أعلم بالحق الذى بعث الله به رسولا﴾

"یقیناً اگر آیت میں صحابہ وتابعین اور ائمہ تفسیر کی کوئی تفسیر منقول ہے اور پھر کوئی شخص آئے جو اپنے معتقد علیہ مذہب کیلئے آیت کی

تفسیر کسی نئے قول سے کرے اور یہ مذہب مذاہب صحابہ وتابعین
میں سے نہ ہو تو یہ شخص فرقہ معتزلہ اور دوسرے اہل بدعت کے
فرقوں میں داخل ہو گیا اور حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص مذاہب
صحابہ وتابعین اور ان کی تفسیر سے عدول کر کے کوئی مخالف قول یا
اختیار کرے تو وہ اس تفسیر میں خطا کار بلکہ مبتدع ہے اسلئے کہ
صحابہ وتابعین قرآن کے معانی اور اس کی تفسیر کے زیادہ عالم ہیں
،جیسا کہ وہ اس دین حق کے زیادہ عالم ہیں جس کے ساتھ اللہ
تعالی نے اپنے رسول کو بھیجا''

شیخ الحدیث مولانا ادریس:

۱۔ ہمارے استاذ مولانا ادریس صاحب بخاری شریف کے درس میں بہت عرصہ پہلے اکثر اوقات اس فتنہ کی طرف اشارہ فرماتے تھے، جسکا ہمیں آج احساس ہوتا ہے کہ کتنے کم علم اس کا شکار ہو گئے اور سلف صالحین اور مؤمنین کے راستے کی اتباع سے محروم ہو گئے ہیں۔

۲۔ اس کے علاوہ ایک اور فتنہ جسکا مشاہدہ بھی ہم نے بہت پہلے کر لیا ہے، حضرت اس طرف بھی متوجہ فرماتے تھے، (وہ تھا فتنہ اشتراکیت) جو اپنے انجام کو پہنچ

گیا، کیا خوب اہل بصیرت تھے ہمارے اکابر، آج ہمیں ''فتنہ قطع تعلق از سلف'' کو سمجھنا پھر اس کے معالجے کیلئے بخوبی جدوجہد کرنا ہے تا کہ امت میں مزید نئے فتنے جنم نہ لینے پائیں، میرے نزدیک یہ ایک فتنہ سب فتنوں کا مصدر ہے جبکہ سلف کے ساتھ رابطے میں تمام فتنوں سے تحفظ ہے۔

خاتم الشرائع کی خدمت اور ختم نبوت کا تحفظ:

شریعت محمدیہ، خاتم الشرائع کے کسی شعبہ کی خدمت، عقیدہ ختم نبوت کی خدمت ہے، خاتم الشرائع کے کسی شعبہ کا دفاع عقیدہ ختم نبوت کا دفاع ہے، خاتم الشرائع کے کسی شعبہ کا تحفظ، عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہے۔

الغرض اس ابدی شریعت ہی پر واقع ہونے والے، ہر طعن، ہر شبہ اور اس میں منہجِ سلف سے کسی موقع پر انحراف کی نشاندہی کرنا اور اسے دور کرنے کی ہر سعی وہ علم وقلم سے ہو، یا قوت بیان سے، یا سیف وسنان سے، یہ در اصل عقیدۂ ختم نبوت ہی کا تحفظ اور اسی عظیم کاز کا تقاضہ پورا کرنا ہے جسے ﴿عضوا علیها بالنواجذ﴾ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

فتن اور ابتلاء عباد:

یاد رہے کہ فتنوں سے گھبرانا نہیں چاہئے، بلکہ انہیں سمجھنا، انکے رد کیلئے منصوبہ بندی

کرنا پھران کے سدّ باب کی خاطر حکمت سے جدو جہد کرنا اور انکو کیفر کردار پہنچانے تک انکا مقابلہ کرنا اہل علم کا فریضہ ہے، ''فتن فی الدین'' والوں کی اگر سزا کڑی ہے تو انکا ردّ کرنیوالوں اور مقابلہ کرنیوالوں ،اور دین کا دفاع کرنے والوں کا اجر بھی صحابہ کرام کے اعمال کے برابر ہے۔ تفصیل کے لئے اس حدیث میں غور فرمالیں :

﴿سیکون فی آخر الزمان قوم أجرهم مثل أولهم﴾

میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جن کا اجر اس امت کے اوائل جیسا ہوگا

اور وہ لوگ وہ ہوں گے جو اہل فتنہ کا رد اپنے قول وعمل سے کریں گے

اصل دین کیا ہے؟:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن وسنت کی اتباع،ان تشریحات وتاویلات کے مطابق جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے اخذ کیں ،پھر ائمہ مجتہدین اور سلف امت سے سند متصل کے ساتھ مروی ہیں اصل دین ہے،ارشاد نبوی ہے:

﴿من أحدث فی أمرنا هذا فهو رد﴾

هـذا کی ہاذیت کا یہی تقاضا ہے اور ارشاد پیغمبری علیہ السلام ﴿ اتبعوا سنتی

وسنة الخلفاء الراشدين المهديين﴾ کا یہی مطلب ہے،﴿ما أنا علیه و أصحابی﴾ کو دین حق کہنے سے اسکے علاوہ دیگر کوئی مراد ہو ہی نہیں سکتی، اور اپنی رائے سے کتاب اللہ میں درست کہنا عظیم غلطی ہے:﴿من تکلم فی کتاب الله برأیه فأصاب فهو أخطأ﴾ اسکی کھلی دلیل ہے۔

مجتہد کے اجتہاد پر اسے بحالت صواب دو اجر اور بحالت خطا ایک اجر صرف منہج نبوی اختیار کرنے کی وجہ سے ہی ملتا ہے اور قرآن حکیم میں اپنی رائے سے درست کہنے پر غلطی کی وعید منہج نبوی سے انحراف کی وجہ سے ہی ہے، مجتہد کا متبع غیر مجتہد بھی انشاء اللہ مذکورہ اجر کا ہر دو حالت میں مستحق ہوگا کیونکہ وہ منہج نبوی کا پیرو کار ہے۔

صحابہ کرام کی شرعی اور تشریعی حیثیت کا تعین یوں ہوا:

اتصال سند کے سنہری سلسلہ کی پہلی کڑی اور اس امت کے اولین سلف، شارع علیہ السلام سے اولین حاملین شریعت اور امین ناقلین مفاہیم و مطالب قرآن وسنت حضرات صحابہ کرام ہی ہیں، انکے بارے میں ہمیں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟ اللہ نے انہیں شریعت میں کیا مقام عطا فرمایا؟

اللہ نے انہیں معیار ایمان بنایا:﴿فإن آمنوا بمثل ما آمنتم به﴾ کہہ کر

رسول اللہ نے انہیں معیار ہدایت بنایا: ﴿الراشدین المھدیین﴾ کہہ کر پھر رشد وہدایت اور تقویٰ کو ان کے ساتھ چپکا دیا کہ تقویٰ ان کے ساتھ جائے، جہاں وہ جائیں، جس مسلک و مذہب اور منہج کو وہ اختیار کریں وہی اصل تقوی کی راہ قرار پائے، ارشادربانی ہے:

﴿ وألزمهم كلمة التقوى وكانوا أحق بها وأهلها﴾.

سلسلہ کی اولین کڑی سے قطع اور فتن:

☆ صحابہ کرام سے قطع تعلق اور برأت سے فتنہ رفض وجود میں آیا۔

☆ خوارج پیدا ہوئے۔

☆ معتزلہ نے وجود پکڑا۔

☆ قدریہ کا گروہ پیدا ہوا۔

☆ جبریہ کے فرقے نے جنم لیا

☆ مرجئہ جیسے فرقے وجود میں آئے۔

☆ مفسرین کی خدمت سے روگردانی سے ''الحاد فی آیات اللہ'' کا فتنہ نمودار ہوا۔

☆فقہاء ومجتہدین سے قطع تعلق کرنے سے کئی فتنوں نے جنم لیا،

ہمارے نزدیک ''فتن فی الدین'' یا دین کے نام سے گمراہی کے تمام راستوں اور عناوین کا صرف اور صرف اکیلا سبب ''سلف سے سلسلہ کو توڑنا ہے''، ہر مُحدث اور بدعت اختیار کرنا، یا ایجاد کرنا فعل مردود ہے ﴿من أحدث فی أمرنا هذا فهو ردّ﴾ جیسے ارشاد نبوی اسی ام الفتن کی یہی اکیلی تفسیر اور جامع تعبیر ہے۔

صحابہ کا مقام عالی، توجیہ نبوی اور تحفظ:

حضرات صحابہ کرام جناب نبی کریم علیہ السلام اور امت کے درمیان نقل شریعت کا پہلا واسطہ ہیں، حق تعالیٰ شانہ نے قرآن حکیم میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے مقام عالی کا تعین فرمایا، اس کی توجیہ بھی بیان کی اور اس مقام عالی کے تحفظ کا حکم بھی دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے باطن کی نورانیت، طہارت وتزکیہ کو یوں بیان فرمایا

﴿حبب إليكم الإيمان وزينه فی قلوبكم و كره
إليكم الكفر والفسوق والعصيان﴾

انکے رشد وہدایت والے ہونے کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿أولئک هم الراشدون﴾

یہ مقام راشدون پر فائز ہیں

اس شہادت کے بعد توجیہ فرمایا:

﴿ فضلاً من الله و نعمة و الله علیم حکیم﴾

''یہ مقام عالی انہیں اللہ کے فضل سے بطور نعمت ربانی اس ذات

عالی نے عطا فرمایا جو علیم و حکیم ہے''

اسمیں مذکورہ چار امور قابل غور ہیں:

١. فضلاً من الله ٢. نعمة ٣. علیم ٤. حکیم

ان کے مقام عالی کو تسلیم نہ کرنا اللہ کے فضل و کرم کے فیصلوں پر طعن ہوگا جو خوب علم والا ہے، خوب حکمت والا ہے، کون کس مقام کا مستحق ہے؟ وہ اپنے علم و حکمت سے اسکا فیصلہ فرماتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام عالی کو تحفظ فراہم کرتے ہوئے صحابہ کرام کی ذات عالیہ اور ان کے مقامات مقدسہ سے تعرض نہ کرنے کی یوں تلقین فرمائی:

﴿ الـله الله فی أصحابی لا تتخذوهم غرضا من

بعدی﴾

''اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے، انہیں

میرے بعد نشانہ نہ بنانا''

پھر ان سے محبت کو اپنی محبت کی علامت اور ان سے بغض کو اپنے ساتھ بغض قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿من أحبهم فبحبي أحبهم ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم﴾

''جس نے ان سے محبت کی میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان سے بغض رکھا میرے بغض کیوجہ سے ان سے بغض رکھا''

خیر القرون اور تابعین اور اتباع تابعین:

آپ ﷺ نے اپنے زمانہ کو خیر القرون قرار دیا، اور فرمایا ﴿خیر القرون قرنی﴾ تو اپنے صحابہ اور تابعین کے دور کو بھی خیر القرون قرار دیتے ہوئے فرمایا

﴿ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم﴾

وہ خیر کیا ہے؟ ارشاد نبوی ہے:

﴿من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين﴾

یہ فقہ دین اور دینی سمجھ کی ہی خیر ہے جسکا سب سے بڑھکر حصہ انہیں ملا، جسکی وجہ سے وہ خیر الناس اور ان کا زمانہ خیر القرون ٹھرایا، قرآن وحدیث کی نصوص شرعیہ تو بفضل

اللہ ہر دور محفوظ تھیں ، رہیں اور رہیں گی ،مگران کے مفاہیم ومطالیب ،ان نصوص کی وہ تاویل وتشریح اور وہ سمجھ جوصحابہ ،تابعین اور اتباع تابعین کا حصہ تھیں وہی بعدوالوں کیلئے بھی خیر ہیں، وہ اسی کے مطابق قول وعمل کے پابند ہیں ،اسی سے ان سلف کی اصلاح ہوئی ،اور خلف یعنی بعدوالوں کی بھی ہوگی ، ﴿لن يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به اوّلها﴾ کا یہی مطلب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خیر کا وافر حصہ صحابہ کرام کو، پھران کے تابعین کو، پھران کے اتباع کوملا۔

اہل السنۃ والجماعۃ:

شارع علیہ السلام سے صادرارشادکریم ﴿ما أنا عليه و أصحابي﴾ کی شہادت نے اہل السنۃ والجماعۃ کاتسمیہ اوراس جماعت پر قائم کی ہدایت کی ضمانت فراہم کی ،اور تمام معروف مفسرین ومحدثین ،فقہاء اورائمۂ مذاہب فقہیہ اوران کے متبعین اپنی نسبت اورسند کے اتصال کی وجہ سے صاحب سنۃ علیہ السلام اوران کی جماعت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تک پہنچ جانے پر اہل السنۃ والجماعۃ (یعنی سنت رسول اور جماعت صحابہ سے وابستہ) لوگ قرار پائے ، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک

نسبت کی صحت کی علامت ان حضرات کے واسطہ سے ہی صحیح ہوگی ،قرآن وسنت کی اتباع بھی ان کے بیان کردہ منہج پر ہی ہوگی ،بعض لبرل اور کج فہم حضرات سند اور واسطہ کے ذکر سے حیا کرتے ہیں، واسطے کے ذکر کو یا نسبت کو اصل مرجع شریعت کا غیر سمجھتے ہیں یا اسے حضرت شارع علیہ السلام سے انقطاع سے تعبیر کرتے ہیں، وہ اصل مرجع اور اپنے تک کی نسبتوں کی ضرورت عظمت وقعت کا ادراک اپنی نادانی کی بنا پر نہیں کرپاتے، حالانکہ نسبت کے ادنی، اوسط واسطوں کے وجود سے ہی عالی نسبت درست قرار پاتی ہے، اگر نسبت کے ادنی اور اوسط واسطے نہ ہوں تو عالی کا کیا اعتبار ہوگا؟

جب دین میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی صرف وہی تشریحات اور انکی اس طرح اتباع معتبر اور مقبول ہے جو سلف کے فہم کے موافق ہو، تو پھر ان ائمہ دین کی طرف نسبت صرف اسی لئے ہوتی ہے کہ اس فہم صحیح اور فہم سلف کی شرط کے تحقق کو یقینی بنایا جا سکے کہ ہم قرآن وحدیث کے، حضرات سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں ہی متبع ہیں، کیونکہ اس امر کا شرط ہونا خود شارع علیہ السلام کی زبانی بیان ہوا ہے۔

اس شرط کے پورا کئے بغیر مصادر شریعت میں قول اور اتباعِ قرآن وحدیث کا دعوی نہ صرف مردود ہوگا بلکہ اسکا وجود بھی ہرگز متحقق نہ ہوگا، جیسے طہارت کی شرط کے بغیر

نماز ادا کرنا یا اسلام کی شرط کے بغیر زکوۃ یا حج ادا کرنا، ان اعمالِ شریعت کے وجود اور تحقق ہی کے منافی ہوتا ہے اس طرح ہر جگہ شرط کے بغیر وہ عمل اپنا وجود ہی نہیں رکھتا اور یہ بدیہی امر ہے کہ کسی مشروط کا وجود، اس کی صحت، اسکا شرعاً صحیح اور قابل قبول ہونا شرط کے بغیر ہرگز نہ ہوگا، اہل اسلام اور مسلمانوں کیلئے اہل حق ہونے کے لئے اہل السنة والجماعة ہونا یعنی مصادر شریعت سے سنت نبی کریم اور سنت صحابہ کرام کے مطابق اخذ کرنا شرعی ضروری امر ہے، اہل حق کیلئے اصحاب سنت و جماعت ہونا یہ تسمیہ خود جناب محمد علیہ السلام نے وضع فرمایا، یہ حکمت ربانی ہے کہ اللہ تعالی نے سنت رسول اور سنت جماعت صحابہ کو مدون ومرتب کرنے کا عظیم کام ائمہ مجتہدین خصوصاً ائمہ اربعہ سے لیا، وہ چاروں اور ان کے متبعین پھر اسی طرح جامعین، صحاح اور جملہ محدثین اور ناقلین تفسیر رسول و تفاسیر صحابہ جملہ ثقہ حضرات مفسرین، اہل سنت والجماعت ہی ہیں، پھر انکی ایک مسلسل تاریخ ہے جسکا انکار کرنے والا متدین یا سلفی نہیں سفیہ ہی ہوگا۔

اس سلسلے میں قرارداد رابطہ:

کتاب وسنت کے مفاہیم ومطالب کے بارے میں ائمہ سلف کے اقوال پر اعتماد اور انکی علمائے امت میں وقعت کے بارے رابطہ عالم اسلامی کی ایک قرارداد، جس پر

عالم اسلامی کے ممتاز اہل علم وفکر نے صاد کیا، اس موقع پر اسکا ذکر نہایت مناسب ہوگا۔

معروف فقہی مذاہب کو قرآن وحدیث کا غیر اور ان کے متبعین کو محمدی مذہب کے علاوہ گردانا، یہ اعدائے اسلام کی ایک نئی سازش ہے، اس غلط فہمی کو سمجھنے اور اس مشکل کے معالجے کے ضمن میں یہ قرارداد ایک بے حد مفید راہنما ضابطہ ہے، نیز یہی قرارداد ائمہ مجتہدین کی طرف نسبت اور فروع دین میں ان کے اختلاف کی شرعی حیثیت اور انکے خلاف نادانوں کے پروپیگنڈے کی حقیقت کو عیاں کرتی ہے۔

قرارداد رابطہ عالم اسلامی نمبر ۹:

موضوع:

فقہی مذاہب میں اختلاف اور مذاہب کے پیروکاروں کے مابین مذہبی تعصب

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده سيدنا ونبينا محمد صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه وسلم

امابعد:

رابطہ عالم اسلامی کی فقہی کمیٹی نے فقہی مذاہب کے اختلاف کے بارے اپنے

دسویں اجلاس منعقدہ صفر بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۸۷ء بروز ہفتہ میں مروجہ فقہی مذاہب میں اختلاف اور ان مذاہب کے پیروکاروں میں اعتدال سے ہٹ کر غیر مرغوب ایسے مذہبی تعصب کہ جسکے باعث بعض اہل مذاہب دیگر فقہی مذاہب اور انکے پیروکاروں پر تنقید کرتے ہیں میں غور وخوض کیا۔

فقہی کمیٹی ان مشکلات کو بھی زیر بحث لائی جو ان فقہی مذاہب کے اختلاف کے بارے آج کے نوجوانوں کی عقول واذہان میں پیدا ہو رہے ہیں جنکی بنیاد اور اساس اور مفہوم سے یہ نوجوان بے بہرہ ہیں، گمراہ کرنیوالے ان کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ جب شریعت ایک ہے، اس کے اصول قرآن کریم اور ثابت شدہ سنت مطہرہ بھی ایک ہے، پھر مذاہب کے مابین اختلاف کیوں؟ کیونکر ان مذاہب کو ایک نہیں کیا جاتا؟ تاکہ مسلمان احکام شریعت میں صرف ایک مذہب اور ایک فہم پر عمل پیرا ہوں۔

فقہی کمیٹی نے مذہبی تعصب اور اس سے پیدا ہونے والی مشکلات خصوصاً ان مشکلات کا جائزہ لیا جو ہمارے آج کے دور میں جدید نئے اجتہادی راستے کے داعی ہوتے ہیں اور وہ ان رائج شدہ مذاہب پر تنقید کرتے ہیں جنہیں امت اسلامیہ نے اپنے اولین ادوار سے اپنا رکھا ہے، نیز وہ ان مذاہب کے ائمہ پر طعن کرتے ہیں، ان میں سے

بعض کو گمراہ گردانتے ہیں، اسطرح وہ عوام الناس کو فتنہ میں ڈالتے ہیں۔

اجلاس میں مذکورہ موضوع کی تفصیلات، اس کے متعلقات، پھر لوگوں کی تضلیل اور فتنہ پروری میں اس کے برے اثرات پر سیر حاصل بحث کے بعد فقہی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ وہ مذکورہ ہر دو فریقوں ۔ا۔دوسروں کو گمراہ کہنے والے حضرات ۔۲۔مذہبی تعصب رکھنے والے حضرات، ہر دو فریق کو تنبیہ کرنے اور ان کی راہنمائی کی خاطر اپنا مندرجہ ذیل بیان صادر کرے:

اولاً: مذہبی اختلاف:

اسلامی ممالک میں موجود فکری اختلاف کی دو قسمیں ہیں

ا۔اعتقادی مذاہب کا اختلاف

ب۔فقہی مذاہب کا اختلاف

اختلاف کی پہلی قسم: عقیدہ کا اختلاف:

یہ دراصل ایسی آفت ہے جس نے اسلامی ممالک میں بہت طوفان برپا کیے مسلمانوں کی صفیں منتشر ہوئیں اور انکی وحدت پارہ پارہ ہوگئی۔

یہ اختلاف قابل افسوس اختلاف ہے جسے نہیں ہونا چاہئے تھا بلکہ امت کو صرف اہل السنّت والجماعت کے اساسی مذہب پر ہی مجتمع ہونا چاہئے تھا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس خلافت راشدہ کے دور سے صحیح، صاف اور واحد اسلامی سوچ اور فکر کا نمائندہ مذہب رہا ہے کہ جس (خلافت راشدہ) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرما کر اپنی ہی سنت کی ایک کڑی قرار دیا تھا:

﴿علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی ،تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ﴾

''تم میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر قائم رہنا، اس کو لازم پکڑنا اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا''

ثانیا: فقہی مذاہب کا اختلاف:

اختلاف کی دوسری قسم بعض فقہی مذاہب کا وہ اختلاف ہے جسکی علمی وجوہات ہیں جو اس اختلاف کا تقاضا کرتی ہیں اور اللہ تعالی کی اس میں حکمتِ عظیمہ ہے اور اسی میں سے بندوں پہ شفقت ورحمت، اور نصوص سے استنباطِ احکام کے دائرہ کار کی توسیع بھی ہے، پھر یہ فقہی مذاہب بذات خود ایک نعمت اور فقہی تشریع (تقنین) کا ایک ایسا خزینہ ہیں جو امت اسلامیہ کیلئے اس کے دین اور شریعت میں وسعت مہیا کرتا ہے کہ وہ صرف

ایک ہی ایسی شرعی تطبیق میں منحصر ہوکر نہ رہ جائے کہ اس کے ماسوا دیگر کوئی راستہ ہی امت کے سامنے نہ ہو بلکہ صورت حال ایسی ہو کہ اگر امت کیلئے کسی بھی وقت کسی مسئلے میں ان فقہاء کے مذاہب میں سے کسی ایک مذہب میں تنگی ہو تو شرعی دلائل کی روشنی میں ائمہ امت کے کسی دوسرے مذہب میں وسعت ،نرمی اور آسانی موجود ہو، چاہے یہ عبادات میں ہو یا معاملات میں، عائلی امور میں ہو یا عدالتی اور فوجداری امور میں تو امت اسے اختیار کرے۔

یہ دوسرے قسم کا اختلاف مذاہب جو کہ فقہی اختلاف کہلاتا ہے دین میں نقص یا تناقص شمار نہیں ہوتا بلکہ یہ امر ممکن ہی نہیں کہ ایسا نہ ہوتا کیونکہ کوئی بھی امت ایسی نہیں جسکا فقہ اور اجتہاد پر مشتمل تشریعی (شریعت سازی) نظام ہو اور پھر اس میں فقہی اور اجتہادی اختلاف نہ پایا جاتا ہو۔

درحقیقت ایسے اختلاف کا نہ ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ کئی مواقع پر شرعی نصوص ایک سے زیادہ معنی کا احتمال رکھتی ہیں، پھر نص تمام محتمل واقعات کا احاطہ بھی نہیں کرسکتی، کیونکہ بعض اہل علم کے بقول ''نصوص محدود اور واقعات لامحدود ہوتے ہیں'' نیز اس لئے بھی قیاس کا سہارا لینا ضروری ہوا اور احکام کی علل میں غور وفکر کرنا شارع کی غرض اور شریعت

کی عمومی مقاصد کو دریافت کرنا اور مختلف مواقع اور جدید پیش آمدہ حالات میں ان کی تطبیق کرنا ہماری حاجت ٹھہرا، پھر اس میں تمام علماء کے فہم اور ترجیحات مختلف ہوں گی اور ایک ہی موضوع میں ان کے آراء میں اختلاف ہوگا مگر ان میں سے ہر ایک کا مطمحِ نظر صرف حق ہی ہوگا اور وہ حق ہی کا متلاشی ہوگا، پھر جس نے حق کو پالیا اس کے لئے دو اجر اور جو نہ پاسکا ایک اجر ہوگا، اس طرح اور یہیں سے وسعت کا آغاز اور حرج کا ازالہ ہوگا۔

اب ایسے مذہبی اختلاف میں جس میں مذکورہ خیر و رحمت پائی جائے کہاں نقص ہوا؟ بلکہ یہ تو درحقیقت مؤمن بندوں پر اللہ کی رحمت اور نعمت ہونے کے ساتھ ساتھ شریعت سازی کیلئے عظیم خزینہ اور امت اسلامیہ کیلئے قابلِ فخر خصوصیت ٹھہری، مگر گمراہ کرنے والے اغیار جوان بعض مسلم نوجوانوں خصوصاً جو بلادِ غیر میں زیرِ تعلیم ہوتے ہیں کی دینی کم مائیگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، وہ ان کے سامنے فقہی مذاہب کے اس اختلاف کو ایسے پیش کرتے ہیں گویا کہ وہ اعتقادی اختلاف ہے تاکہ پھر وہ جھوٹ اور ظلم سے انہیں اس بات کا قائل کرسکیں کہ یہ اختلاف شریعت کے تناقض پر دال ہے، اس طرح وہ اختلاف کی دو قسموں (اعتقادی اور فقہی) کے مابین لحاظ نہیں رکھتے جبکہ دونوں

میں بڑا ہی واضح فرق موجود ہے۔

ثانیاً:

رہا وہ گروہ جو فقہی مذاہب کو ترک کرنے کی دعوت دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگوں کو صرف ایک ہی نئے اجتہادی راستے پر ڈالے، نیز وہ (ثابت شدہ) رائج فقہی مذاہب ،ان کے ائمہ یا ان میں سے بعض پر تنقید کرتا ہے تو ان کیلئے ان فقہی مذاہب اور انکی وجود کی خصوصیات جاننے کے بعد ہمارا یہ بیان ان سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے اختیار کردہ اس ناپسندیدہ طریقہ کار سے باز آجائیں جسکے ذریعہ وہ لوگوں کی تضلیل کرتے ہیں، انکی صفوں میں انتشار پیدا کرتے ہیں، ان کی وحدت کو اس وقت پارہ پارہ کررہے ہیں جبکہ ہم امت کو منتشر کرنے والی ان حضرات کی اس دعوت، جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کے بجائے اعدائے اسلام کے خطرناک چیلنجز کے مقابلہ کیلئے امت کو متحد کرنے کے زیادہ محتاج ہیں۔

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا والحمد لله رب العالمين

کتاب وسنت سے اُخذ کوسلف کی تشریحات سے مقید کرنا

اصل دین تو اتباع ما قال اللہ وما قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے ،مگر نصوص قرآن وحدیث سے اخذ کے باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کیا ہے؟ آپ کی طرف سے ہدایات کیا ہیں؟ کیا قرآن وسنت میں حریت فکر مطلوب ہے ، یا فکرِ مقید کے ہم مأمور ہیں؟ کیا فکر مقید شارع علیہ السلام کی اتباع ہے؟ اور وہ کیوں؟ یا فکری حریت شارع کی اتباع ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

یقیناً قرآن وسنت کے بحر عمیق میں خوض مطلوب ہے اور اصل دین بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی ہی اتباع ہے اور ﴿اطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول﴾ کا یہی مقصود ہے۔

بلا شک وشبہ ان کی اتباع سے انحراف عین گمراہی ہے، مگر یہ اتباع اپنی مرضی سے یا اپنے انداز سے ہوگی یا رسول اللہ کے بیان کردہ مخصوص انداز سے؟ یادر ہے کہ مأمور ومطلوب اتباع یہی ہے کہ سب سے پہلے "قرآن وحدیث" سے اخذ کرنے میں صاحب کتاب اور صاحب سنت کا بیان کردہ طریقہ اپنایا جائے ، اپنی عقل اور فہم اور سمجھ کو تابع رکھا جائے کیونکہ رائے کو مقدم کرنا انانیت ہے جو ہرگز صاحب کتاب اور صاحب

سنت کی اتباع نہیں کہلائے گی۔

غور کیجئے:

اور پھر خود فیصلہ کیجئے کہ جب اللہ ذوالجلال والاکرام نے قرآن حکیم میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں کتاب وسنت سے اخذ کا حکم دیا تو کیا کہا؟

اللہ نے مکلفین کو ایمان لانے کا حکم دیا تو انہیں آزادئ فکر نہ دی کہ جس طرح تم چاہو ایمان لے آؤ بلکہ اس کے لئے ایک معیار مقرر فرمایا کہ ایمان لاؤ مگر اپنی مرضی سے نہیں بلکہ صحابہ کی طرح کا ایمان۔

(فان آمنوا بمثل ما آمنتم به)

جب قرآن سے اخذ کا حکم دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿من تكلم برأيه فى كتاب الله فأصاب فقد أخطأ وإن اصاب﴾

اور اپنی سنت سے اخذ کا حکم دیا تو فرمایا:

﴿من أحدث فى أمرنا هذا فهو ردّ﴾

www.Only1Or3.com www.TohedAlaTaslees.com www.OnlyOneOrThree.com

یہ کیوں؟ اسلئے کہ اتباع شریعت میں ’’ما أنا علیه و أصحابی‘‘ کی وضاحت اور شرط پہلے سے موجود ہے۔

کتاب وسنت سے سلف کی تشریحات سے ہٹ کر لینے کا ضرر

یاد رہے کہ شارع علیہ السلام کا کسی حکم کو کسی قید سے مقید یا شرط سے مشروط کرنا حکمت سے خالی نہیں، اگر چہ بندہ حکمتوں کو تلاش کرنے کا مکلّف نہیں ہے، اس کا کام تو صرف اتباع ہی ہے، حکمت کا ادراک ہو یا نہ ہو حکم کو جاننا اور اس کو بجالانا ہی اسکا فریضہ ہے مگر نصوص کتاب وسنت میں سلف صالح کے فہم کی اتباع کی حکمت جاننے کے سلسلے میں بعض اہل تجربہ حضرات کی رائے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کا مقام ہندوستان میں اہل حدیث علمائے کرام میں سمجھنے کے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ حضرت مولانا نے ہی اپنی جماعت کے لئے اس وقت کی انگریزی حکومت سے ’’اہلحدیث‘‘ نام منظور کرایا تھا، پنجاب میں اشاعة السنة آپ ہی کا دعوتی پرچہ تھا، آپ نے جب مرزا غلام احمد سے علیحدگی اور مرزا کی کتاب ’’براہین احمدیہ‘‘ کی حمایت سے رجوع فرمایا تو بہت لوگ مرزا صاحب سے پیچھے ہٹ گئے، مذکورہ عنوان پر حضرت مولانا محمد حسین رحمہ اللہ کا ایمان افروز انتباہ ملاحظہ

فرمائیں:

''پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہیکہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ ''مجتہد مطلق'' یا ''مطلق تقلید'' کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں''

(اشاعۃ السنۃ جلد اطبع ۴)

نیز آپ فرماتے ہیں:

''گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک تقلید کے مدعی ہیں، وہ ان نتائج سے ڈریں، اسی گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے ہیں''۔

خود مرزا غلام احمد کا ایک وقت میں یہ اعلان رہا:

''میں ان تمام امور کا حامل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں، اور جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے (یعنی کتاب وسنت سے مشروط طور پر اخذ کرنے والے) ان سب باتوں کو مانتا ہوں

،جوقرآن وسنت کی رو سے مسلم الثبوت ہیں،اور خصوصا مولانا

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور

رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں، میرا یقین ہے کہ وحی

رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی"

(اعلان ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء،مندرجہ تبلیغ رسالت حصہ ۲۰-۲)

پھر جب مرزا صاحب نے اس تحریک آزادئ فکر کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنالیا (یعنی قرآن وحدیث میں فہم سلف کی شرط کے بغیر اپنی رائے سے کہنے کی تحریک) جو ہندوستان میں ایک ایسے فرقہ نے شروع کی جو ائمہ سے آزادی اور فقہی مذاہب سے تحرر کی خاطر قرآن وحدیث کو پہلے علماء محققین کی اتباع کے بغیر خود اپنی استعداد سے سمجھنے اور حریت سے ان سے اخذ کرنے کا مدعی تھا، تو اس تحریک سے مرزا غلام احمد نے بھی خوب فائدہ اٹھاتے ہوئے خود کو کتاب وسنت سے آزادی رائے کے ساتھ استفادہ کرنے اور انہیں اپنی منشاء کے مطابق نئے معانی اور جدید مفاہیم ومطالب مہیا کرنے کا تہیہ کرلیا تب ہی وہ اپنے ان خطرناک عزائم، جو اعدائے اسلام نے اس کے لئے بطور ہدف

مقرر کئے تھے ،کی تکمیل کیلئے تگ ودو کرنے لگا۔

مرزا صاحب نے سلف کی تشریحات کی اتباع کو اپنے راستے میں رکاوٹ سمجھا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سلف صالحین خصوصاً حضرات مجتہدین، محدثین ومفسرین اور ائمہ اربعہ کی اتباع میں رہ کر اس کے لئے ایسی من مانی کاروائی کرنا بہت مشکل تھی۔

مرزا صاحب نے صاف طور پر کہا:

''پس سوچو اور سمجھو کہ جس شخص کے ذمہ اسلام کے ۷۳ فرقوں کے نزاعوں کا فیصلہ کرنا ہے، کیا وہ محض مقلد کے طور پر دنیا میں آسکتا ہے'' (تحفہ گولڑویہ، رخ ۱۵۷۔۱۷)

مرزا صاحب نے اپنے آپ کو سلف کی تشریحات اور ائمہ مجتہدین کی اتباع سے اس لئے آزاد رکھا کہ وہ قرآن وحدیث سے (براہ راست) اپنی مرضی کا راستہ نکال سکیں۔۔

یاد رہے کہ:

''سلف کی تشریحات کے مطابق قرآن وحدیث سے اخذ کرنے کی قید صرف ایسے ہی فتنوں کی سدّ باب کے لئے ہے جو دیگر کئی فتنوں کا سبب بنتے ہیں''۔

محدثین خود کیوں مجتہدین کی قول کو اہمیت سے نقل کرتے ہیں؟:

حدیث کی جملہ کتب میں حضرات محدثین حدیث بیان کرنے کے بعد عموماً ائمہ مجتہدین کے فہم کا بھی ذکر کرتے ہیں، جسے فقہ الحدیث یا فقہ المجتہد کا نام دیا جاتا ہے، اسکی غرض بھی صرف یہی ہوتی ہے کہ نصوص شرعیہ پر عمل کرنے میں اس امت کے خلف یعنی بعد والے فہم سلف کی شرط سے غافل نہ رہیں، اور نص حدیث کی اپنی سمجھ کے مطابق تاٴویل کرنے سے باز رہیں۔

www.OnlyOneOrThree.com
www.ToheedYaTasees.com

مسک الختام

مبحث اول ''دین'' کا مسک الختام یہ ہے کہ دین اسلام کے اولین اساسی مصدر کلام اللہ اور مصدر ثانی سنت رسول اللہ کے وہی مفاہیم ومدلولات معتبر ہوں گے جو سلف صالحین کے نزدیک مسلم ومعتبر تسلسل کے ساتھ امت میں معروف رہے ہیں۔

اسی لئے تو مفسرین کلام اللہ کی تفسیر میں

اور جامعین سنت حدیث رسول کی تشریح میں

ائمہ سلف صالحین کے اقوال نقل کرتے ہیں، وہی حضرات ائمہ مجتہدین کی قرآن وسنت کی روشنی میں فقہی سوچ اور اجتہادی منہج کا یہی مقام امت کے تاریخی تسلسل میں رہا اور اسی دور کے مقتدر علمائے امت کی ان کے بارے وہی ہے

مناسب ہوگا کہ اس سلسلے میں رابطہ کی اس قرارداد جسکا اردو ترجمہ پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کا عربی متن اس مبحث اول کے آخر میں مسک الختام کے طور پر ذکر کر دیں کہ اہل علم قند مکرر سے لطف اندوز ہوں۔

القرار التاسع

بشأن موضوع الخلاف الفقهی بين المذاهب والتعصب المذهبی من بعض أتباعها

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبی بعده سيدنا ونبينا محمد صلى الله عليه وسلم.

أما بعد:

فإن مجلس المجمع الفقهی الإسلامی برابطة العالم الإسلامی فی دورته العاشرة المنعقدة بمكة المكرمة فی الفترة من يوم السبت ٢٤ صفر ١٤٠٨ الموافق ١٧ أكتوبر ١٩٨٧ م قد نظر فی موضوع الخلاف الفقهی بين المذاهب المتبعة،وفی التعصب الممقوت من بعض أتباع المذاهب لمذهبهم تعصباً يخرج عن حدود الإعتدال ويصل بأصحابه إلى الطعن فی المذاهب الأخرى وعلمائها،استعرض المجلس المشكلات التی تقع فی عقول الناشئة العصرية وتصوراتهم حول اختلاف المذاهب الذی لا يعرفون مبناه ومعناه،فيوحی إليهم المضللون :بأنه ما دام الشرع الإسلامی

واحداً وأصوله من القرآن العظيم والسنة النبوية الثابتة متحدة أيضاً فلماذا اختلاف المذاهب؟ ولم لا توحد حتي يصبح المسلمون أمام مذهب واحد وفهم واحد لأحكام الشريعة؟ كما استعرض المجلس أيضاً أمر العصبية المذهبية والمشكلات التى تنشأ عنها ولا سيما بين أتباع بعض الاتجاهات الحديثة اليوم فى عصرنا هذا حيث يدعو أصحابها إلى خط اجتهادى جديد ويطعنون فى المذاهب القائمة التى تلقتها الأمة بالقبول من أقدام العصور الإسلامية 'ويطعنون فى أئمتها أو بعضهم ضلالا،ويوقعون الفتنة بين الناس.

وبعد المداولة فى هذا الموضوع و وقائعه وملابسته ونتائجه فى التضليل والفتنة:قرر المجمع الفقهى توجيه البيان التالى إلى كلا الفريقين المضللين والمتعصبين تنبيها وتبصيرا:

أولا: اختلاف المذاهب:

إن اختلاف المذاهب الفكرية القائم فى البلاد الإسلامية نوعان:

(أ)اختلاف فى المذاهب الإعتقادية.

(ب)واختلاف فى المذاهب الفقهية

www.OnlyOneOrThree.com

فأما الأول،وهو الإختلاف الإعتقادى، فهو فى الواقع مصيبة جرت إلى كوارث فى البلاد الإسلامية وشقت صفوف المسلمين وفرقت كلمتهم ،وهى مما يؤسف له، ويجب أن لا يكون وأن تجتمع الأمة على مذهب أهل السنة والجماعة الذى يمثل الفكر الإسلامى النقى السليم فى عهد الرسول صلى الله عليه وسلم وعهدالخلافة الراشدة التى أعلن الرسول أنها امتداد لسنته بقوله﴿عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى،تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ﴾

وأما الثانى، وهو اختلاف المذاهب الفقهية فى بعض المسائل: فله أسباب علمية اقتضته ولله سبحانه فى ذلك حكمة بالغة ومنها: الرحمة بعباده ،وتوسيع مجال استنباط الأحكام من النصوص ،ثم هى بعد ذلك نعمة وثروة فقهية تشريعية تجعل الأمة الإسلامية فى سعة من أمر دينها وشريعتها،فلا تنحصر فى تطبيق شرعى واحد حصرا لا مناص لها منه إلا غيره،بل إذا ضاق بالأمة مذهب أحد الأئمة الفقهاء فى وقت ما أو فى أمر ما: وجدت فى المذاهب الآخر سعة ورفقا ويسرا،سواء أكان ذلك فى

شؤن العبادة أم فی المعاملات وشئؤن الأسرة والقضاء والجنايات على ضوء الأدلة الشرعية.

فهذا النوع الثانی من اختلاف المذاهب وهو الإختلاف الفقهی ،ليس نقيصة ولا تناقضا فی ديننا،ولا يمكن أن لا يكون ،فلا يوجد أمة فيها نظام تشريعی كامل بفقهه واجتهاده ليس فيها هذا الإختلاف الفقهی الإجتهادی.

فالواقع: أن هذا الإختلاف لا يمكن أن لا يكون لأن النصوص الأهلية كثيرا ما تحتمل أكثر من معني واحد كما أن النص لا يمكن أن يستوعب جميع الوقائع المحتملة لأن النصوص محدودة والوقائع غير محدودة كما قال جماعة من العلماء رحمهم الله تعالى ،فلا بد من اللجوء إلى القياس ،والنظر إلى علل الأحكام وغرض الشارع والمقاصد العامة للشريعة، وتحكيمها فی الوقائع والنوازل المستجدة،وفی هذا تختلف فهوم العلماء وترجيحاتهم بين الإحتمالات ،فتختلف أحكامهم فی الموضوع الواحد وكل منهم يقصد الحق ويبحث عنه.فمن أصاب: فله أجران ومن أخطأ :فله

أجر واحد، ومن هنا تنشأ السعة ويزول الحرج.

فأين النقيصة فى وجود هذا الإختلاف المذهبى الذى أوضحنا ما فيه من الخير والرحمة؟ وأنه فى الواقع نعمة ورحمة من الله بعباده المؤمنين ،وهو فى الوقت ذاته وثروة تشريعية عظمى ،ومزية جديرة بأن تتباهى بها الأمة الإسلامية. ولكن المضللين من الأجانب الذين يستغلون ضعف الثقافة الإسلامية لدى بعض الشباب المسلم ولا سيما الذى يدرسون لديهم فى الخارج فيصورون لهم اختلاف المذاهب الفقهية هذا كما لو كان اختلافا إعتقاديا ليوحوا إليهم ظلماً وزوراً: بأنه يدل على تناقض الشريعة،دون أن ينتبهوا إلى الفرق بين النوعين ،وشتان ما بينهما.

ثانيا: وأما تلك الفئات الأخرى التى تدعو إلى نبذ المذاهب ،وتريد أن تحمل الناس على خط اجتهادى جديد لها،وتطعن فى المذاهب الفقهية القائمة وفى أئمتها أو بعضهم: فى بياننا الآنف عن المذاهب الفقهية ومزايا وجودها وأئمتها: ما يوجب عليهم أن يكفوا عن هذا الأسلوب البغيض الذى ينتهجونه ويضللون به الناس ويشقون صفوفهم ويفرقون كلمتهم ،فى

وقت نحن أحوج ما نكون إلى جميع الكلمة فى مواجهة التحديات الخطيرة من أعداء الإسلام بدلاً من هذه الدعوة المفرقة التى لا حاجة إليها.

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسلميا كثيرا، والحمد لله رب العالمين. انتهى

توقيع		توقيع
نائب الرئيس		رئيس مجلس المجتمع
د.عبد الله عمر نصيف		عبد العزيز بن عبد الله بن باز
توقيع	توقيع	توقيع
محمد بن جبير	د.بكر عبد الله أبو زيد	عبدالله العبد الرحمن البسام
توقيع	توقيع	توقيع
صالح بن فوزان بن عبد الله الفوزان	محمد بن عبدالله السبيل	مصطفى احمد الزرقاء
توقيع	توقيع	توقيع
محمد محمود صفواف	أبوالحسن على الندوى	محمد رشيد راغب قبانى
توقيع	توقيع	توقيع
محمد الشاذلى النيفر	أبوبكر جومى	د.أحمد فهمى أبو سنة
توقيع	توقيع	توقيع
محمد الحبيب الخوجة	محمد سالم بن عبد الودود	د.طلال عمر بافقيه

www.OnlyOneOrThree.com
www.ToheedYaTaslees.com

امت کی خیریت وسطیت اور راہ اعتدال

اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خیر امت کے لقب سے شرف بخشا اور یہ بھی بتایا کہ اس خیر امت کو ہم نے امت وسط بنایا ہے تاکہ خیریت و وسطیت کا باہم ربط رہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی امتوں کے منہجوں میں افراط وتفریط کے دونوں پہلوؤں اور وسطیت کی راہ کی نشاندہی بھی خود فرمائی۔اس اعتبار سے خیر امت کا امت وسط ہونا اس کے اس مسلک اعتدال کے باعث ٹھہرا جس کا بیان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے فرمایا اور وہی ہماری اس مبحث اول یا ہمارے ان دروس کے مقدمہ کا موضوع سخن ہے۔

یقین کریں کہ نصیحت کے جملہ پہلو اسی میں پنہاں ہیں،امت کی خیریت اس کے عہد اول،عہد وسط اور عہد اخیر میں اسی کے ساتھ وابستہ رہی ہے اور ہے اور رہی گی۔خیر الامم کی قوت جمعیت اور شرف کا باعث بھی اس کا یہی منہج اعتدال ہے۔

رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد جس پر امت کے جید علمائے کرام کے دستخط ہیں وسطیت اور اسی منہج اعتدال کی آئینہ دار ہے۔

حق تعالیٰ شانہ ہمیں عقل سلیم،فہم صحیح اور عمل صالح کی توفیق عطاء فرمائے۔(آمین)

مبحث ثانی

نبی برحق

اور

متنبّی

www.Only1Or3.com
www.TohedYaAslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

مندرجات مبحث

WWW.Only1Or3.com
WWW.TOheedYaTasleeS.com
WWW.OnlyOneOrThree.com

سیرت داعی ومدعی کی اہمیت اور تعارف

انسانی معاشروں کا یہ اصول ہے کہ ہر داعی ، مدعی یا خطیب یا تو اپنا تعارف خود کراتا ہے یا اس کا تعارف کرایا جاتا ہے تا کہ اس کی دعوت، اس کے دعاوی یا اس کے خطاب کی حیثیت اس کی قوت وضعف اس کی صحت وبطلان کا تعین ہو سکے پھر اس کے مخاطب اور مدعوین یا سامعین اور اس کے مابین یقین باہمی یا اس کے برعکس، محبت وموانست یا اس کے برعکس کی فضا پیدا ہو سکے یا کم از کم اس کی اصلی حقیقت لوگوں پر آشکارا ہو سکے۔

الغرض کسی بھی مدعی یا داعی کا متعارف ہونا یا اس کا تعارف کرانا تمام انسانی معاشروں میں ایک معروف عمل سمجھا جاتا ہے کوئی منکر کام نہیں، یہ ایک مالوف عمل ہے جو قابل نفرت امر نہیں ہوتا۔

تعارف واجب اور حق

اگر مدعی یا داعی ''مامور من اللہ'' اور اللہ کے پیغام کا حامل ہو وہ اس کی رسالت کا امین ہو اور وہ اللہ کے بندوں کو اپنی اتباع کی دعوت دیتا ہو جو اس کا حق ہے تو بندوں کا بھی حق ہے کہ اس واجبِ اطاعت شخصیت کی سیرت کو جانیں پڑھیں اور سمجھیں تا کہ وہ

اس کو اپنا پیشوا، مقتدی اور نمونہ بنا سکیں جو بغیر سیرت کے مطالعہ کے ناممکن ہے لہذا اس کی سیرت کو جاننا نہ صرف ان کا حق ہے بلکہ ان پر واجب بھی ہے۔

مدعی یا داعی مامور من اللہ نہیں

اگر کوئی داعی یا مدعی مامور من اللہ نہیں بلکہ وہ کوئی دینی معاشرتی یا سیاسی زعیم ہے تب بھی اس کی سیرت کا مطالعہ شجرۂ ممنوعہ نہیں ہوتا کہ اس کے مطالعہ سے لوگوں کو منع کیا جائے بلکہ لوگ تو شوق سے اپنے زعماء کی سیرت و کردار کا مطالعہ کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی دعوت بھی دیتے ہیں، صرف وہی لوگ اپنے زعماء کی سیرت کے مطالعہ سے چڑتے ہیں جن کے زعماء کے کردار مشکوک ہوں اور ان کی سیرت و کردار ان کی دعوت یا دعووں سے میل نہ کھاتے ہوں۔

عناصر تعارف

اہم عناصر تعارف تین ہیں۔

(۱) **خاندانی احوال** کہ وہ کس خاندان کا فرد ہے، یہ ایک وہبی امر ہے کسبی نہیں، اللہ کی حکمت ہے کہ کسی کو کس خاندان کا فرد بنا دے، اس امر پر کسی کا محاسبہ یا مؤاخذہ بھی نہیں ہوتا۔

(۲) **سیرت و کردار** کہ اس کے اخلاق و معاملات کیسے ہیں؟ البتہ یہ ایک کسبی امر ہے ہر شخص کا اس پر مؤاخذہ اور محاسبہ بھی ہوتا ہے۔

(۳) **مدعی کے دعوے** اس پر بھی لوگوں کو گفتگو کرنے کا حق ہوتا ہے۔

اسلوب تعارف

پھر یہ بھی معمول رہا ہے کہ مامور من اللہ اور اللہ کے برحق نبی اپنی دعوت کے لئے اپنی سیرت کو اولیں حجت بناتے ہیں وہ توحید باری تعالیٰ یا اپنی رسالت کے ذکر سے پہلے اپنی سیرت کا ذکر نہ صرف خود کرتے ہیں بلکہ اس کے حسن کا اعتراف بھی لوگوں سے کراتے ہیں۔

''صدق'' کی تعارف میں خصوصیت

اللہ کے تمام انبیاء علیہم السلام اور خود خاتم النبیین ﷺ نے توحید باری تعالیٰ کی دعوت سے قبل اپنی حسنِ سیرت کا اعتراف کراتے ہوئے سیرت کے جس پہلو کو نمایاں حیثیت دی اور اس کے بیان کو اختیار کیا وہ ''صدق'' تھا۔ آپ نے فرمایا:

هل وجدتموني صادقا أم كاذبا.

لوگو! تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا؟

''صدق'' کا ایک مفہوم تو عام ہے جو تمام اخلاق و اعمال کی صفا کو شامل ہے۔ جبکہ اسکا دوسرا مفہوم خاص ہے جو صدق مقال یعنی قول میں کذب سے اجتناب ہوتا ہے۔

نبی صادق ہوتا ہے

اگر چہ ہر صادق القول والفعل نبی نہیں ہوتا مگر ہر نبی صادق ضرور ہوتا ہے اس کے اقوال اور اس کی سیرت کے قریب بھی کذب پھٹک نہیں سکتا اور نہ ہی کذب کے شائبہ کا اسکی زندگی میں تصور ہو سکتا ہے یہی وہ سر ہے جس کی وجہ سے نبی اپنی تصدیق کے لئے صدق کو معیار اور کسوٹی بناتا ہے۔

مرزا اور صدق

افسوس ہے کہ صدق اپنے ہر دو معانی میں وہ صدق مقال ہو یا صفائے سیرت ہر دو اعتبار سے مرزا صاحب کا ساتھ نہیں دیتا، خود انکا اپنی زبان سے اپنا تعارف اور ان کے دعووں میں صدق کی دھجیاں اڑتی نظر آتی ہیں، مثال کے طور پر انکا مہدیت کا دعوی اور ان کا اپنے قلم سے اپنا تعارف، نام و نسب، خاندان دونوں میل نہیں کھاتے، اسی طرح مسیحیت کے دعوے میں بھی انکے نام، خاندان اور نسب میں تضاد واضح ہے، یہ ایسے امور ہیں جنہیں سمجھنے کے لئے خاطر خواہ علم کی ضرورت نہیں ہے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قادیانیت کی حقیقت کو (خصوصا) عوام کے سمجھنے کے لئے مرزا صاحب کی سیرت کا مطالعہ آسان ترین طریقہ ہے، عجیب بات ہے کہ ہر مدعی ما موریت، مدعی نبوت یا سیاسی اور دینی زعیم کی سیرت کو اس کے پیروکار نشر کرتے ہیں، وہ اسے بڑے زور شور سے ذکر کرتے ہیں، وہ دیگر لوگوں کو پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں مگر قادیانی اس بات سے ناراض ہوتے ہیں کہ مرزا صاحب کی سیرت کو موضوع سخن بنایا جائے، اس کا سبب اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ سیرت کا مطالعہ آسانی سے قادیانیت کی حقیقت کو عوام پر آشکارا کرتا ہے۔

تعارف کا اولین عنصر

نام ونسب وخاندان

WWW.Only1Or3.com
www.TohedYaasleesees.com
www.OnlyOneOrThree.com

تعارف

نام ونسب:

مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے:

''میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضی اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا۔

میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہویں برس میں تھا''۔ (کتاب البریہ ص۱۴۶، روحانی خزائن ص۱۷۷ ج۱۳)

ابتدائی تعلیم:

مرزا غلام احمد نے قادیان ہی میں رہ کر متعدد اساتذہ سے تعلیم حاصل کی جس کی قدرے تفصیل خود اسی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں

www.Only1or3.com www.ToRead.com www.OnlyOneOrThree.com

چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر تقریبا دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی، اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دین دار اور بزرگوار آدمی تھے، وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو

اور منطق اور حکمت وغیرہ علومِ مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے
چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد
صاحب سے پڑھیں۔ اور وہ فنِ طبابت میں بڑے حاذق
طبیب تھے۔اوران دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف
اس قدر توجہ تھی گویا کہ میں دنیا میں نہ تھا۔

کردار واخلاق

ان نسب وخاندان اور ابتدائی تعلیم کے بارے جاننے کے بعد کچھ کردار کا مطالعہ بھی
خود انہی کے صاحبزادے کی زبانی سنئے۔
مرزا محمود سیرت المہدی میں رقمطراز ہیں:

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی
جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پینشن
وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب
آپ نے پینشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے
کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا

رہا۔ جب آپ نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر
کہیں اور چلا گیا، حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس نہیں آئے
اور چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم
ہو جائیں اس لئے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں
قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے''۔

www.OnlyOneOrThree.com
www.TohedYaTasleem.com
www.OnlyOneOrThree.com

تعارف کا دوسرا عنصر

سیرت و کردار

www.Only1Or3.com
www.TohеedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com
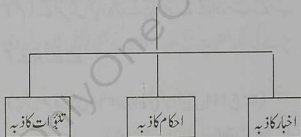
کذبات مرزا

کذب مرزا کی پہلی دلیل

''تاریخ کو دیکھو کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا

تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا''

(پیغام صلح ص ۲۷ در روحانی خزائن ص ۴۶۵ جلد ۲۳)

سوال: آپ ؐ کے والد کی وفات آپ کی پیدائش سے پہلے ہوئی تھی یا بعد میں؟

کذب مرزا کی دوسری دلیل

''تاریخ داں لوگ جانتے ہیں کہ آپ (آنخضرت صلی اللہ علیہ

وسلم) کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب

فوت ہو گئے تھے''

(چشمہ معرفت ص ۲۸۶ در روحانی خزائن ص ۲۹۹ ج ۲۳)

سوال: کیا کسی ایک بھی مؤرخ نے آنخضرت ﷺ کے گیارہ بیٹے ہونے کا

دعویٰ کیا ہے؟

کذب مرزا کی تیسری دلیل

"اولیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگادی کہ وہ

چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا"

(اربعین ص۲۳ نمبر در روحانی خزائن ص۳۷۱ ج ۱۷)

سوال: کیا اولیاء کی بات قطعی شکل اختیار کرتی ہے؟ کیا چودھویں صدی یا پنجاب کا ذکر نص شرعی میں موجود ہے؟

کذب مرزا کی چوتھی دلیل

"یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض

صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون

پڑے گی بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی

ہے"

(کشتی نوح در روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۵)

سوال: کیا قرآن مجید تورات اور انجیل یا کسی دیگر آسمانی کتاب میں مسیح

www.OnlyOneOr3.com

موعود کے وقت طاعون پڑنے کا ذکر موجود ہے؟

کذب مرزا کی پانچویں دلیل

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نبیوں کی طرح ظاہری علم کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا مگر حضرت عیسی اور حضرت موسی مکتبوں میں بیٹھے تھے اور حضرت عیسی نے ایک یہودی استاد سے تمام توریت پڑھی تھی سوآنے والے کا نام جومہدی رکھا گیا سواس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا، سو میں حلفاً یہ کہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق پڑھا ہے یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے“

(ایام الصلح ص ۱۴۷ اور روحانی خزائن ج ۱۴ ص ۳۹۴)

سوال: کیا اللہ کے نبی علیہ السلام کا کوئی انسانی استاد ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر حضرت عیسی اور موسی علیہما السلام پر یہ بہتان کیوں؟

کذب مرزا کی چھٹی دلیل

”ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر

آ ئے گا اور وہ چودہویں صدی کا مجدد ہوگا، سو یہ تمام علامات بھی اس زمانہ میں پوری ہوگئیں"

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۱۸۷ روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۹)

اور کتاب البریہ میں لکھتا ہے

"بہت سے اہل کشف نے خدا تعالی سے الہام پا کر خبر دی تھی کہ وہ مسیح موعود چودہویں صدی کے سر پر ظہور کرے گا اور یہ پیش گوئی اگرچہ قرآن شریف میں صرف اجمالی طور پر پائی جاتی ہے مگر احادیث کی رو سے اس قدر تواتر تک پہنچی ہے کہ جس کا کذب عند العقل ممتنع ہے"

(کتاب البریہ برحاشیہ در روحانی خزائن ص ۲۰۵۔۲۰۶ ج ۱۳)

سوال: وہ کونسی احادیث صحیحہ ہیں جن میں مسیح موعود کے چودہویں صدی میں آنے کا ذکر ہے؟

قرآن میں کہاں اجمالی طور پر مسیح موعود کے چودہویں صدی کے سر پر

ظاہر ہونے کا بیان ہے نیز اس سلسلے میں وہ کونسی متواتر احادیث ہیں؟

کذب مرزا کی ساتویں دلیل

''اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہئے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں، مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے، خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ

آسمان سے اس کی نسبت آواز آئے گی کہ هذا خليفة الله المهدى اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے''

(شہادۃ القرآن در روحانی خزائن ص ۳۳۷ ج ۶)

سوال: بخاری میں یہ حدیث کونسے باب میں مذکور ہے؟

کذب مرزا پر آٹھویں دلیل

''تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لیکر اخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے''

(لیکچر سیالکوٹ در خزائن روحانی ج ۲۰ ص ۲۰۷)

''اور قرآن شریف سے بھی صاف طور پر یہی نکلتا ہے کہ آدم سے اخیر تک عمر بنی آدم کی سات ہزار سال ہے اور ایسا ہی پہلی تمام کتابیں باتفاق یہی کہتی ہیں''

(لیکچر سیالکوٹ در خزائن روحانی ج ۲۰ ص ۲۰۹)

سوال: دنیا کی عمر اور اسکا سات ہزار سال ہونا کس آیت میں ہے؟

کذب مرزا پر نویں دلیل

''تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے، مکہ مدینہ اور قادیان۔''

(ازالہ اوہام ص ۳۴ بر حاشیہ در روحانی خزائن ص ۱۴۹ ج ۳

برحاشیہ)

سوال: قادیان کا نام کس سورت اور اسکی کس آیت میں ہے؟

کذب مرزا پر دسویں دلیل

مرزا قادیانی نے بڑے زور و شور سے ایک جگہ دعوی کیا ہے:

وقد سبونی بکل سب فما رددت علیهم

جوابهم

(ومرا از ہر گونہ بسب وشتم یاد کردند پس جوابِ آں دشنامہا

ندادم)

انہوں نے مجھے ہر طرح کی گالیاں دیں مگر میں نے انہیں کوئی

جواب نہیں دیا

(مواہب الرحمٰن در خزائن روحانی ص ۲۳۶ ج ۱۹)

مرزا صاحب کی فحش کلامی حروف تہجی کے اعتبار سے مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی

کتاب ''احتساب قادیانیت'' میں ملاحظہ فرمائیں اور آئندہ صفحات میں بھی اسکا مشاہدہ

کریں۔

سوال: کیا مرزا صاحب نے کبھی کسی کو گالی یا فحش الفاظ کا استعمال نہیں کیا؟

مرزا صاحب کی دی ہوئی یہ جھوٹی خبریں اس بات کی شاہد ہیں کہ وہ ایسی خبریں برحق نبیوں کی طرح اللہ تعالی معبود برحق کی طرف سے نہ پاتے ہیں۔

www.OnlyOneOrThree.com www.TheedYaTaslees.com

کذب مرزا کی دوسری جہت

(احکام کاذبہ)

پیغمبر بدزبان نہیں ہوتے، بدزبانی انسانی شرافت کے خلاف ہے، خود مرزا قادیانی تحریر کرتا ہے:

۱۔

"خداوہ خدا ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا

(اربعین نمبر۳ص ۳۶ ر۔خ جلد۱۷ص۴۲۶)

۲۔

"گالیاں دینااور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں"

(ضمیمہ اربعین نمبر۴ص ۵ ر۔خ جلد۱۷ص۴۷۱)

۳۔

"کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو"

(کشتی نوح ص۱۱ ر۔خ ج۱۹ص۱۱)

www.Only1Or3.com www.OnlyOneOrThree.com www.TohedYaTaslees.com

۴۔

''اور تجربہ بھی شہادت دیتا ہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا، خدا کی غیرت اس کے پیاروں کے لئے آخر کوئی کام دکھلا دیتی ہے پس زبان کی چھری سے کوئی اور بدتر چھری نہیں''

(پیغام صلح ص ۱۵ ر۔خ جلد ۲۳ ص ۳۸۶۔۳۸۷)

۵۔

گالیاں سن کر دعا دو، پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۴ ر۔خ جلد ۲۱ ص ۱۴۴)

مرزا کی گالیوں کے چند نمونے

۱۔

''اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے؟ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔
اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام الناس کو بھی پلایا''

(انجام آتھم ص ۱۹ ابر حاشیہ در ر۔خ جلد ۱۱ ص ۲۱)

۲۔مشہور عالم مولانا عبدالحق غزنوی کو جواب دیتے ہوئے کہتا ہے:

"مگر تم نے حق کو چھپانے کے لئے یہ جھوٹ کا گوہ کھایا ہے ...الخ

اور آگے لکھتا ہے:

"پس اے بدذات خبیث دشمن اللہ اور رسول کے"

(ضمیمہ انجام آتھم در خزائن روحانی ص ۳۳۴ ج ۱۱)

ایک اور جگہ ان ہی سے خطاب کر کے کہتا ہے:

"اے بدذات یہودی صفت، پادریوں کا اس میں منہ کالا ہوا اور ساتھ ہی تیرا بھی۔اور پادریوں پر ایک آسمانی لعنت پڑی اور ساتھ ہی وہ لعنت تجھ کو بھی کھا گئی"

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۱۵ در روحانی خزائن ص ۳۲۹ ج ۱۱)

۳۔عام مخالف علماء کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی کرتا ہے:

"یہودیوں کے لئے خدا نے اس گدھے کی مثال لکھی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں مگر یہ علماء خالی گدھے ہیں۔یہ اس شرف سے بھی

محروم ہیں جوان پر کوئی کتاب ہو"

(ضمیمہ انجام آتھم ص۳۱۶۔۳۱۷ درروحانی خزائن ص ۳۳۱

ج ۱۱)

۴۔

ان العدا صاروا خنازير الفلا

ونساؤهم من دونهن الأكلب

بے شک دشمن بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور انکی عورتیں کتیوں

سے بڑھ گئیں

۵۔مولانا سعد اللہ لدھیانوی کو گالی دیتے ہوئے مرزا نے سارے ریکارڈ توڑ

ڈالے۔ان کی شان میں کہتا ہے:

ومن اللئام ارى رجيلا فاسقا غولا لعينا نطفة السفهاء

اور لئیموں میں سے ایک فاسق چھوٹے سے آدمی کو دیکھتا ہوں کہ

وہ ایک ملعون شیطان سفیہوں کا نطفہ ہے

شكس خبيث مفسد و مزور نحس يسمى السعد فى الجهلاء

بدگو، خبیث، مفسد اور ملمع ساز ،منحوس ہے، جاہلوں میں اس کا نام

سعد ہے

آذیتنی خبثا فلست بصادق ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء

تونے اپنی خباثت سے مجھے اذیت دی، اے کنجر کے بچے! اگر تو

ذلیل ہوکر نہ مرا تو میں سچا نہیں ہوں

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۴۴۵۔۴۴۶ ج ۲۲ در روحانی

خزائن)

۶۔

"مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے؟ ہرگز نہیں کیونکہ جھوٹے ہیں اور

کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں"

(ضمیمہ انجام آتھم در خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۹)

۷۔

"بعض جاہل سجادہ نشین اور مولویت کے شتر مرغ"

(انجام آتھم ضمیمہ در خزائن ج ۱۲ ص ۳۰۲)

کیا یہ طرز گفتگو ملہم من اللہ، محدث اور مدعی نبوت کا ہوسکتا ہے؟

مرزا صاحب کا یہ طرز گفتگو بذات خود ان کے دعاوی کا رد کر رہا ہے۔

کذب مرزا کی ایک اور جہت

جھوٹی پیشگوئیاں (تنبؤات کاذبہ)

مرزا صاحب کی جھوٹی پیش گوئیوں سے قبل ہم یہاں مرزا صاحب کے چند اصول بیان کریں گے جو انہوں نے پیشگوئیوں کے متعلق وضع کئے ہیں:

ا۔ کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے

(تریاق القلوب ص ۲۱۷ روحانی خزائن ج ۱۵ ص ۳۸۲)

۲۔ بد خیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۸ روحانی خزائن ج ۵ ص ۲۸۸)

۳۔ اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں

(کشتی نوح ص ۵ روحانی خزائن ص ۵ ج ۱۹)

مرزا صاحب کے متعین کردہ ان اصولوں کی روشنی میں اگر ہم ان کی کسی ایک بھی پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کردیں تو مرزا کا جھوٹا اور دجال ہونا خود بخود ثابت ہو جائے

گا۔مرزا کے جھوٹے اور دجال ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل اس کی پیش گوئیوں کا جھوٹا ہونا ہے۔ہم یہاں مرزا کی چند جھوٹی پیشگوئیاں پیش کرتے ہیں جن سے مرزا اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق جھوٹا ثابت ہوتا ہے

پہلی غلط پیشگوئی:

بسلسلہ پادری عبداللہ آتھم

۱۸۹۳ء میں امرتسر میں مرزا قادیانی کا عیسائیوں سے مناظرہ ہوا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔اس مناظرہ میں جب مرزا نے شکست کھائی تو اپنی خفت مٹانے کیلئے اس نے عیسائی مناظر ڈپٹی عبداللہ آتھم کے بارے میں ایک دھمکی آمیز پیشگوئی کی کہ جتنے دن مناظرہ ہوتا رہا اتنے مہینوں کے اندر اندر وہ ہاویہ میں جا گرے گا اور ہلاک ہو جائے گا اور اگر وہ زندہ بچ گیا تو میں جھوٹا ثابت ہونگا۔

اس پیشگوئی کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

''اور آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت
تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں
فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں، تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں

کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس

بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار

کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا

ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے

کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت

پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص حق پر ہے

اور سچے خدا کو مانتا ہے اس سے اس کی عزت ظاہر ہو گی اور اس

وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے

کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے

سننے لگیں گے ۔۔۔ میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ

پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر

ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے (۵ جون

۱۸۹۳ء) بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے

اٹھانے کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا

ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ضرور کرے گا ضرور کرے گا،

زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔"

(جنگ مقدس ص ۲۰۹۔۲۱۱ روحانی خزائن ج ۶ ص

۲۹۱۔۲۹۳)

مرزا نے یہ پیشگوئی ۵ جون ۱۸۹۳ کو لکھی تھی، اس حساب سے ۱۵ مہینے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ کو ہوتے ہیں۔لیکن ۵ ستمبر کی تاریخ گذر گئی اور عبد اللہ آتھم کا بال بھی بیکا نہ ہوا جس پر عیسائیوں نے بڑی بغلیں بجائیں حتی کہ عبد اللہ آتھم کو ہاتھی پر بٹھا کر عظیم الشان فتح کا جلوس نکالا۔مرزا کا پتلا بنا کر اس کے گلے میں رسہ ڈالا پھر اسے مصنوعی پھانسی دی پھر اس کے بعد پتلے کو نذرِ آتش کر دیا۔

جب یہ پیشگوئی پوری آب وتاب کے ساتھ مرزا کے کذب کی دلیل بن گئی تو اسے فکر ہوئی کہ کہیں یہ ڈھونگ کے تانے بانے نہ بکھیر کر رکھ دے اسلئے اپنے مریدوں کو جمائے رکھنے کے لئے اس نے ایک نیا شگوفہ چھوڑا کہ وہ پیشگوئی اس لئے پوری نہ ہوئی کہ عبد اللہ آتھم نے ساٹھ ستر آدمیوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) دجال کہنے سے رجوع کر لیا تھا۔

اگر مرزا کو پہلے سے یہ پتہ چل گیا تھا کہ آتھم نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا اور

اب میری پیشگوئی پوری نہ ہوگی تو اسے اعلان کرنا چاہئے تھا تاکہ بعد میں رسوائی نہ ہوتی مگر وہ اعلان تو کیا کرتا آخری دن تک نہایت الحاح وزاری کے ساتھ دعائیں کرتا رہا اور وظائف پڑھواتا رہا کہ کسی طرح آتھم مرجائے اور پیش گوئی پوری ہوجائے۔

مرزائیوں کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں:

> آتھم کے متعلق پیشگوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں ، میں اس وقت چھوٹا سا بچہ تھا اور میری عمر کوئی ساڑھے پانچ برس کی تھی مگر وہ نظارہ مجھے خوب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب واضطراب کے ساتھ دعائیں کی گئیں ، میں نے محرم کا ماتم بھی اتنا سخت نہیں دیکھا، حضرت مسیح موعود ایک طرف دعا میں مشغول تھے ۔۔ الخ

جب متعینہ وقت پر پیشگوئی پوری نہ ہوئی اور عبداللہ آتھم نہ مرا تو اس نے قادیانیوں کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا۔ اس کے جواب میں مرزا نے یہ چال چلی اور اعلان کیا کہ آتھم نے دل سے رجوع کرلیا تھا اور اگر رجوع نہ کیا ہو تو قسم کھائے جبکہ عیسائیوں کے نزدیک قسم کھانا جائز نہیں ، تو اگر وہ قسم کھالے تو قادیانی کہتا کہ وہ پادری عیسائیت سے خارج ہوگیا اور نہ کھائے تو اس کا دعوی ثابت ہوگیا ہے۔

اس طرح مرزا نے دونوں ہاتھ میں لڈو لینے کی کوشش کی لیکن آتھم نے اس کا جواب اس طرح دیا:

"مرزا قادیانی مسلمانوں کا نمائندہ ہے اور اپنے کو مسلمان کہتا ہے لیکن علمائے اسلام اسے کافر کہتے ہیں، اب مجھے اس کے مسلمان ہونے کا یقین نہیں، لہذا اگر سور کا گوشت کھائے تو مجھے یقین ہوگا"۔

اب جیسا مرزا کو سور کا گوشت کھا کر اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنا مشکل تھا اسی طرح عبد اللہ آتھم کا قسم کھانا بھی مشکل تھا۔ یہ ہے جواب ترکی بہ ترکی یا نہلے پہ دہلا۔ سوال یہ ہے کہ اگر عبد اللہ آتھم ڈر گیا تھا تو پھر وظیفے پڑھانے اور دعاؤں کی کیا ضرورت تھی؟

دوسری جھوٹی پیشگوئی

(بسلسہ لیکھ رام)

لیکھ رام ایک ہندو پنڈت تھا جس سے مرزا قادیانی کا اکثر مناظرہ ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس سے تنگ آ کر اس کے متعلق یہ پیشگوئی کی:

"اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالی کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کیلئے تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جائے"

(تریاق القلوب ص ۱۰۷ روحانی خزائن ج ۱۵ ص ۳۸۲-۳۳۱)

اس پیشگوئی کے چھ ماہ کے اندر مرزا نے اپنے مرید کے ذریعہ پنڈت لیکھ رام کو چھری سے قتل کرا دیا اور مشہور کر دیا کہ اس کی پیشگوئی سچی ہوگئی حالانکہ خود مرزا کے قول کے مطابق پیشگوئی پوری نہ ہوئی کیونکہ اس نے کہا تھا کہ پنڈت لیکھ رام خارق عادت عذاب سے مرے گا جس کی تعریف خود مرزا نے یہ کی کہ جس عذاب کی نظیر دنیا میں نہ پائی جائے اور چھری سے قتل ہونا ایک عام بات ہے۔ لہذا پیشگوئی جھوٹی کی جھوٹی رہی۔

تیسری جھوٹی پیشگوئی:

مرزا کی موت سے متعلق

مرزا قادیانی نے اپنی موت سے متعلق یہ پیشگوئی کی کہ

''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں''۔

(البشریٰ ص ۱۵۵ بحوالہ تذکرہ ص ۵۹۱ مطبوعہ ربوہ)

ہمارا دعویٰ ہے کہ مکہ مدینہ میں مرنا تو در کنار مرزا قادیانی کو مکہ اور مدینہ دیکھنے کی سعادت بھی نصیب نہ ہوئی۔

ملاحظہ فرمائیں:

''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج نہیں کیا اور اعتکاف نہیں کیا اور زکوۃ نہیں دی، تسبیح نہیں رکھی، میرے سامنے ضب یعنی گوہ کھانے سے انکار کیا''

(سیرۃ المہدی حصہ سوم ص ۱۱۹ روایت نمبر ۶۷۲)

چوتھی جھوٹی پیش گوئی

(زلزلہ اور پیر منظور محمد کے لڑکے کی پیشگوئی)

پیر منظور محمد مرزا کا بڑا خاص مرید تھا، مرزا کو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی حاملہ ہے تو مرزا نے ایک پیشگوئی کردی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کی پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں:

''پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والا ہے اور اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے لئے ایک نشان ہوگا اس لئے اسکا نام بشیر الدولۃ ہوگا۔''

(حقیقۃ الوحی حاشیہ در روحانی خزائن ص ۱۰۳ ج ۲۲)

مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بجائے لڑکے کے لڑکی پیدا ہوئی تو مرزا نے یہ کہا کہ اس سے یہ تھوڑی مراد ہے کہ اس حمل سے لڑکا پیدا ہوگا، آئندہ کبھی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اتفاق سے وہ عورت ہی مرگئی اور دوسری پیشگوئیوں کی طرح یہ پیشگوئی بھی صاف جھوٹی نکلی۔ نہ اس عورت کو لڑکا پیدا ہوا نہ زلزلہ آیا اور مرزا ذلیل ورسوا ہوا۔

پانچویں جھوٹی پیشگوئی

(محمدی بیگم سے متعلق)

محمدی بیگم مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی مرزا احمد بیگ کی نوعمر لڑکی تھی۔ مرزا نے اس کو زبردستی اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ کیا، اتفاق ایسا ہوا کہ ایک زمین کے ہبہ نامہ کے سلسلہ میں مرزا احمد بیگ کو مرزا قادیانی کے دستخط کی ضرورت پڑی چنانچہ وہ مرزا قادیانی کے پاس گیا اور اس سے کاغذات پر دستخط کرنے کی درخواست کی، مرزا قادیانی نے اپنی مطلب برآری کے لئے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور احمد بیگ سے کہا کہ استخارہ کرنے کے بعد دستخط کروں گا۔ جب کچھ دن کے بعد دوبارہ احمد بیگ نے دستخط کرنے کی بات کی تو مرزا نے جواب دیا کہ دستخط اس شرط پر ہوں گے کہ اپنی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح میرے ساتھ کردو، خیریت اسی میں ہے، اس دھمکی کے الفاظ یہ ہیں:

> "اللہ تعالی نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اس شخص یعنی احمد بیگ کی
> بڑی لڑکی کے نکاح کیلئے پیغام دے اور اس سے کہہ دے کہ پہلے
> وہ تمہیں دامادی میں قبول کرلے اور تمہارے نور سے روشنی حاصل
> کرلے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا

جس کے تم خواہش مند ہو بلکہ اس کے ساتھ اور زمین بھی دی
جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جائیں گے بشرطیکہ تم
اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کردو، میرے اور تمہارے درمیان یہی
عہد ہے تم مان لوگے تو میں بھی تسلیم کرلوں گا اگر تم قبول نہ
کروگے تو خبردار رہو، مجھے خدا نے یہ بتلایا ہے کہ اگر کسی اور شخص
سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکی کے لئے یہ نکاح مبارک
ہوگا اور نہ تمہارے لئے"

(ترجمہ از مرتب آئینہ کمالات اسلام در خزائن ج ۵ ص
۵۷۲-۵۷۳)

ان دھمکیوں کا منفی اثر یہ ہوا کہ مرزا احمد بیگ اور اس کے خاندان والوں نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی کے ساتھ کرنے سے صاف انکار کردیا، مرزا نے خطوط لکھ کر اشتہار شائع کراکر اور پیشگوئیاں کرکے حتی کہ منت سماجت کے ذریعہ ایڑی چوٹی کا زور لگادیا کہ کسی طرح اس کی آرزو پوری ہوجائے لیکن محمدی بیگم کا نکاح ایک دوسرے شخص مرزا سلطان احمد سے ہوگیا اور مرزا قادیانی کے مرتے دم تک بھی محمدی بیگم اس کے نکاح

میں نہ آئی۔

اس سلسلہ میں مرزا قادیانی نے جو جھوٹی پیشگوئی کی تھی اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

''خدا تعالی نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام کا ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دیگا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی''

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ تبلیغ رسالت ج ا ص ۶۱ مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۱۰۲ حاشیہ)

اس پیشگوئی کی مزید تشریح کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے کہا:

''میری اس پیشگوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں، اول نکاح

کے وقت میرا زندہ رہنا، دوم نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے

باپ کا یقیناً زندہ رہنا، سوم پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا

جلدی مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا، چہارم اس کے خاوند کا

اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا، پنجم اس وقت تک کہ میں اس

سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا، ششم پھر آخر یہ بیوہ ہونے

کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے

میرے نکاح میں آ جانا''

(آئینہ کمالات اسلام در روحانی خزائن ج ۵ ص ۳۲۵)

چھٹی جھوٹی پیش گوئی

(مرزا کی اپنی عمر سے متعلق)

اپنی عمر سے متعلق سب سے پہلے مرزا قادیانی نے یہ پیشگوئی کی:

''خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ میری پیش گوئی سے صرف اس

زمانے کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیشگوئیاں ایسی ہوں کہ

آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہوں جیسا کہ

www.Toheed1Yar1Tales.com www.Only1or3.com www.Only1or3Three.com

براہین احمدیہ وغیرہ کتابوں کی پیشگوئیاں کہ میں تجھے اسی (۸۰) برس یا
چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دوں گا اور مخالفوں کے ہر ایک الزام
سے تجھے بری کروں گا"

(تریاق القلوب حاشیہ ص ۱۳ اور روحانی خزائن ۱۵۲ ج ۱۵)

ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ پیشگوئی کس قدر گول مول اور مبہم ہے۔ مرزائی نبی یہ چاہتا ہے کہ ہر حال میں اس کی بات بن جائے اس لئے لوگوں کے اعتراض کرنے پر اس نے براہین احمدیہ پنجم کے ضمیمہ میں اس کی مزید مبہم وضاحت کی۔ ملاحظہ کریں:

"خدا تعالی نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر
اسی (۸۰) برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ
سال کم۔۔۔ بلکہ اس بارے میں جو فقرہ وحی الہی میں درج ہے
اس میں مخفی طور پر ایک امید دلائی گئی ہے کہ اگر خدا تعالی چاہے تو
اسی برس سے بھی عمر کچھ زیادہ ہو سکتی ہے اور جو ظاہر الفاظ وحی کے
وعدہ کے متعلق ہیں وہ چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین
کرتے ہیں۔ بہر حال یہ میرے پر تہمت ہے کہ میں نے اس
پیشگوئی کے زمانہ کی کوئی بھی تعیین نہیں کی"

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۹۷۔۹۸ روحانی خزائن ج ۲۱ ص

۲۵۸۔۲۵۹ حقیقۃ الوحی در روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۰)

بات تو اب بھی وہیں کی وہیں رہی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کذاب کو اس پیشگوئی کے ذریعہ سخت ذلت ورسوائی سے دوچار کیا۔اس کی عمر اسی سال یا چوہتر سال تو کیا ہوتی خود اس کی تصریح کے مطابق کل ۶۸ یا ۶۹ سال کی عمر میں وہ موت کے آغوش میں چلا گیا کیونکہ خود اس نے لکھا ہے:

''اب میری ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہویں برس میں تھا''

(حاشیہ کتاب البریہ ص ۱۵۹ روحانی خزائن حاشیہ ص ۱۷۷ ج ۱۳)

مرزا کی موت بمرض ہیضہ ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔اس حساب سے اس کی عمر زیادہ سے زیادہ ۶۹ برس کی ہوتی ہے۔

ساتویں پیش گوئی

(بکروثیب)

یہ پیش گوئی مرزا کے اپنے الفاظ میں اس طرح ہے:

”تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گزرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا، اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آجکل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اسکو یہ الہام سنایا جس کو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے کہ ”بکروثیب“ جس کے یہ معنی انکے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کئے کہ خدا تعالی کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا، ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ، چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہوگیا اور اس وقت بفضلہ تعالی چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے“

(تریاق القلوب ص ۳۴ ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۴ تذکرہ ص ۳۹)

تبصرہ

مرزا قادیانی کے بقول اسے یہ الہام ۱۸۸۱ء میں ہوا جیسا کہ تذکرہ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔اس الہام کو پورا کرنے کیلئے مرزا نے ۱۸۸۴ء میں نصرت جہاں بیگم سے شادی کی جو کہ بکر یعنی کنواری تھی۔اب خدائی وعدہ کے مطابق ایک بیوہ عورت سے بھی شادی ضروری تھی چنانچہ مرزا صاحب محمدی بیگم کے خاوند سلطان بیگ کے انتقال اور محمدی بیگم کے ان کے نکاح میں آنے کی پیشگوئی کرتے رہ گئے اور محمدی بیگم کو بیوگی کی حالت میں اپنے حبالہ عقد میں لانا اسے نصیب نہ ہوا اور یہ غم لئے دنیا سے رخصت ہوگیا اور یہ ''ثیب'' بیوہ والی پیشگوئی صاف طور پر جھوٹی ثابت ہوئی اور اس کی ذلت ورسوائی کا باعث ہوئی کیونکہ محمدی بیگم کے علاوہ اور کوئی بیوہ عورت بھی تو مرزا کے نکاح میں نہ آئی تھی۔

آٹھویں پیشگوئی

(ریل گاڑی کا تین سال میں چلنا)

امام مہدی اور مسیح موعود کی علامات اور نشانیاں بیان کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے ایک نشانی یہ بیان کی کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تین سال کے اندر ریل گاڑی چل

جائے گی، ملاحظہ فرمائیں:

''یہ پیشگوئی اب خاص طور پر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ریل تیار ہونے سے پوری ہو جائے گی کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہو کر مدینہ آئے گی وہ مکہ معظّمہ میں آئے گی اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سال تک یہ کام تمام ہو جائے گا تب وہ اونٹ جو تیرہ سو برس سے حاجیوں کو لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے ہیں یک دفعہ بے کار ہو جائیں گے اور ایک عظیم انقلاب عرب اور بلاد شام کے سفروں میں آ جائے گا چنانچہ یہ کام بڑی سرعت سے ہو رہا ہے اور تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑا مکہ مکرمہ اور مدینہ کی راہ کا تیار ہو جائے اور حاجی لوگ بجائے بدوؤں کے پتھر کھانے کے طرح طرح کے میوے کھاتے ہوئے مدینہ منورہ میں پہنچا کریں''

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۳ روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۱۹۵)

اب قادیانی بتائیں کہ کیا ریل گاڑی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان چل گئی

ہے؟ یادرہے کہ یہ کتاب ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے۔ مرزا کی پیشگوئی کے مطابق ۱۹۰۵ء میں یہ ریل گاڑی چل جانی چاہئے تھی۔

نویں غلط پیش گوئی

(غلام حلیم کی بشارت)

مرزا صاحب نے اپنے چوتھے لڑکے مبارک احمد کو مصلح موعود، عمر پانے والا، کان اللہ نزل من السماء وغیرہ الہامات کا مصداق بتایا تھا اور وہ نابالغی کی حالت میں ہی مرگیا، اس کی وفات کے بعد ہر طرف سے مرزا صاحب پر ملامتوں کی بوچھاڑ اور اعتراضات کی بارش شروع ہوئی تو انہوں نے نئے الہامات گھڑنے شروع کئے۔

۱۶ ستمبر کو الہام سنایا:

"انا نبشرک بغلام حلیم"

(البشریٰ جلد ۲ ص ۱۳۴)

اس کے ایک ماہ بعد پھر یہ الہام سنایا:

"آپ کے لڑکا پیدا ہوا ہے یعنی آئندہ کے وقت پیدا ہوگا۔

انا نبشرک بغلام حلیم۔

ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں

ينزل منزل المبارك.

وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا"

(البشری جلد۲ص ۱۳۶)

دسویں غلط پیش گوئی

قادیان کا طاعون سے محفوظ رہنا

مرزا کے زمانہ میں ہندوستان میں طاعون پھیلا، مرزا نے پیشگوئی کی تھی کہ مجھے الہام ہوا کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔

مرزا کے الفاظ یہ تھے:

ا۔ ما كان الله ليعذبهم وانت فيهم. انه آوى القرية. لولا الاكرام لهلك المقام.

خدا ایسا نہیں ہے کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے۔ وہ اس گاؤں کو طاعون کی دست برد اور اس کی تباہی سے بچائے گا۔ اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا

(تذکرہ ص ۴۳۶)

۲۔

اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا کہ تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا"

(دافع البلاء ص ۴۔۵ رخ جلد ۱۸ ص ۲۲۵۔۲۲۶)

۳۔

تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں ہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے"

(دافع البلاء ص ۱۰ ر۔خ جلد ۱۸ ص ۲۳۰)

www.OnlyOneOrThree.com

پیش گوئی غلط ثابت ہونے کا اقرار

مرزا قادیانی کے قلم سے

۱۔

اس جگہ زور طاعون کا بہت ہو رہا ہے۔کل آٹھ آدمی مرے تھے،اللہ تعالی اپنا فضل و کرم کرے

(مرزا قادیانی کا مکتوب محررہ ۱۶ اپریل ۱۹۰۴ء)

۲۔

قادیان میں ابھی تک کوئی نمایاں کمی نہیں ہے۔ابھی اس وقت جو لکھ رہا ہوں ایک ہندو بیجناتھ نام جس کا گھر گویا ہم سے دیوار بہ دیوار ہے چند گھنٹہ بیمار رہ کر راہی ملک عدم ہوا

(مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر چہارم ص ۱۱۶)

www.Only1Or3.com
www.Only1Or3.com
www.OnlyOneOrThree.com
www.ahmedYaTajees.com

تعارف کا تیسرا عنصر

دعاوی اور انکا مدعی کی سیرت سے تطابق یا تضاد

www.Only1Or3.com
www.TeeeYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

دعاوی مرزا

دعاوی مرزا اور انکے تعارف کے اولین عنصر نام ونسب اور دوسرے عنصر کردار میں منافات وتضاد

آپ دیکھیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے قرآن وسنت سے متصادم ہونے کے ساتھ ساتھ (جس کا ذکر ہم اپنے موقع پر کریں گے) تعارف کے اولین عنصر نام ونسب اور دوسرے عنصر اخلاق وکردار کے ساتھ بھی میل نہیں کھاتے، انکے نام ونسب اور سیرت وکردار اور دعاوی کے مابین بالکل منافات اور تضاد ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۸۰ء تک صرف اپنے ملہم من اللہ ہونے کا دعوی کرتا رہا ۱۸۸۲ء میں مجدد ہونے کا ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود کا ۱۸۹۸ء میں مہدی ہونے اور ۱۸۹۹ء میں ظلی بروزی نبوت کا اور ۱۹۰۱ء میں باقاعدہ نبوت کا دعوی کیا۔ چونکہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی انہیں مالیخولیا اور مراق کے مرض کے لاحق ہونے کے بعد کے ہیں اس لئے ان کو اسی بیماری کا اثر سمجھنا چاہیے۔ اب ذیل میں چند اہم دعاوی باحوالہ سنہ وار لکھے جاتے

ہیں:

بیت اللہ ہونے کا دعویٰ:

''خدا نے اپنے الہام میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے''۔

(اربعین ص ۴، روحانی خزائن ج: ۱۷ ص ۴۴۵)

۱۸۸۲ء: مجدد ہونے کا دعویٰ:

''جب تیرہویں صدی کا اخیر ہوا اور چودہویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے''۔

(کتاب البریہ ص ۱۶۸ بر حاشیہ، روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۲۰۱)

۱۸۸۲ء: مامور ہونے کا دعویٰ:

''میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں''۔

(نصرۃ الحق در روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۶۶ و کتاب البریہ در روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۲۰۳)

۱۸۸۲ء: نذیر ہونے کا دعویٰ

الرحمن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر

آباؤهم.

''خدا نے تجھے قرآن سکھلایا تا کہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے

باپ دادے ڈرائے نہیں گئے''۔

(تذکرہ ص۴۴ براہین احمدیہ در روحانی خزائن ج۱ ص۲۹، ضرورۃ

الامام در روحانی خزائن ص۵۰۲ جلد۱۳، براہین احمدیہ حصہ۵ در

روحانی خزائن ج۲۱ ص۶۶)

۱۸۸۳ء: آدم، مریم اور احمد ہونے کا دعویٰ

یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة یا مریم

اسکن انت وزوجک الجنة یا احمد اسکن انت

زوجک الجنةنفخت فیک من لدنی روح الصدق.

''اے آدم اے مریم اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے۔

جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ میں نے

اپنی طرف سے سچائی کی روح تجھ میں پھونک دی ہے''۔

(تذکرہ ص۷۰، براہین احمدیہ روحانی خزائن ج۱ ص۵۹۰

حاشیہ)

تشریح:

"مریم سے مریم ام عیسی مراد نہیں اور نہ آدم سے آدم ابوالبشر مراد ہے اور نہ احمد سے اس جگہ حضرت خاتم الانبیا علیہ ﷺ مراد ہیں اور ایسا ہی ان الہامات کے تمام مقامات میں کہ جو موسی اور عیسی اور داؤد وغیرہ نام میں بیان کئے گئے ہیں ان ناموں سے بھی وہ انبیاء مراد نہیں ہے بلکہ ہر ایک جگہ یہی عاجز مراد ہے"۔

۱۸۸۴ء: رسالت کا دعوی

الہام:

انی فضلتک علی العالمین قل ارسلت الیکم جمیعاً

میں نے تجھ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی کہہ میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں"۔ (تذکرہ ص،۱۲۹ مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۸۸۴ء اربعین نمبر۲ ص ۷ روحانی

خزائن ج ۱۷ ص ۳۵۳)

۱۸۸۶ء: توحید و تفرید کا دعویٰ:

الہام:

''تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید اور تفرید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں''۔

(تذکرہ ص ۱۴۱، و ۳۸۴، براہین احمدیہ در روحانی خزائن ج ۱ ص ۵۸۱ حاشیہ در حاشیہ، اربعین نمبر ۳ در روحانی خزائن ج ۱۷ حاشیہ ص ۴۱۳)

۱۸۹۱ء: مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ:

اللہ جل شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارے میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔

(تذکرہ ص ۱۷۲ تبلیغ رسالت ج ۱ ص ۱۵۹)

www.Only1Or3.com www.Toheedayaasleem.com www.OnlyOneOrThree.com

۱۸۹۱ء: مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ:

الہام:

جعلناک المسیح ابن مریم

(ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا) ان کو کہہ دے کہ میں عیسیٰ کے قدم پر آیا ہوں۔

(تذکرہ ص ۱۸۵، ازالہ اوہام در روحانی خزائن ص ۴۴۲ جلد ۳)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء در روحانی خزائن ص ۲۴۰ جلد ۱۸)

۱۸۹۲ء: صاحب کن فیکون ہونے کا دعویٰ:

الہام:

انما امرک اذا اردت شیا ان تقول له کن فیکون۔

www.Only1OrThree.com www.ToheedYaTasles.com www.OnlyOneOrThree.com

یعنی تیری بات یہ ہے کہ جب تو کسی چیز کا ارادہ کرے تو اسے

کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔

(تذکرہ ص ۲۰۳، براہین احمدیہ حصہ: ۵ در روحانی خزائن ص ۱۲۴

ج ۲۱)

۱۸۹۳ء: مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ:

بشرنی وقال ان المسیح الموعود الذی

یرقبونہ و المھدی المسعود الذی ینتظرونہ ھو انت.

خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود

جس کا انتظار کرتے ہیں وہ تو ہے۔

(تذکرہ ص ۲۵۷، اتمام الحجۃ در روحانی خزائن

ج ۸ ص ۲۷۵)

۱۸۹۸ء: امام زماں ہونے کا دعویٰ:

''سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل

اور عنایت سے وہ امامِ زماں میں ہوں''۔

www.Only1Or3.com www.TohedYaTasleeS.com www.OnlyOneOrThree.com

۱۹۰۰ء تا ۱۹۰۸ء: ظلی نبی ہونے کا دعوی:

''جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔ تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعوی کیا''۔

نبوت و رسالت کا دعوٰی

(۱) انا انزلناہ قریبا من القادیان

''ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔''

(براہین احمدیہ حاشیہ در روحانی خزائن ج ۱ ص ۵۹۳، الحکم جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء بحوالہ تذکرہ ص ۳۲۷ مطبوعہ ربوہ)

(۲) ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء در روحانی خزائن ج ۱۸ اص ۲۳۱)

(۳) ”میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔“

(ایک غلطی کا ازالہ در روحانی خزائن ۱۸ ص ۲۱۱)

(۴) ”خداوند وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔“

(تذکرہ ص ۴۹۲، اربعین نمبر ۳ در روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۶

وضمیمہ تحفہ گولڑیہ در روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۷۳)

(۵) ”وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا کہ تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا“

(دافع البلاء در روحانی خزائن ص ۲۲۵ و ۲۲۶ ج ۱۸)

مستقل صاحب شریعت نبی اور رسول ہونے کا دعوی

(۱) قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم

جمیعا. ای مرسل من الله

''اور کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا تعالیٰ کا رسول ہو کر آیا ہوں''

(اشتہار معیار الاخیار ص ۳ منقول از تذکرہ ص ۳۵۲ مطبوعہ ربوہ)

(۲) انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا

''ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے اسی رسول کی مانند جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔'' (حقیقۃ الوحید روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۵)

(۳) اور اگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے کہ ہر ایک مفتری تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیوں کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔

مثلاً یہ الہام: قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم.

یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس (۲۳) برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ. صحف ابراھیم وموسیٰ" یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔

(اربعین نمبر۴ در روحانی خزائن ۴۳۵، ۴۳۶ ج ۱۷)

ضروریات نبوت

شرائط نبوت

۱۔ نبی برحق اور متنبّی کے مابین پہچان

۲۔ ضروریات وشرائط سے عاری مرزا کی نرالی نبوت

۳۔ نبوت کا مخمصہ

www.Only1Or3.com www.OnlyOneOrThree.com www.TohedeYaTaslees.com

نبی اور متنبّی کی آسان پہچان

اللہ کے بھیجے ہوئے نبی برحق اور اللہ کے حکم کے بغیر دعویٔ نبوت کرنے والے متنبّی کے مابین فرق کو واضح کرنے اور اسے عوام کے سمجھنے کی خاطر ہم نے ضروریات نبوت کے نام سے ایک عنوان قائم کیا ہے جس میں ان امور کا بالاختصار ذکر ہے جن کا نبی میں ہونا ضروری ہے اور ان امور کا بھی ذکر ہے جن کا نبی میں نہ ہونا ضروری ہے تاکہ عوام دونوں اعتبار (مثبت اور منفی) سے نبی اور متنبّی کو بسہولت پہچان سکیں۔

نبوت

اللہ کی رسالت یا نبوت ربانی حضرت انسان کے لئے اعلیٰ ترین اعزاز ہے ۔منصب رسالت کے لئے اللہ تعالی انتخاب کرتا ہے

الله أعلم حيث يجعل رسالته

اللہ تعالی ہی بہتر جانتے ہیں کہ منصب رسالت کسے عطا کرنا ہے؟

کوئی شخص طاعت وعبادت یا کسب وریاضت سے منصب نبوت تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

الله يصطفى من الملائكة رسلاً ومن الناس

منصب رسالت کے تحمل کیلئے حق تعالیٰ شانہ فرشتوں اور انسانوں

سے خود چنتے ہیں۔

علامہ شعرانی رحمہ اللہ الیواقیت والجواہر میں تحریر فرماتے ہیں:

فإن قلت فهل النبوة مكتسبة أو موهوبة

؟فالجواب ليس النبوة مكتسبة حتى يتوصل إليها

بالنسك والرياضات كما ظنه جماعة من الحمقاء

وقد أفتى المالكية وغيرهم بكفر من قال ان النبوة

مكتسبة

(الیواقیت والجواہر ص۱۶۴۔۱۶۵ ج۱)

کیا نبوت کسبی ہے یا وہبی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ نبوت کسبی نہیں

ہے کہ محنت وکاوش سے اس تک پہنچا جائے جیسا کہ بعض احمقوں

کا خیال ہے۔ مالکیہ وغیرہ نے کسبی کہنے والوں پر کفر کا فتوی دیا

ہے۔

قاضی عیاض نے ''شفاء'' میں فرمایا ہے:

من أدعى نبوة أحد مع نبينا صلى الله عليه وسلم أو بعده أو من أدعى النبوة لنفسه أو جوز اكتسابها أو البلوغ بصفاء القلب الى مرتبتها ..الخ..وكذلک من أدعى منهم انه يوحى إليه وإن لم يدع النبوة فهؤلاء كلهم كفار مكذبون للنبى صلى الله عليه وسلم لأنه أخبر صلى الله عليه وسلم انه خاتم النبيين لا نبى بعده.

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی یا آپؐ کے بعد جوکوئی کسی اور کی نبوت کا قائل ہو یا اس نے خود اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا یا پھر دل کی صفائی کی بنا پر اپنے کسب کے ذریعہ نبوت کے حصول کے جواز کا قائل ہو یا پھر اپنے پر وحی کے اترنے کا کہا۔اگر چہ نبوت کا دعوی نہ کیا تو یہ سب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی ''أنا خاتم النبیین'' کی تکذیب کرنے والے ہوئے اور کافر ٹھہرے۔

نبوت کے وہبی ہونے پر خود مرزا قادیانی کا اقرار ملاحظہ کریں:

لا شک أن التحديث موهوبة مجردة لا تنال

بالكسب البتة كما هو شان النبوة

(حمامۃ البشریٰ ص ۸۲ ر۔خ ص ۳۰۱ ج ۷)

اس میں ذرا شک وشبہ نہیں کہ مکالمت ومخاطبت الٰہیہ (وحی الٰہی)

محض عطائے الٰہی ہے، کسی ریاضت یا محنت سے ہرگز حاصل

نہیں ہوتی جیسا کہ شان نبوت کا معاملہ ہے۔

نبوت نہیں تنبأ

کسب وریاضت سے حاصل ہونے والی پیغمبری، رسالتِ ربانی یا نبوت نہیں ہوسکتی، اُسے نبوت نہیں تنبأ کہا جاتا ہے اور ایسے شخص کو نبی نہیں متنبی کہا جاتا ہے۔

نبی اور وجوب ادعائے نبوت

نبی اللہ کے حکم سے ادعائے نبوت کرتا ہے، اس پر اپنی نبوت کا اعلان فریضۂ ربانی ہوتا ہے، وہ اس کے اعلان میں کسی قوت سے مقہور ہوکر یا کسی جابر سے مرعوب ہوکر یا کسی مادی منفعت میں طمع کا شکار ہوکر کوتاہی نہیں کرتا۔

نبی علی الاعلان اللہ کی توحید اور اپنی رسالت پر ایمان کی دعوت دیتا ہے، اسے جس طرح اللہ کی توحید پر یقین ہوتا ہے اسی طرح اپنی نبوت میں شک کا شائبہ بھی اسکے

حاشیہ خیال میں داخل نہیں ہوسکتا۔

نبی پوری بصیرت سے اللہ کے بندوں کو اس کی عبادت اور اپنی اتباع اختیار کرنے کی طرف اور صرف اسی میں ان کی نجات کے ہونے کا اعلان کرتا ہے۔

متنبّی

متنبّی کا ادعائے نبوت اللہ کے حکم سے نہیں ہوتا، نہ اللہ تعالی اسے مبعوث فرماتا ہے بلکہ اسکا باعث کچھ اور ہوتا ہے۔لہذا مادی قوتیں اور مصلحتیں اس کی راہ میں حائل ہوتی رہتی ہیں۔

سلسلۂ نبوت۔آغاز وانتہاء

ابتدائے خلق سے اللہ تعالی نے اپنی رسالت کے تحمل اور انسانوں کی ہدایت کے لئے ہزاروں انبیاء بھیجے پھر اس سلسلے کو چلایا جس کی آخری کڑی حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرار پائے۔آپؐ پر نبوت کے سلسلے کو ختم کرنے کا معنی یہ ہے کہ اب قیامت تک آپؐ ہی کی نبوت جاری وساری ہے، تمام انسانوں کی نجات صرف آپؐ کی اتباع میں ہے۔مفہوم ختم نبوت کا تقاضا ہے کہ انسانوں کو آپؐ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت ہی نہیں۔اور اگر کوئی پرانا نبی بھی آئے (جیسے حضرت عیسی علیہ السلام) تو

وہ بھی آپ کی شریعت کے تابع ہو۔

ضروریات نبوت

وہ امور جنکا نبی میں ان کا ہونا ضروری ہے۔ اگر مدعی نبوت میں کوئی امر مفقود ہے تو وہ نبی نہیں متنبّی ہے کہ یہ منصب نبوت کی ضرورت ہیں۔ اللہ اپنے فضل وکرم سے نبی کی جملہ ضروریات کا تکفل کرتا ہے کیونکہ نبی اسکا نمائندہ سفیر ہوتا ہے۔

☆ اللہ کی نافرمانی سے عصمت ۔ نبی معصوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالی خود معصیت سے نبی کا تحفظ کرتا ہے۔

☆ صفائے سیرت، اسکی سیرت مشتبہ نہیں ہوتی۔ اسکی سیرت کی صفاء پر اسکے متبع تو کیا اس کے دشمن بھی شہادت دیتے ہیں۔

☆ نبی کو اللہ تعالی واضح نشانیاں اور معجزات عطا کرتا ہے

لقد أرسلنا رسلنا بالبينات

یقیناً ہم اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا ہے

☆ نبی اپنی دعوت اور رسالت ربانی پر بندوں سے اجرت نہیں لیتا ہے

ارشاد ربانی ہے:

قل لا أسئلكم عليه أجرا إن أجرى إلا على الله

www.Only1Or3.com www.TohedYaTasleeS.com www.OnlyOneOrThree.com

ان سے کہو کہ میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔میری

اجرت تو اللہ کے اوپر ہے۔

☆ نبی کو بھیجنے والا اس کے ساتھ کئے گئے وعدہ کی عہد شکنی نہیں کرتا

ارشاد ربانی ہے

فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله

تم ہرگز اللہ کو اپنے رسولوں کے ساتھ کئے گئے وعدہ پر عہد شکنی

کرنے والا نہ سمجھنا

☆ انسانی رسول و نبی مرد ہوتا ہے۔وہ اپنے مرد ہونے کا منکر نہیں ہوتا

ارشاد ربانی ہے

وما أرسلنا من قبلك إلا رجالا

ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد تھے

☆ نبی کی نبوت انسانی منصوبہ بندی کا نتیجہ یا تدریج اور تنزل کا شکار نہیں ہوتی

☆ نبی کی ہر خبر اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔وہ غلط نہیں ہوسکتی

☆ نبی اپنی نبوت کو پیش گوئی کی بھینٹ نہیں چڑھاتا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو وہ نبی نہیں

☆ نبی اپنی نبوت سے معذرت نہیں کرتا

☆ نبی اللہ کی طرف سے شریعت کے احکام لاتا ہے، خود وضع نہیں کرتا۔ اللہ کے احکام کو شروع ہی سے بالکل درست سمجھتا ہے۔ وحی ربانی یا شریعت یزدانی کو سمجھنے میں وہ غلطی نہیں کرتا۔

☆ نبی اپنی طرف سے شریعت میں تبدیلی نہیں

ارشاد ربانی ہے کرتا۔

ما يكون لي أن أبدله من تلقاء نفسي إن اتبع إلا

ماأوحي إلي

☆ نبی فرمان باری تعالی کو یاد رکھتا ہے۔ اللہ تعالی خود اپنے پیغامات اسے یاد کراتا ہے۔ اسمیں اسے کسی مشقت کی ضرورت نہیں ہوتی

ارشاد ربانی ہے

إن علينا جمعه وقرآنه.... ثم إن علينا بيانه

☆ اللہ کے مختلف نبی مختلف شرائع لے کر آئے ہیں۔ احکام شریعت جو اعمال سے متعلق ہوتے ان میں نسخ بھی ہوتا ہے مگر عقائد وہ ثابت اصول ہیں جن میں کوئی نبی تغیر وتبدل نہیں کرتا۔

☆ نبی اپنے افکار نظریات اور اقوال میں تضاد کا شکار نہیں ہوتا۔

www.OnlyOneOrThree.com www.TohedYaTasleem.com

☆ نبی دیگر انبیاء اللہ کی تصدیق وتکریم کرتا ہے۔نہ خود نہ اسکی تعلیمات میں کسی نبی کی اہانت کا کوئی پہلو ہوتا ہے۔

☆ نبی کسی دیگر نبی کی شان میں نازل آیات کو اپنے اوپر فٹ نہیں کرتا

☆ نبی نصوص شریعت میں تحریف کا مرتکب نہیں بلکہ انہیں شارع کے مقصود پر حمل کرتا ہے۔

نبوت اور سلسلۂ نبوت کی ختمیت وخاتمیت کے متعلق یہ جملہ امور قرآن وحدیث کی تعلیمات سے مؤید اور اہل اسلام کے مسلمہ عقائد ہیں۔

شرائط نبوت

حضرت مولانا محمد ادریس رحمہ اللہ نے شرائط نبوت کے عنوان سے ایک نہایت مفید مبحث فرمائی ہے، اسکا خلاصہ پیش خدمت ہے، کیونکہ نبی اور متنبّی کو آسانی سے پہچاننے میں یہ مبحث کافی حد تک مددگار ثابت ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیں:

اللہ کا رسول اور نبی اللہ تعالی اور اس کے مخلوق کے مابین سفیر ہوتا ہے، سفارت کے لئے اللہ تعالی ایسے انسانوں کا انتخاب کرتے ہیں جن میں جملہ صفات جمال وکمال اور اخلاق فاضلہ اُکمل طور پر موجود ہوتے ہیں۔

نبی رسالت کا امین اور مبلغ ناصح ہوتا ہے، وہ اللہ کی وحی اور اسکے احکام کو حق تعالی سے لیکر انہیں من وعن کامل طور پر اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے، وہ انکے پہنچانے میں کوئی کوتاہی، کمی یا بخل سے کام نہیں لیتا کہ کسی حکم کو چھپائے یا کم کر کے پیش کرے، وہ تبلیغ رسالت میں مخلوق سے خائف نہیں ہوتا، اس کے اسلوب میں حکمت، بیان میں صداقت وصراحت ہوتی ہے، وہ خود احکام ربانی کو صحیح طور پر سمجھتا ہے، اسمیں غلطی نہیں کرتا، پھر مخلوق کو صحیح طور پر وہ احکام سمجھاتا ہے اور مفصل طور پر بیان کرتا ہے، وہ ایسا اندازِ گفتگو ہرگز اختیار نہیں کرتا کہ بندے اللہ کے احکام کو سمجھ نہ سکیں۔ وہ اللہ کا وفا شعار بندہ ہوتا

ہے، وہ اپنے قول میں صادق اور عمل میں صالح ہوتا ہے۔

نبی اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق کرنے والا، انکی تعظیم سکھانے والا ہوتا ہے، وہ کسی نبی کی توہین کرنے والا یا کسی صداقت کی تکذیب کرنے والا نہیں ہوتا۔

قرآن حکیم میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات طیبہ اور اسلوب دعوت کا مفصل بیان موجود ہے، اسکا مطالعہ کرلیں۔۔ ولقد أرسلنا نوحا..الخ

نبی اپنے معاشرے کا ایک صالح اور نافع فرد ہوتا ہے، اسکی سیرت و کردار کھلی کتاب کی طرح لوگوں کے سامنے ہوتی ہے، الغرض جملہ صفات کمال و جمال اسمیں موجود ہوتے ہیں اور وہ اپنی امت کے لئے اخلاق فاضلہ کا اُکمل طور پر ایک نمونہ ہوتا ہے۔

اب انہی شرائط نبوت کا مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

شرط اول

عقل کامل

نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُکمل العقل ہو، نبی کے لئے عقل کامل کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ نبی وحی الٰہی کے سمجھنے میں غلطی نہ کرے۔ نیز جب تک عقل کامل نہ ہو

اس پر اطمینان نہیں ہوسکتا۔ نبوت غباوت کے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوسکتی، غبی کا نبی ہونا عقلاً محال ہے۔ ایک عاقل اور دانا کو غبی اور ناقص العقل پر ایمان لانے کا حکم دینا سراسر خلاف عقل ہے۔ غبی اور ناقص العقل تو اپنا بھی ہادی اور راہنما نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ وہ عقلاء اور اذکیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہو۔ ضروری ہے کہ نبی عقل اور فہم میں اس درجہ بلند ہو کہ اس زمانے میں کوئی اس کی نظیر نہ ہو۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ کسی امتی کی عقل کسی نبی سے بڑھکر ہو۔

دوسری شرط

حفظ کامل

نبوت کی دوسری شرط یہ ہے کہ نبی اُکمل الحفظ ہو۔ نبی کے حافظہ کا بھی اللہ تعالی خود تکفل وتحفظ کرتے ہیں۔ معاذ اللہ اگر نبی کا حافظہ خراب ہو تو اس کو اللہ کی وحی بھی پوری یاد نہ رہے گی۔ بسا اوقات ایک لفظ کی کمی سے بھی حکم میں زمین و آسمان کا فرق ہوجاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب ابتدائے بعثت میں جبرئیل امین آنخضرت ﷺ کے پاس وحی لے کر نازل ہوتے تو حضور ﷺ جبرئیل کے ساتھ پڑھتے۔ مبادا کوئی

لفظ قرآن کا بھول جاؤں، اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

لا تحرک به لسانک لتعجل به إن علینا

جمعه وقرآنه فإذا قراناه فاتبع قرآنه ثم إن علینا بیانه

(القیامة)

آپ اسکے پڑھنے میں اپنی زبان کو جلد حرکت نہ دیں اسکو جمع رکھنا

اور پڑھنا ہمارا ذمہ ہے، پھر جب ہم پڑھنے لگیں تو آپ اس

کے پڑھنے میں اسکی اتباع کریں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

سنقرئک فلا تنسی إلا ماشاء الله (الأعلی)

ہم آپ کو پڑھا دیں گے پھر آپ نہ بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے۔

نبوت کی تیسری شرط

علم کامل

نبوت کی تیسری شرط یہ ہے کہ نبی کا علم ایسا کامل اور مکمل ہو کہ امت کے حیطہ

ادراک سے بالا اور برتر ہو۔

مرزا صاحب کا دعوی تو یہ ہے کہ میں تمام اولین اور آخرین سے علوم میں بڑھا ہوا

ہوں (حقیقت الوحی ص ۱۵۷ تذکرہ ص ۱۹۲ طبع ۲)

لیکن یہ دعوی ایسا بدیہی البطلان ہے کہ جس کو سوائے نادان کے کوئی قبول نہیں کرسکتا۔

قرآن کریم تو اللہ تعالی کا کلام معجز ہے اور حدیث نبی کریم ﷺ کا فصیح ترین کلام ہے جسکا درجہ فصاحت وبلاغت میں قرآن کریم کے بعد ہے۔حضور علیہ السلام کے خطبات کا عرب کے ادباء،فصحاء اور بلغاء کے خطبات سے موازنہ کیا جائے تو زمین وآسمان کا فرق نظر آئے گا اور حضور کے جوامع الکلم اور کلمات حکمت وموعظت کا حکماء عالم کے کلمات سے موازنہ کیا جائے تو انکی حکمت وموعظت کو آپ کی حکمت وموعظت سے وہ نسبت بھی نہ ملے گی جو قطرہ کو سمندر سے یا ذرے کو آفتاب سے ہوتی ہے۔

نبوت کی چوتھی شرط

عصمت کاملہ ومستمرہ

شاہان دنیا کے تقرب کے لئے سراپا اطاعت ہونا ضروری ہے۔اپنے مخالفوں کو اپنی بارگاہ میں کون گھسنے دیتا ہے اور مسند قرب پر کون قدم رکھنے دیتا ہے۔اسی طرح خداوند ذوالجلال کا مقرب اور پیغمبر وہی ہوسکتا ہے جو ظاہر اور باطن میں اللہ تعالی کا پورا

پورا مطیع اور فرمانبردار ہو اور اس کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو۔

اے مسلمانو! ذرا غور تو کرو کہ اگر نبی کے لئے عصمت لازم نہیں تو پھر غیر معصوم کی اطاعت کیسے واجب ہوتی؟ اگر انبیاء کرام واجب العصمت نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت کا حکم نہ دیتا اور نہ ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتا۔

نبوت کی پانچویں شرط

صداقت و امانت

نبوت کی ایک شرط یہ ہے کہ نبی صادق اور امین ہو۔ اس لئے کہ جھوٹا اور خائن کبھی نبی نہیں ہوسکتا جبکہ مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں مرزا صاحب کی پیشن گوئیوں کا جھوٹا ہونا ثابت کیا ہے۔

نبوت کی چھٹی شرط

عدم توریث

نبوت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ کسی کی زمین اور جائیداد اور مال و دولت کا وارث ہو اور نہ اس کے بعد کوئی اسکا وارث ہو۔

حدیث متواتر سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

نحن معاشر الأنبياء لا نرث ولا نورث ما ترکنا

صدقة

ہم انبیاء کی جماعت، نہ ہم کسی کے وارث اور نہ کوئی ہمارا وارث

ہوتا ہے، ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

نبوت کی ساتویں شرط

زہد

نبوت کی ایک شرط زہد یعنی دنیا کی شہوات اور لذات سے بے تعلقی ہے۔

نبوت کا مقصد بندوں کو خدا تک پہنچانا ہے اور ظاہر ہے کہ شہوت پرستی بندوں کو خدا پرست نہیں بنا سکتی۔

نبوت کی آٹھویں شرط

اعلی حسب ونسب

نبوت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ نبی حسب ونسب کے اعتبار سے اعلی اور برتر ہو۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان سے دریافت کیا:

کیف نسبه فیکم؟

محمد (علیہ السلام) کا حسب ونسب کیسا ہے؟

ابوسفیان نے جواب دیا:

هو فی نسب ما لا نفضل علیه غیره

حسب ونسب میں وہ سب سے اعلیٰ ہے

شاہ روم نے کہا:

و کذلک الرسل تبعث فی أحساب قومها

انبیاء ہمیشہ بہترین خاندان میں سے مبعوث ہوتے ہیں۔

نبوت کی نویں شرط

مرد ہونا

نبوت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ نبی مرد ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما أرسلنا من قبلک إلا رجالا نوحی إلیهم

اور ہم نے تم سے پہلے نہیں بھیجے مگر مرد جن پر ہم نے وحی نازل کی

نبی کے لئے مرد ہونا اس لئے ضروری ہے کہ عورتیں ناقص العقل والدین ہوتی ہیں

WWW.Only1Or3.com WWW.TohedYaTales.com WWW.OnlyOneOrThree.com

۔اگر عورت کا نبی ہونا جائز رکھا جائے تو نبی کے عقل اور دین کا ناقص ہونا لازم آئے گا اور نبی کے دین اور عقل کا ناقص ہونا محال ہے۔اس لئے کہ جب نبی ہی کی عقل اور دین ناقص ہوگا تو امت کی عقل اور امت کا دین کیسے کامل ہوگا نیز عورت کے لئے پردہ واجب ہے کیونکہ بے پردگی موجب فتنہ ہے لہذا اگر عورت نبی ہو تو دو حال سے خالی نہیں ۔آیا پردہ کرے گی یا نہیں؟ اگر وہ پردہ کرے تو اس سے استفادہ کیسے ہوگا؟ نیز نبیہ کو بغیر دیکھے لوگ صحابی کیسے بنیں گے؟ بغیر دیکھے صحابیت کا شرف حاصل نہ ہوگا۔اور اگر پردہ نہ کرے تو موجب فتنہ ہوگی خصوصاً جبکہ نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ حسین وجمیل اور حسن الصوت یعنی خوش آواز بھی ہو (جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے) تو ایسی صورت میں حسین وجمیل اور خوش آواز (عورت) کا نبی ہونا ہدایت کے بجائے فتنہ کا دروازہ کھولے گی۔

نبوت کی دسویں شرط

اخلاق کاملہ

نبوت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ صاحب نبوت اخلاق کاملہ اور کمالات فاضلہ کے ساتھ موصوف ہو، بدخلق اور بدزبان نہ ہو جبکہ یہ شرط مرزا صاحب کے اندر مفقود ہے۔

ضروریات وشرائط نبوت سے عاری مرزا کی نرالی نبوت

WWW.Only1Or3.com
WWW.OnlyYaTaslees.com
www.TohedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

ضروریات نبوت

ضروریات ہوں یا شرائط نبوت مرزا صاحب کی نرالی نبوت کو ان کے ،ان میں سے ہونے والے امر کے ہونے یا نہ ہونے ،یا امر کے ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

☆ سیرت میں عصمت ،معجزات وآیات ربانی سے تائید ونصرت ،مرد ہونا ،بلا اجرت دعوت دینا ،اس کے لائے ہوئے احکام کا اللہ کی طرف سے وضع ہونا ،نبی کا وحی کو یاد رکھنا ،اس کو درست سمجھنا ،وحی کے سمجھ میں غلطی نہ کرنا ،اسمیں تغیر وتبدل نہ کرنا ،احکام شریعت میں اللہ کے نسخ کے بغیر انہیں منسوخ نہ کرنا ،دیگر انبیاء کرام کی تکریم وتعظیم کرنا ،نہ انکی اہانت کرنا نہ سکھانا ،کسی نبی کی شان میں نازل آیات کو اپنے لئے استعمال نہ کرنا ،نظریات واقوال میں تضاد کا شکار نہ ہونا۔

ان سب امور میں مرزا صاحب کی نبوت نرالی ہے۔اور مدعی نبوت ان ضروریات وشرائط نبوت کی رو سے صف نبوت سے باہر نظر آتے ہیں۔

نرالی نبوت

آپ قادیانی تحریرات میں دیکھیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ضروریات نبوت سے عاری ہے۔

☆صاحب ادعاء خود معصوم نہیں

☆آیات ربانی اور معجزات یزدانی ان کی تائید ونصرت میں نہیں

☆نصوص شرع ان کی مخالفت میں ہیں۔

☆وہ تو اپنے مرد ہونے کے منکر ہیں۔

☆عقائد اور اصول دین میں تبدیلی کرتے ہیں۔

☆اپنے نظریات واقوال میں تضاد کا شکار ہیں۔

☆انکی نبوت تدریجی ہے جسمیں تنزل بھی ہے اور نبوت سے معذرت بھی ،نبوت کے بارے میں نبی بالقوہ ،وبالفعل ، امتی نبی ،نبوت غیر تامہ ،ظلی بروزی نبی ،جیسی غیر معروف مصطلحات انہوں نے ایجاد کیں۔

☆وہ جنکی اطاعت ،اتباع اور مثل ہونے کے دعوے کرتے ہیں پھر انہی پر فضیلت وتفوق کا دعوی بھی کرتے ہیں۔

☆وہ بیک وقت متعدد اور متنوع دعاوی کے مدعی ہیں

☆گذشتہ انبیاء اللہ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وارد آیات کو بے دریغ اپنی ذات کی طرف منسوب کر کے تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں

☆گذشتہ انبیاء علیہم السلام ،حضرت خاتم النبیین ،صحابہ کرام ،اہل بیت عظام

،امہات المؤمنین ،خلفائے راشدین ،حسنین رضی اللہ عنہما ،حضرت فاطمۃ الزہراء پر فضیلت تو کیا انکی شان میں اہانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔

☆شروع میں پیش گوئیوں کا سہارا لیتے ہیں۔جب پیش گوئیاں غلط ثابت ہوتی ہیں تو اس میں تاویلات کرنے لگتے ہیں ،یا اسی شخص کی جسے ڈراتے ہیں چاپلوسی کرنے لگتے ہیں۔

☆نصوص شرعیہ میں تاویلات رکیکہ تو ان کا اور ان کے اعوان وانصار کا محبوب مشغلہ ہے۔وہ مفاہیم شریعت جوامت مسلمہ کے ہاں چودہ صدیوں سے مسلم ہیں انہیں بے سند جدید مطالب دے کر الحاد فی آیات اللہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

☆ان کا اسلوب دعوت ہرگز ہرگز انبیاء اللہ والا نہیں ہے

یہ نرالی نبوت کا عجیب مخمصہ ہے۔ان تمام حقائق کا آپ آئندہ صفحات میں مشاہدہ کریں گے اور خود فیصلہ کریں کہ اس نرالی نبوت کا باعث کیا اور بھیجنے والا کون تھا؟

علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مرزا صاحب کی اس نرالی نبوت کے بارے میں لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء آئے وہ تشریعی ہوں یا غیر تشریعی ،ان میں اتحاد نوعی تھا۔مرزا غلام احمد اپنے دعاوی کے اندھیرے میں ان میں کسی

صف میں نظر نہیں آتے ۔ نبوت کی اس نئی نوع کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں ملتا ۔ معاملہ یہیں تک رہتا تو شاید شطیحات کی کوئی اور نوع سامنے آجاتی لیکن افسوس صد افسوس قادیانی مبلغین ہر کہ وہ اس نئی نبوت کے اثبات کے لئے ان آیات واحادیث کے درپے ہوئے جن میں پچھلی نبوتوں کے حاملین کے تذکرے اور بیانات تھے دعوے ایک بالکل جدی قسم کی نبوت کا اور دلائل ان نبوتوں کے جو قرون متطاولہ میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئیں یہاں تک کہ ان سب کے خاتم دنیا میں تشریف لائے اور نبوت کا سلسلہ جو حضرت آدم سے چلا تھا اپنی شان سے تکمیل کو پہنچ گیا۔ مرزا غلام احمد کی نبوت بالکل ایک جدی قسم کی نبوت ہے جس طرح مرزا بشیر الدین محمود کی نبوت اس سے بھی آگے ایک اور قسم کی خدا سے ہمکلامی تھی۔

مرزا بشیر الدین محمود نے کہا تھا:

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالی نے مجھے بتا دیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں (الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء)

یہاں میاں صاحب اپنے لئے وحی کے مدعی ہیں ۔ ہمیں اس وقت میاں صاحب کی نبوت سے بحث نہیں ، ہم یہاں صرف مرزا غلام احمد کی نبوت پر بحث کر رہے ہیں

جس نبوت کے مرزا صاحب مدعی ہیں۔اس کے امتیازی خطوط یہ ہیں:

ا۔تدریجی نبی

مرزا صاحب مختلف دعوؤں سے گزرتے ہوئے یہاں تک کہ اپنی پہلی تحریروں کو منسوخ کرتے ہوئے تدریجا مقام نبوت پر آئے۔پہلے نبیوں میں کوئی ایسا نہیں گزرا جس نے پہلے اور دعاوی کئے ہوں اور پھر نبی بنا ہو۔

ا۔مشتبہ نبی

پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے بارے میں اس کے پیرو اس مسئلہ پر دو پارٹیوں میں بٹ گئے ہوں کہ اس کا اصل دعوی کیا ہے اور یہ کہ وہ نبی تھا یا نہیں؟

۳۔غلام نبی

پہلے نبیوں میں کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس نے خدا کے نام پر کسی کافر حکومت کی ماتحتی کو سایہ رحمت خیال کیا ہو اور اس کے احسانات سے اپنے کام کو آگے بڑھایا ہو اس کی ظل حمایت اپنی آسمانی کاروائی کی ہو۔

۴۔جھوٹا نبی

اب تک کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس کی وہ پیش گوئیاں جو اس نے اپنے دعوی کے صدق کے لئے بطور دلیل پیش کی ہوں اور بار باران پر تحدی کی ہو جھوٹی نکلی ہوں اور پھر

بھی وہ اپنے دعوے پر قائم رہے اور ان میں پیش گوئیوں پر شرطیں لگاتا جائے۔

۵۔ انگریزی نبی

اب تک کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جو لوگوں کو گورنمنٹ کے حکم سے اپنی نبوت کے نشان دکھائے۔ معجزہ خدا کا فعل ہے اور خدا کسی گورنمنٹ کے حکم کے ماتحت نہیں ہے پھر وہ ایک غیر مسلم گورنمنٹ کے ماتحت کیسے ہوسکتا ہے۔

یہ وہ پانچ وجوہ ہیں جو اب تک کسی پہلی نبوت میں وحی تشریع کے ساتھ ہو یا وحی غیر تشریع کے ساتھ نہیں پائے گئے۔ سو مرزا غلام احمد کی نبوت بالکل ایک جدی قسم کی نبوت ہے جسکا پہلی نبوتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ نبوت کی ایک بالکل نئی نوع ہے جو نہ کبھی پہلے پائی گئی اور نہ کبھی آئندہ پائی جائے گی، مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ اس نبوت کے لئے ایک میں مخصوص کیا گیا ہوں۔

مخمصہ کے لئے کچھ تمہید اور تاریخی حقیقت

مرزا صاحب کی نرالی نبوت، ان کے متنوع قسم کے متعدد دعاوی کے مخمصہ پر گفتگو ایک مستقل موضوع ہے مگر اس مخمصہ کو سمجھنے میں تمہید کے طور پر ایک تاریخی حقیقت یاد رکھیں اور وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب پنجاب کے ایک قصبہ قادیان کے رہنے والے

انگریزی سرکار کے وفادار خاندان کے چشم و چراغ تھے، وہ فن کتابت وتحریر اور علمی تدقیقات کے میدان میں کوئی علمی پس منظر نہیں رکھتے تھے، بقول ان کے خود وہ ایک گمنامی کی زندگی گذار رہے تھے، گمنامی سے مقام شہرت کی طرف رخ کرنے اور قادیان سے سیالکوٹ پھر قادیان، وہاں سے دہلی کے سرکاری دربار تک پہنچے اور پہنچانے کا عمل کثیر المقاصد پروگرام کا ایک حصہ ضرور تھا جن کے لئے کی گئی منصوبہ بندی کی کچھ تفصیل معلوم کرنے کے لئے آپ کیلئے علامہ خالد محمود صاحب کا ''ردقادیانیت کے زرین اصول'' (تالیف مولانا منظور چنیوٹی) کے مقدمہ یا علامہ صاحب کی تالیف ''عقیدۃ الأمۃ فی ختم النبوۃ'' کا مطالعہ انتہائی مفید ہوگا۔

تکوینی حکمت

گمنامی اور بدنامی ساتھ ساتھ

مرزا صاحب اپنے پروگرام کو خادم اسلام کے نام سے کرنا چاہتے تھے۔ مطلوبہ اہداف کے لئے کی گئی منصوبہ بندی کا طریقہ کار یہ رہا کہ خوبصورت اور جذاب موضوع کی طے میں رکھ کر بات کریں تا کہ عام لوگوں تک یا سطحی مطالعہ کرنے والے ان کے اہداف سے بے خبر رہیں اور وہ انہیں اسلام کا خادم سمجھیں۔

مگر اللہ کا حکمت اور تکوینی فیصلہ کچھ یوں ہوا کہ اہل علم انکی ذیلی بات یا طے میں مخفی مقصد کو فوراً بھانپ جاتے تھے اور انکی شخصیت اس میدان میں قدم رکھتے ہی علماء کے ہاں مشتبہ ہوگئی اور انہیں خود یا ان کے سرپرستوں کو محسوس ہوئی کہ وہ اپنی شخصیت کی صفائی دیں۔

صفائی اور شبہ ساتھ ساتھ

مرزا صاحب کے بیان صفائی سے ان کا اور ان کے سرپرستوں کا ہدف یہ تھا کہ اس پاک صاف خادم اسلام سے اسلامی مسلمہ اصول اور امت میں رائج صدیوں پرانے عقائد ومفاہیم کی حسب منشاء تشریحات کو مسلم عوام میں پذیرائی دلاسکیں تا کہ امت ،نبوت ،ختم نبوت اور خاتم النبیین جیسی خالص اسلامی اصطلاحات کے معانی ومطالب کی وہ جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ،عہد صحابہ ،تابعین ،تبع تابعین ،حضرات محدثین ومفسرین وعلمائے امت کے ذریعہ امت میں منقول ہوتے چلے آرہے ہیں ان میں تحریف کر کے پیش کرسکیں ،نام دین کا رہے مگر بات الحاد فی آیات اللہ کی ہو، پھر وہ انہی محرف معانی ومطالب کو دنیا کے سامنے پیش کرسکیں ۔صفائی کے اس بیان میں مرزا صاحب نے اپنا وہ ہدف بھی صفائی بیان کے نص میں ذکر کردیا:

نصوص بیان صفائی

مجموعۂ اشتہارات۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول۔از ۱۸۷۸ء تا ۱۸۹۳ء۔

الناشر۔الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلى على رسوله الكريم

ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وأنت خير الفاتحين

ایک عاجز مسافر کا اشتہار قابل توجہ جمیع مسلمانان انصاف شعار وحضرات علمائے نامدار

اے اخوان مؤمنین۔اے برادران سکنائے دہلی ومتوطنان ایں سرزمیں!!! بعد سلام مسنون ودعائے درویشانہ آپ سب صاحبوں پرواضح ہو کہ اس وقت یہ حقیر غریب الوطن چند ہفتے کے لئے آپ کے اس شہر میں مقیم ہے اور اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ملائک کا منکر، بہشت ودوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل ولیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے کلی منکر ہے۔لہذا میں اظہاراً للحق عام وخاص اور تمام بزرگوں کی

خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے، میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔ان سب باتوں کو مانتاہوں جوقرآن اور حدیث کے رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتاہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔

آمنت بالله و ملائكته و كتبه ورسله والبعث بعد الموت و آمنت بكتاب الله العظيم القرآن الكريم واتبعت أفضل رسول الله وخاتم أنبياء الله محمد المصطفى وأنا من المسلمين. وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله. رب احينى مسلماوتوفنى مسلماً واحشرنى فى عبادک المسلمين وأنت تعلم ما فى نفسى ولا يعلم غيرک وأنت خير الشاهدين

اس میری تحریر پر ہر شخص گواہ رہے اور خداوند علیم وسمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتاہوں جس کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور

جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں اور مجھے مسیح بن مریم ہونے کا دعوی نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے۔ جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہت ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے اشد درجہ کی مناسبت رکھتی ہے۔ غرض میں ایک مسلمان ہوں ۔أیها المسلمون أنامنکم و أمامکم منکم بأمر الله تعالی ۔خلاصہ کلام یہ کہ میں محدث اللہ ہوں اور مأمور من اللہ ہوں اور باینہمہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں جو صدیٔ چاردہم کے لئے مسیح ابن مریم کی خصلت اور رنگ میں مجدد دین ہو کر رب السماوات والارض کی طرف سے آیا ہوں۔ میں مفتری نہیں ہوں وقد خاب من افتری۔ خدا تعالی نے دنیا پر نظر کی اور اس کو ظلمت میں پایا اور مصلحت عباد کے لئے ایک اپنے عاجز بندہ کو خاص کر دیا۔ کیا تمہیں اس سے کچھ تعجب ہے کہ وعدہ کے موافق صدی کے سر پر ایک مجدد بھیجا گیا''۔

مرزا صاحب اپنی صفائی ایک اور کتاب میں اہل مکہ اور صلحائے ام القری کے نام خط میں اس طرح کرتے ہیں:

وأما ذکر نزول عیسی ابن مریم فما کان

لمؤمن أن يحمل هذا الاسم المذكور فی الأحاديث
علي ظاهر معناه لأنه يخالف قول الله عزو جل ما
كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله
وخاتم النبيين .ألا تعلم أن الرب الرحيم المتفضل
سمى نبينا صلى الله عليه وسلم خاتم الأنبياء بغير
استثناء وفسره نبينا فی قوله لا نبی بعدی ببيان
واضح للطالبين .ولو جوزنا ظهور نبی بعد نبينا صلی
الله عليه وسلم لجوزنا انفتاح باب وحی النبوة بعد
تعليقها وهذا خلف كمالا يخفى علي المسلمين
.وكيف يجیء نبی بعد رسولنا صلى الله عليه وسلم
وقد انقطع الوحی بعد وفاته وختم الله به النبيين
انعتقد بان عيسى الذی انزل عليه الانجيل هو خاتم
الأنبياء لا رسولنا صلى الله عليه وسلم

اور جو عیسیٰ کے نزول کا ذکر ہے کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ
ان احادیث میں مذکور اس نام کو ظاہری معنوں پر محمول کرے
کیونکہ وہ خدا کے اس قول کے مخالف ہے کہ ”ما کان محمد

أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين''

(یعنی محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ہاں وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کو ختم کرنیوالے ہیں۔کیا تو نہیں جانتا کہ فضل اور رحم کرنے والے نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بغیر کسی استثناء کے خاتم انبیاء رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لانبی بعدی سے طالبوں کے لئے بیان واضح سے اس کی تفسیر کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں،اور اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے ظہور کو جائز قرار دیں تو ہم وحی نبوت کے دروازہ کے بند ہونے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے جو بالبداہت باطل ہے۔جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں اور ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی آ کیسے سکتا ہے جبکہ آپکی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی ہے اور اللہ نے آپؐ کے ذریعہ نبیوں کا سلسلہ ختم کردیا۔کیا ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ عیسی جس پر انجیل نازل ہوئی تھی خاتم انبیاء ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ہم یہ اعتقاد رکھیں

(حمامۃ البشری إلی اہل مکۃ وصلحاء ام القری ۔لحضرۃ احمد المسیح

الموعود والمہدی المعہود ۔الطبعۃ الأولی فی رجب ۱۳۱۱ھ

مرزا قادیانی اپنی کتاب ازالۃ الأوہام میں لکھتے ہیں:

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز قرار نہیں

رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط

جبرئیل ملتا ہے اور بابِ نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود

ہے

(ازالہ اوہام طبع دوم ص ۳۸۱)

ایک اور جگہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں

ختمیت نبوت یعنی یہ کہ سلسلہ خلافت محمدیہ میں اب کوئی بھی نیا یا

پرانا زندہ موجود نہیں اور تمام سلاسل نبوتوں بنی اسرائیل کے

ہمارے حضرت پر ختم ہو چکے ہیں ۔اب کوئی نبی نیا یا پرانا اسرائیلی

بطور خلافت بھی نہیں آسکتا

(دافع البلاء ص ۱۹ مطبوعہ سیالکوٹ)

ایک اور مقام پر مرزا قادیانی کا اقرار ملاحظہ فرمائیں:

آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الأنبیاء نہیں ٹھہر سکتے

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۴)

صفائی کے اس بیان میں بھی مرزا صاحب مسلم امت کے متفقہ عقیدہ حضرت عیسی کی دوبارہ آمد پر ضرب لگا رہے ہیں، وہ عقیدہ ختم نبوت کو اس زور سے بیان کرر ہے ہیں کہ لوگ انہیں خادم اسلام سمجھیں مگر دراصل وہ حضرت عیسی کی دوبارہ آمد کو اس کے منافی قرار دینا چاہتے ہیں۔ غرض ان کی تحفظ عقیدۃ ختم النبوۃ نہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کا انکار ہے تا کہ وہ اپنے مسیح موعود کا راستہ ہموار کرسکیں۔

پیچ دار نبوت

مرزا صاحب کی یہ انوکھی نبوت پیچ دار نبوت بھی ہے۔ وہ اس معنی میں کہ وہ کسی ایک اسلامی مفہوم کا عنوان باندھ کر، اس پر زور دے کر ایک دوسرے اسلامی مفہوم کو ہٹ کرتے ہیں۔

جیسے کہ گذشتہ صفحات میں صفائی کے بیان میں وہ ختم نبوت پر زور دیکر اور ختم نبوت

کے نام سے حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کا انکار کر رہے ہیں، بالکل اسی طرح آپ مشاہدہ کریں گے کہ اسی طرح عظمت خاتم النبیین کے نام سے وہ اپنی نرالی نبوت کا کس طرح استدلال کرتے ہیں، اس طرح کہ دیگر انبیاء کی طرح صرف صحابی اور تابعی اور صالح امتی پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ وہ نبوت تک بھی پہنچیں۔ یہ طریقہ کار مرزا نے کیوں اختیار کیا اس لئے کہ خادم اسلام کا نام بھی برقرار رہے اور تحریف فی الدین اور الحاد فی آیات اللہ اور احکام شریعت میں ترمیم کا ہدف بھی پورا کرتے رہیں۔

یہاں مثال کے طور پر ہم آپ کو ان کے طریقۂ واردات بتلاتے ہیں کہ وہ کس طرح حضرت ہوشیاری سے مسیح علیہ السلام کو راستے سے ہٹا کر خود کے لئے راستہ صاف کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

> قرآن شریف میں مسیح بن مریم کے دوبارہ آنے کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ لیکن ختم نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے

اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس

کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ نبوت کا جاری

کر دیا جائے ۔ کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی

بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔

(ایام صلح ۱۴۶)

علماء کرام کو الحمدللہ روزِ اول سے ہی ان کی اس طے وار، پیچ دار اور مشتبہ نبوت کا علم ہو گیا تھا۔ مسلم عوام بھی ان کے اس طریقۂ واردات سے مرزا صاحب کی اس پیچ دار نبوت سے خوب آگاہ ہو چکے ہوں گے۔

www.OnlyOneOrThree.com
www.TheedYaTashees.com

مبحث ثالث

قادیانیت کیلئے لمحات فکریہ

www.Only1Or3.com
www.TOheedOrTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

☆لمحہ۔۱: مفید مشورہ

☆لمحہ۔۲: عجیب روش

☆لمحہ۔۳: اہداف اور حصول اہداف کا طریقۂ کار

☆لمحہ۴: متنوع تناقضات

☆لمحہ۔۵: عجیب وغریب نبوت اور نرالے تناقضات

☆لمحہ۔۶: حیلوں سے اثبات نبوت

☆لمحہ۔۷: نرالے نبی کا نادر تناقض

☆لمحہ۔۸: مقدس شخصیات اور مقدس مقامات کے ساتھ غیر مناسب رویہ

☆لمحہ۔۹: متعدد و متنوع دعاوی

قادیانی حضرات کے لئے لمحات فکریہ

حضرت خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے اور ان کے بعد کسی بھی شخص کے (وہ مرزا غلام احمد ہوں یا کوئی اور) ادعائے نبوت کے درست نہ ہونے کو قرآن وسنت سے بیان کرنے سے پہلے ہم اس فصل میں قادیانی حضرات سے کہنا چاہیں گے کہ وہ مرزا صاحب کی عام سیرت وکردار کے موضوع میں غور کرنا اگر پسند نہیں کرتے کہ کہیں مرزا صاحب کی نبوت ضائع نہ ہو جائے، تو جس نبوت کو بچانے کے لئے آپ ہماری اس دعوت کو قبول کرنے سے احتراز کرتے ہیں تو چلیں ان کی ذاتی سیرت کے مطالعہ کے بجائے آئندہ صفحات کا آپ بنظر غائر مطالعہ کرلیں۔

یہ لمحات فکریہ آپ کو مفید مشورہ، امت اور متنبی کی عجیب روش، مرزا کے طریقہائے واردات، ان کے نرالے تناقضات اور عجیب وغریب تعلیمات پر مشتمل ہیں۔

یہ فکر کرنے کے ایسے مواقع ہیں جس سے قادیانیت کو انکار ہو ہی نہیں سکتا کہ ایسا مجموعۂ معلومات کسی برحق نبی اللہ کی تعلیمات کہلاسکتی ہیں۔ غور کرلیں، فکر کرلیں۔

گذارش صرف یہ ہے کہ آپ راہِ حق کے متلاشی اور طالب بن کر تعصب کی عینک اتار کر بغور مطالعہ کریں، شائد حق تعالیٰ شانہ ہدایت میسر فرمادیں۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

لمحہ۔ا

قادیانی حضرات کو مفید مشورہ

www.Only1Or3.com
www.ToheedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

قادیانی حضرات کے لئے مفید مشورہ

دلائل وضروریات وشرائط سے عاری نبوت کے مدعی مرزا غلام احمد قادیانی کے وہ دعاوی جن کی رو سے وہ ایک امت کو تشکیل دے کر خود اوران کی امت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اوران کی امت سے نہ صرف علیحدہ ہو گئے بلکہ علیحدہ ہونے کے خود مدعی بنے۔ان دعاوی پر کچھ نقاش کے عنوان سے ان حضرات کی خدمت میں گذارش کرنا چاہیں گے جو اپنی کم علمی، خاندانی حالات یا مادی مصلحت کا شکار ہو کر سلسلۂ مرزائیہ میں داخل ہو گئے ہیں کہ وہ طلب ہدایت کی نیت سے اولاً قرآن کریم میں بیان کردہ قصص انبیاء کا مطالعہ کریں، خصوصاً وہ آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کو کسی بھی زبان میں پڑھیں، ان کی سیرت کے ہر پہلو میں ان کی خاص شان ان پر ظاہر ہو گی، انہیں انبیاء کرام کی ذوات مقدسہ طاہر ومطہر نظر آئیں گی، ان کی دعوت کا اسلوب خاص ہو گا، یقیناً جو کچھ بھی ہو گا وہ سب مرزا غلام احمد قادیانی کی نرالی نبوت سے الگ ہی ہو گا، اسی طرح وہ قرآن حکیم کے علاوہ بھی کسی زبان میں سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں گے تو ان شاء اللہ اس اکمل واحسن اسوۂ حسنہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطالعہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت

حاصل ہو جانے کے بعد کسی غلام (احمد) کی غلامی انہیں نہ بھائے گی۔

ہمارا مشورہ ہے کہ وہ اپنی پختگی اور دیگر احباب کی اصلاح کی خاطر ہمارے قائم کردہ عنوان ''سیرت انبیاء، سیرت داعی اور کردار مرزا'' ضرور بلاتعصب مطالعہ کریں۔ اگر کوئی صاحب ہمارے اس مشورہ پر عمل نہیں کرتے تو ان آئندہ لمحہ فکریہ کے تحت مذکورہ عناوین کے ذیل میں لکھی گئی سطور کا بغور مطالعہ کریں۔ ان شاء اللہ ان کے لئے انتہائی مفید ہوگا۔

www.OnlyOneOrThree.com
www.TohedYaTaslees.com

لمحہ۔۲

امت کی نبی کے ساتھ

اور

نبی کی امت کے ساتھ

عجیب روش

www.Only1Or3.com
www.TohedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

قادیانی امت کی عجیب روش

نبی کیلئے بانگ دہل ادعاء نبوت کا اعلان، اور اسکے متبعین پر اسکی نبوت کا ہما وقت اقرار واعتراف واجب شرعی ہوتا ہے جیسے کہ ہم مسلمان کھل کر کمال صراحت سے ہما وقت اپنے پیغمبر علیہ السلام کے نام نامی کے ساتھ انکی نبوت و رسالت کا ذکر کرتے ہیں اور ہمیشہ کہتے ہیں:

"محمد رسول الله"

رہی مرزائی امت تو وہ جب اپنے نبی کا نام لیتے ہیں تو کہتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام''

وہ مرزا کو نبی ماننے کے باوجود اسے ''رسول اللہ'' کہنے سے اجتناب کرتے ہیں ۔اس روش سے ان کی غرض عام مخاطبین اور قادیانیت کے بارے میں معلومات نہ رکھنے والوں کو یہ باور کرانا ہوتا ہے کہ یہ لوگ مرزا صاحب کی نبوت کو منوانے پر مصر نہیں بلکہ یہ تو فقط انہیں مصلح امت کے دائرہ تک محدود رکھنا چاہتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اہل اسلام کے ہاں حضرت خاتم النبیین کی رسالت پر ایمان نجات کے لئے ضروری ہے ان کے ہاں بھی نجات کے لئے مرزا صاحب پر اسی طرح ایمان لانا ضروری ہے، پھر جس طرح حضرت خاتم النبیین کے صحابہ کرام ہیں، امہات المؤمنین ہیں، اہل

بیت عظام ہیں ۔قادیانیت کے ہاں بھی متعلقین مرزا کیلئے یہ تمام مناصب اسی طرح موجود ہیں ، بلکہ قادیانیت کے ہاں تو مرزا غلام احمد گذشتہ تمام انبیاء علیہم السلام بشمول حضرت خاتم النبیین ، ان کے صحابہ کرام ، اہل بیت عظام ، اولیاء امت سے افضل ہیں جسکا مشاہدہ آپ خود قادیانی لٹریچر میں کریں گے۔

قادیانی متنبّی کی عجیب روش

ایک طرف قادیانی امت کی اپنے نبی کے بارے روش کہ وہ اسے نبی مان کر بھی نبی کہنے میں شرم محسوس کریں تو دوسری طرف خود انکی متنبّی نے ان سے قبل یہ روش اختیار کی کہ وہ متعدد و متنوع دعووں کو یکمشت اپنی ذات پر منطبق کریں ۔ولی ، مجدد ، ملہم من اللہ ، محدث ، .... نبی ، ظلی نبی ، غیر تشریعی نبی ، مستقل صاحب شریعت نبی۔

ان تمام دعووں کو ایک ذات میں حلول کرنے کی سعی سے مرزا صاحب کی غرض یہ تھی کہ شاید کسی دعوی میں انہیں کامیابی ہو جائے یا کم از کم مخاطبین مخمصہ میں پڑ جائیں کہ کس کس دعوے کا رد کریں یا رد کرنے والوں کے بوجھ کو مزید وزنی کیا جائے حالانکہ شخص واحد کا تعدد ادعاءات بذات خود اسکی تکذیب کی سب سے قوی اور آسان ترین دلیل ہے۔

اللہ تعالی علمائے حق کو جزائے خیر دیں کہ انہوں نے مرزا صاحب کے ایک ایک دعوے کی قلعی کھولی، اسکی شریعت کی جزئی جزئی کے بارے اتنا کچھ تحریر کردیا کہ نہ ان کی نبوت چل سکی، نہ مسیحیت، نہ مہدیت کامیاب ہوسکی۔ دوسری طرف تکوینی طور پر امت کے ان تمام آلام ومصائب میں بھی اضافہ ہوا جو حضرت مسیح اور حضرت مہدی اور انکے آنے سے کم ہونے تھے۔

یہ بھی مرزائی متنبّی کی عجیب روش ہے کہ مرزا صاحب کے دعوے صرف دین اسلام کے عظماء کے نام پر نہ تھے بلکہ انگریزی استعمار کے تحت بسنے والے دیگر مذاہب کے عظماء کے نام بھی اسمیں آتے ہیں، کیونکہ اس طرح وہ تمام مذاہب کے بڑے بن کر تمام امتوں کو استعمار کی پیروی کی رغبت بطور شرعی زعیم بن کر دینا چاہتے تھے۔

لمحہ۔۳

اہداف اور حصول اہداف کا طریقۂ کار

WWW.Only1Or3.com
www.ToheedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

مرزا کا طریقۂ کار (عمومی خاکہ)

ضروریات و شرائط اور اوصاف و خصائص نبوت سے عاری شروع سے ہی پیچ دار مرزا غلام احمد کی نبوت مخمصہ کے اثبات یا تحفظ کے لئے کیا طریقۂ کار اپنایا گیا؟ کس طرح مرزا صاحب نے خود اس کو ثبوت اور اس کے متبعین نے اسے تحفظ فراہم کرنے کی ناکام سعی کی؟ اس امر کو بہت ہی آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

جب ادلۂ شرعیہ مرزا کے نام ونسب اور سیرت و کردار نے ان کے دعاوی مہدیت، مسیحیت اور مسلمات اسلامیہ کے ساتھ مرزا صاحب کا سلوک، نبوت اور دیگر دعاوی میں ان کا ساتھ نہ دیا اور ان دعاوی کے ثبوت کے بغیر وہ اپنے مقررہ اہداف پورے نہ کر سکتے تھے جو انہیں ادعائے نبوت پر اکسانے یا ان کی بعثت کا اصل باعث یا ان کے سرپرستوں کے مقاصد تھے تو مرزا صاحب نے خود اور ان کے مخلص متبعین نے یہ طریقۂ واردات اپنایا کہ:

ا۔ وہ مسلمانوں کے مسلمہ عقائد میں تجدید کے نام سے تحریف کریں اور تحریف کے نشتر سے اسلامی عقائد میں قطع و برید کر کے اپنا راستہ ہموار کرتے چلے جائیں جسکی تفصیل وامثلہ طریقۂ واردات کے مبحث میں ہوگا۔

۲۔ایک عقیدہ کے ضمن میں دوسرے پر خفیہ وار کریں۔

اہل اسلام کے ہاں حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ،حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع ونزول اور انکی حیات ،حضرت مہدی موعود کی ظہور کے بارے ثابت شدہ عقائد جو آغازِ اسلام سے حضرت خاتم النبیین کی زبانِ مبارک سے براہ راست صحابہ کرام نے سنے اور تابعین عظام نے سنائے پھر ائمہ فقہاء، حضرات محدثین ومفسرین اور علمائے امت کے مابین مسلسل متواتر طور پر منتقل ہوتے آرہے تھے اور ہیں، مرزا صاحب اور ان کے اعوان وانصار نے ایک طرف تو انہیں ایسے جدید معانی ومطالب پہنانے کی مکروہ سعی کی جن سے ان کو نبوت ،مسیحیت اور مہدیت کے نام نہاد منصب پر فائز کرنے والوں کے مقاصد حل ہوں اور وہ امت میں تفریق اور مسلمہ عقائد میں تشکیک پیدا کرنے کی ناکام سعی کریں۔

حق تعالی جزائے خیر دیں علمائے حق کو کہ انہوں نے مذکورہ اغراض کے حصول کے لئے انکی کی گئی کوشش کو اللہ کے فضل وکرم سے کامیاب نہ ہونے دیا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ یہی وجہ ہے کہ امت اور متنبی ہر دو کو یہ روش اختیار کرنا پڑی۔

WWW.Only1Or3.com

www.TohedYaTaslees.com

www.OnlyOneOrThree.com

لمحہ۔۴

متنوع تناقضات

پہلا مرحلہ

حضرت خاتم النبیین کے بعد وحی اور نبی ہرگز نہیں

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب وحی کے نزول اور نبوت کے دعوے کی نہ صرف نفی کرتے ہیں بلکہ مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں، اسے ختم نبوت کے منافی قرار دیتے ہیں، اور وحی کے نزول کو ختمیت کی مہر کا ٹوٹنا قرار دیتے ہیں، اور آپ کے بعد نبی نہ ہونے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور نبی آنے کو کسر شان سمجھتے ہیں۔

وہ رقمطراز ہیں:

اے لوگو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو۔ اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے

(آسمانی فیصلہ ص ۲۵)

ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد الرسول کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت پر ایمان

رکھتے ہیں

(اشتہار مرزا قادیانی مؤرخہ شعبان ۱۳۱۴ھ مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۶ ص ۲)

ظاہر ہے کہ اگر چہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لادیں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالی صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل کو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے، یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔

(ازالۃ اوہام ص ۷۷)

آپ کے بعد نبی کا نہ آنا عظمت

اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے نبی کریم کو جو آپ کے بعد کسی

دوسرے کے نبی نہ کہلانے سے شوکت ہے اور حضرت موسی کے

بعد اور لوگوں کے بھی نبی کہلانے سے ان کی کسر شان کیونکہ

حضرت موسی بھی ایک نبی تھے اور انکے بعد ہزاروں اور بھی نبی

آئے تو ان کی نبوت کی خصوصیت اور عظمت کوئی نہیں ثابت ہوتی

، برعکس اس کے آنخضرت صلعم کی ایک عظمت اور آپکی نبوت کا

پاس اور ادب کیا گیا ہے کہ آپ کے بعد کسی دوسرے کو اس نام

سے کسی طرح بھی شریک نہ کیا گیا

(تشحیذ الاذہان قادیانی نمبر ۸ ج ۱۲۔ اگست ۱۹۱۷ء بعنوان محمدی

ختم نبوت کی اصل حقیقت ص ۱۰)

دوسرا مرحلہ

مرزا صاحب نبوت کی طرف تدریجاً بڑھنے لگے

اب مرزا صاحب نبوت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں، ولایت ،مجددیت

اور محدثیت کو سیڑھی بنالیتے ہیں ۔وہ وحیِ ولایت اور ''نبوت بالقوۃ'' کی غیر شرعی اصطلاحات اختراع کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ انبیاء اللہ کا ہرگز یہ راستہ نہیں ہوتا کہ وہ تدریجاً نبوت کی طرف بڑھیں، نئی نئی اصطلاحات ایجاد کریں یا اسلامی مفاہیم کو اپنی منشا کے مطابق معانی ومطالب پہنائیں۔

ولایت، مجددیت کے ساتھ ہی وحی کا ادعاء

ایک وقت میں مرزا صاحب نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے تھے اور ختم نبوت پر ایمان کے مدعی تھے، وہ صرف ولایت ومجددیت کے دعویدار تھے، حالانکہ ان امور کا اعلان نہیں کیا جاتا کہ ہم ولی ہیں یا ہم مجدد ہیں۔

ایک وقت تھا کہ وہ حضرت خاتم النبیین کے بعد وحی کے آنے کو ختم نبوت کے خلاف قرار دیتے تھے مگر بعد میں اسی ولایت کے راستے سے وہ نبوت تک پہنچنا چاہتے ہیں، اس کیلئے وہ وحی ولایت کی اصطلاح ایجاد کرتے ہیں۔

آنحضرت کے بعد مدعی نبوت پر لعنت

وحی ولایت کی اصطلاح

وہ لکھتے ہیں:

ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جوزیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو

ملتی ہے، اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑتا ہے، غرض نبوت کا دعوی اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعوی ہے۔

(اشتہار مرزا غلام احمد مؤرخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۶ ص ۳۰۲)

وہ کہتے ہیں:

اور خدا کلام اور خطاب کرتا ہے اس امت کے ولیوں کے ساتھ اور انکو انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے مگر وہ حقیقت میں نبی نہیں ہوتے

کیوں کہ قرآن کریم نے شریعت کی تمام حاجتوں کو مکمل کر دیا

(مواہب الرحمٰن ص ٦٦)

تا حال مرزا صاحب محمدی بھی کہلاتے ہیں

اس مرحلے میں وہ کہتے ہیں:

میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں، یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال

سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو

الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے ہیں۔ میں تو محمدی اور

کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانیوں کا نام معجزہ

رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانوں کا نام

کرامات ہے جو اللہ کے رسول کی پیروی سے دئے جاتے ہیں

(جنگ مقدس ص ٦٧)

☆ دیکھیں مرزا صاحب کس طرح ولایت کے مقام کو نبوت تک پہنچنے کے لئے سیڑھی بناتے ہیں، وہ اپنی نبوت کیلئے مسلمانوں کے مسلمہ مفاہیم میں یہ تحریف وتجدید، یا تحریف صرف اپنی نبوت کے ثبوت کی خاطر کرتے ہیں، یہی ان کے نزدیک

www.Only1Or3.com www.OnlyOneOrThree.com www.TolEedyTasleem.com

حصول نبوت کا آسان راستہ ہے، اہل اسلام کو اور مرزائی حضرات کو اسے سمجھنا چاہئے۔

www.Only1Or3.com
www.TohedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

لمحہ۔۵

عجیب وغریب نبوت اور نرالے تناقضات

WWW.Only1Or3.com
www.OnlyOneOrThree.com
WWW.TaheedYaTaslees.com

متناقض نبی

جس طرح اللہ کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا اسکے بھیجے ہوئے نبی کے کلام میں بھی تناقض نہیں ہوتا۔

مرزا صاحب نے نبوت کی غیر شرعی اختراعی اقسام بیان کی ہیں (کیونکہ شریعت اسلام میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا اعتبار نہیں اور بعض اقسام کا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی وجود نہیں تھا، لہذا مرزا صاحب کے تمام شمار کردہ اقسام غیر شرعی ٹھہریں)۔

الغرض مرزا صاحب اپنے لئے ان اقسام نبوت کو اختیار کرنے میں تناقض کا شکار ہیں، جس طرح وہ ایک مرحلے پر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شدت سے کسی بھی نبی کے آنے کے مخالف تھے حتی کہ عیسی علیہ السلام کی آمدِ ثانی کے بھی، اسی طرح وہ اپنے لئے صاحب شریعت نبی ہونے کے بھی مخالف رہے۔

وہ لکھتے ہیں:

> ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید ومولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور

آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت

ہے اور اگر کوئی ایسا دعوی کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود

ہے، لیکن خدا تعالی نے ابتدا سے ارادہ کیا تھا کہ آنخضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کے کمالات معتدبہ کے اظہار واثبات کے لئے کسی

شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت

مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر

نبوت کا رنگ پیدا کر دے، سو اسطرح سے خدا نے میرا نام نبی

رکھا۔ یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہوگئی اور ظلی

طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا تاکہ میں آنخضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے فیوض کا کامل نمونہ ٹھہروں۔

(چشمۂ معرفت ۳۲۴ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

مستقل نبوت سے انکار کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

مگر میں کہتا ہوں کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو

درحقیقت خاتم النبیین تھے، رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے

جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر نبوت ٹوٹتی ہے

کیوں کہ میں بار ہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین

منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء

ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا

نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود

قرار دیا ہے۔پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا

کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر

محمد ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر

نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی

یعنی بہرحال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی۔یعنی جب

کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی

رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلت

میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ

طور پر نبوت کا دعوی کیا

(ایک غلطی کا ازالہ)

پھر اس باب میں بھی وہ تناقض کا شکار یوں نظر آتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں، یعنی باعتبار نئی
شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے اور میں رسول اور نبی
ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے، میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی
شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے

مذکورہ حوالہ جات میں مرزا غلام احمد نے جن باتوں پر استدلال کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔اگر میں دعوی نبوت میں جھوٹا ہوتا تو ادعائے نبوت کے بعد میں بھی ہلاک ہوتا۔مگر ادعائے نبوت کے بعد میرا ہلاک نہ ہونا اس کی سچائی کی دلیل ہے۔

ب۔اگر ادعائے نبوت کے بعد ہلاک صرف تشریعی نبی ہوتا ہے تو میں بھی تو تشریعی نبی ہوں کہ میری شریعت میں امر بھی ہے، نہی بھی ہے اور پھر بھی ہلاک نہیں ہوا جو میرے صدق کی دلیل ہے۔

ج۔نبی کی شریعت میں بالاستیفاء احکام کا نہ ہونا نبوت کے تشریعی ہونے کے

خلاف نہیں ہوتا، کیونکہ بالاستیفاء احکام تو وہ شریعت محمدی بھی نہیں، تبھی تو اجتہاد مشروع ہوا ہے۔

د۔ اجتہاد ہونا بالاستیفاء احکام نہ ہونے کی دلیل ہے۔

ہ۔ جب پہلی تشریعی نبوت کے احکام بعد والی تشریعی نبوت میں پائے جانے سے بعد والی نبوت بھی مستقل اور تشریعی رہتی ہے تو میری نبوت سابقہ شریعت کے احکام پائے جانے سے کیسے غیر تشریعی نبوت ہوگئی۔

یہاں یہ امر قابل غور طلب ہے کہ مرزا صاحب کتنی صراحت سے اپنے مستقل صاحب شریعت نبی ہونے کا اعلان کر رہے ہیں جس پر وہ ایک وجہ سے نہیں بلکہ کئی وجوہ سے استدلال کر رہے ہیں۔

☆ مذکورہ پہلے حوالہ میں مرزا صاحب حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل طور پر نبوت اور شریعت کا صاف طور پر اس کے بعد انکار کرتے ہیں، انکی مہر خاتمیت کو توڑنے کی ناکام جسارت کرنے والا کس منہ سے اپنے آپ کو وہی خاتم الانبیاء اوان سے علیحدہ نہ ہونے والا، انہیں کا وجود کہتا ہے، نیز اپنی مستقل تشریعی نبوت کو خاتم المرسلین کی تیرہ سو برس بعد دوبارہ بعثت قرار دیتا ہے؟

الحاصل ہمیں ان سطور میں مرزا کے نبوت کے باب میں تناقض کی وضاحت کرنا

مقصود تھا کہ وہ اپنے تشریعی نبی نہ ہونے کے اعلان کے بعد پھر اپنے تشریعی نبی ہونے کے تضاد کا شکار ہوا۔اور اپنے دعوے کے مطابق حضرت خاتم النبیین کے بعد مستقل صاحب شریعت نبی ہونے کا مدعی ہے۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی جب شریعت محمدیہ کے بعد وہ اپنے اور اپنی امت کے لئے مستقل شریعت کا مدعی ہے تو اس صورت حال میں اسکا اپنے آپ کو شریعت محمدیہ کا متبع کہنا یہ اسکا ایک دوسرا تضاد ہے۔

متناقض امت

نبی اور شریعت کے مستقل ہونے سے کوئی بھی امت سابقہ نبی کی امت نہیں کہلاتی۔قادیانیوں کا اپنے آپ کو امت محمدیہ کہلانا جب ان کا نبی مستقل صاحب شریعت ہے تو یہ پوری امت مرزائیہ کا تناقض وتضاد کا شکار ہونا ہے۔

تناقض

اہدنا الصراط المستقیم سے نبوت کے لئے دعا کرنا غلط

اہدنا الصراط المستقیم سے نبوت کے لئے دعا نہ کرنا غلط

ایک وقت میں مرزا صاحب إهدنا الصراط المستقيم کی تفسیر میں اس دعاء

سے نبوت کی دعا کرنے کو اس لئے غلط کہتے رہے ہیں کہ نبوت کسبی نہیں وہبی چیز ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

یہاں نبی کا لفظ آجانے سے بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود مقام نبوت بھی اس دعا کے ذریعہ سے مل سکتا ہے اور گویا کہ ہر مسلمان ہر روز بار بار مقام نبوت کو ہی اس دعا کے ذریعے سے طلب کرتا ہے۔ یہ ایک اصولی غلطی ہے ، اس لئے کہ نبوت محض موہبت ہے اور نبوت میں انسان کی جدوجہد اور اس کی سعی کو کوئی دخل نہیں۔ ایک وہ چیزیں ہیں جو موہبت سے ملتی ہیں اور ایک وہ جو انسان کی جدوجہد سے ملتی ہیں۔ نبوت اول میں سے ہے پس مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے۔

نزول وحی اور آمد جبریل مستلزم محال، پھر اسکا جواز

مرزا صاحب مسلمانوں کے سامنے اپنے صفائی کے بیان میں وہ اپنی دیگر تحریروں میں یہ کہتے ہیں:

یہ بات مستلزم محال ہے کہ حضرت خاتم النبیین کے بعد پھر جبریل

علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمیں پر آمد ورفت شروع

ہوجائے اور ایک نئی کتاب اللہ مضمون میں قرآن شریف سے

توارد رکھتی ہو پیدا ہوجائے اور جو مستلزم محال ہو محال ہوتا ہے

(ازالۃ الاوہام ۲۹۔ دافع البلاء ص ۱۹)

نیز کہتے ہیں:

اے لوگو! مسلمانوں کی ذریت کہلانے والوں دشمن قرآن نہ بنو

اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا

سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے

(آسمانی فیصلہ۔ کتاب البریہ۔ حاشیہ تبلیغ رسالت)

مستلزم محال کا جواز۔ باپ اور بیٹے کی زبانی

یہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ عقائد کا باب ایسا ہے جسمیں ہرگز تبدیلی نہیں ہوتی ۔یہ نہیں ہوتا کہ آج ایک عقیدہ صحیح ہو اور کل باطل ہوجائے یا اس میں تغیر وتبدیلی ہوجائے ۔مگر مرزا صاحب عقائد کے باب میں بھی تبدیلی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ تورات اور انجیل اور

قرآن کریم پر

(اربعین نمبر۴ صفحہ ۲۵)

میں خدا تعالی کے ان تمام الہامات پر جو مجھے ہو رہے ہیں ایسا ہی

ایمان رکھتا ہوں کہ تورات اور انجیل اور قرآن مقدس پر ایمان

رکھتا ہوں

(تبلیغ رسالت ج ۸ ص ۶۴)

میں خدا تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں ان الہامات پر اسی طرح

ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی

دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی

طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر

نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں

(حقیقۃ الوحی ص ۲۱۱)

فرزند مرزا لکھتا ہے:

قرآن کریم اور الہامات مسیح موعود دونوں خدا تعالی کے کلام ہیں

www.Only1Or3.com www.OnlyOneOrThree.com www.TohfaEdTasleem.com

۔دونوں میں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔اس لئے مقدم رکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا....حدیث تو بیسیوں راویوں کے پھیرے سے ہمیں ملی ہے اور الہام براہ راست۔اس لئے (مرزا صاحب کا) الہام مقدم ہے نہ اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے معتبر ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے راویوں سے معتبر ہیں۔مسیح موعود سے جو باتیں ہم نے سنی ہیں وہ حدیث کی روایت سے معتبر ہیں کیونکہ حدیث ہم آنحضرت صلعم کے منہ سے نہیں سنی۔سچی حدیث اور مسیح موعود کا قول مخالف نہیں ہو سکتے (مرزا محمود خلیفہ قادیان کا ارشاد۔مندرجہ اخبار الفضل ج ۲ نمبر ۱۳۳)

جبریل کا آنا محال، پھر بار بار آنا شروع

حضرت (مرزا) صاحب کے پاس نہ صرف ایک بار جبرئیل آیا بلکہ بار بار رجوع کرتا تھا اور وحی خداوندی لاتا رہا۔قرآن میں نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے واسطے سے ثابت ہے.....ورنہ دوسرے انبیاء کے واسطے

جبرائیل کا نزول روئے قرآن شریف ثابت نہیں

(رسالہ احمدی نمبر ۵۔۶۔ ۱۹۱۹ء ص ۳۰۔قاضی محمد یوسف)

جبرئیل ہی آئیل

جائنی ائیل و اختار. وادر اصبعه واشار. إن وعد

الله انی فطوبی لمن وجد ورائی

یعنی میرے پاس آئیل آیا (اس جگہ خدا تعالی نے جبرئیل کا نام

رکھا ہے اس لئے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔حاشیہ) اور اس نے

مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا تعالی

آ گیا۔پس مبارک وہ جو اس کو پاوے اور دیکھے

(حقیقۃ الوحی ص ۱۰۳)

ظل محمد، مگر وحی الگ

خدا تعالی نے حضرت احمد علیہ السلام (مرزا صاحب) کے

بحیثیت مجموعی الہامات کو الکتاب المبین فرمایا ہے اور جدا جدا

الہامات کو آیات سے موسوم کیا ہے۔ حضرت صاحب کو یہ الہام

متعدد دفعہ ہوا ہے۔ پس آپ کی وحی بھی جدا جدا آیت کہلا سکتی

ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے ان کو ایسا نام دیا ہے اور مجموعہ الہامات کو

الکتاب المبین کہہ سکتے ہیں، پس جس شخص یا اشخاص کے نزدیک

نبی اور رسول کے واسطے

کتاب کا لانا ضروری شرط ہے خواہ وہ کتاب شریعت کاملہ ہو

یا کتاب المبشر ات والمنذ رات ہو تو ان کو واضح ہو کہ ان کی اس

شرط کو بھی خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا ہے اور حضرت صاحب کے

مجموعہ الہامات کو مبشرات اور منذرات ہیں الکتاب المبین کی نام

سے موسوم کیا ہے، پس آپ اس پہلو سے بھی نبی ثابت

ہیں۔ولو کرہ الکافرون

(رسالہ احمدی نمبر ۵۔۶۔ ۱۹۱۹ء ص ۴۴۔ قاضی محمد یوسف)

ایک اور جگہ ملاحظہ فرمائیں:

اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے

تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا

(حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

قرآن محمد، قرآن مرزا

اگر حضرت مسیح موعود عین محمد ہیں اور آپ کی بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بعثت ثانی ہے تو حضرت مسیح موعود کی وحی بھی عین قرآن ہونی چاہئے اور جو وحی بھی آپ پر نازل ہوئی وہ قرآن جدید ہے اور قرآن کو جو خاتم الکتب کھا گیا تھا تو اس کا مطلب فقط اس قدر مانا جائے گا کہ اس کتاب کی مہر سے آئندہ خدا کی کتابیں یا دوسرے لفظوں میں قرآن کے مزید حصے نازل ہوا کریں گے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ جو مجموعہ میاں صاحب حضرت مسیح موعود کے الہامات کا اب شایع کرائیں گے اسکا نام بجائے البشری کے قرآن جدید نہ رکھا جائے یا قرآن ہی نام رکھدیا جائے کیونکہ یہ وہی قرآن ہے جو پیرایہ جدید میں جلوہ گر ہوا ہے

نبی نہیں ہوں صرف محدث اور کلیم

☆مرزا غلام احمد قادیانی بصراحت و باصرار اپنے نبی ہونے کی نفی اور صرف محدث اور کلیم ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور غرض تجدید دین بتاتے ہیں کسی نئی شریعت لانے کی نہیں۔ انکا دعوی اللہ کے نام پر ہے۔ وہ یوں رقمطراز ہیں:

میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور کلیم ہوں تا کہ دین مصطفی کی تجدید کروں

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۸۳)

شریعت میں غیر شرعی تصرفات۔ نئے مصطلحات کی اختراع

صرف محدث، نبی بالقوۃ بالفعل نہیں۔ نبوت سے انکار

ا۔ مرزا صاحب بتدریج نبوت کی طرف سفر کرنے لگتے ہیں تو نبی بالقوۃ اور نبی بالفعل کی اصطلاح اختراع کرتے ہیں:

لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا ہے اور کہدیا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا قول قطعاً جھوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ نہیں اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔۔ ہاں میں نے یہ

ضرور کھا ہے کہ محدث میں اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں لیکن

بالقوۃ ، بالفعل نہیں۔تو محدث بالقوۃ نبی ہے اور اگر نبوت کا

دروازہ بند نہ ہو جاتا تو وہ بھی نبی ہوتا۔

(حمامۃ البشری ص۹۹)

۲۔پھر یوں نبوت سے انکار کرتے ہیں:

میں نے ہرگز نبوت کا دعوی نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ

میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے

سمجھنے میں غلطی کی ۔میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں

نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کھا کہ میں محدث ہوں

اور اللہ تعالی مجھ سے اس طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین

سے۔

(حمامۃ البشری ص۹۶)

۳۔خاتم النبیین کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ہمارے سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آ سکتا۔اس شریعت میں

نبی کے قائم محدث رکھے گئے ہیں۔

(شہادت القرآن ص ۸)

اس طرح مرزا صاحب نبوت کی باصرار نفی، صرف محدثیت کا دعوی کرتے ہیں، پھر محدثیت سے نبوت کا تدریجی سفر طے کرنے کے لئے محدث کے مفہوم میں تحریف کرتے ہیں۔

ناقص نبی

مرزا صاحب نے نبوت کے باب میں جن جدید اصطلاحات کو ایجاد کیا ان میں ''نبی بالقوۃ''، ''بالفعل نہیں''، ''برزخی نبی''، ''ایک وجہ سے نبی''، ''مثیل نبی''، ''ایک معنی میں نبی''، ''جزئی نبی''، ''امتی نبی'' کے علاوہ ایک نبوت غیر تامہ جیسی غیر شرعی اختراعات ہیں۔

وہ رقمطراز ہیں:

''محدث'' جو مرسلین میں سے امتی بھی ہوتا ہے اور ''ناقص طور پر

نبی'' بھی۔امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بہ کلی تابع شریعت رسول اللہ

اور مشکوۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے اور نبی اس وجہ

سے کہ خدا تعالی نبیوں سا معاملہ اس سے کرتا ہے۔ محدث کا وجود

انبیاء اور امم میں بہ طور ''برزخ'' کے اللہ تعالی نے پیدا کیا ہے وہ

اگر چہ کامل طور پر امتی ہے مگر ''ایک وجہ سے نبی'' بھی ہوتا ہے اور

محدث کے لئے ضروری ہے کہ وہ ''نبی مثیل'' ہو اور خدا تعالی کے

نزدیک وہی نام پاوے جو اس نبی کا نام ہے۔

(ازالۃ اوہام ص ۵۶۹)

ایک اور مقام پر مرزا صاحب کا بیان مشاہدہ فرمائیں:

ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالی کی طرف

سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک

معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تا ہم

جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام

ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے

ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل

شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے
اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر
فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور
اس سے انکار کرنے والے ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے
اور نبوت کے معنی بہ جز اس کے کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس
میں پائے جاتے ہیں۔
(توضیح مرام ص ۱۱۸)

امت اور نبی کے درمیان برزخی نبی

نبوت کے بارے میں مرزا صاحب کے جدید اختراعات میں سے ایک نئی مصطلح برزخی نبی بھی ہے۔ یعنی وہ جو نبی اور امت کے درمیان برزخ ہو۔ جس کی مثال میں وہ یوں گویاں ہیں:

یہ کہنا کہ نبوت کا دعوی کیا ہے، کس قدر جہالت، کس قدر حماقت
اور کس قدر حد سے خروج ہے۔ اے نادانو! میری مراد نبوت سے
یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل کھڑا

ہو کر نبوت کا دعوی کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔صرف

مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت ومخاطبت الہیہ ہے جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔سو مکالمہ

ومخاطبہ کے

آپ لوگ بھی قائل ہیں۔پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ

لوگ جس امر کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا

نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ولکل أن یصطلح

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

ظلی سلسلۂ نبوت۔مثیل موسیٰ، مثیل عیسیٰ

مرزا غلام احمد قادیانی کی خاص نوعیت کی پیغمبری جسے وہ کئی ناموں سے تعبیر کرتا ہے

۔وہ کہیں تو کہتے ہیں کہ ہزاروں ایسے ہو سکتے ہیں اور کہیں صرف اسے خود تک منحصر کرتے

ہیں۔

جب وہ نبوت کے دروازے کو کھولنا چاہتا ہے تو" اھدنا الصراط

المستقیم" کی دعا سے استدلال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ

اللہ تعالی ایک ظلی سلسلہ پیغمبروں کا اس امت میں قائم کرنا چاہتا ہے، اسے مرزا صاحب کے ہی زبانی سنئے، وہ رقمطراز ہیں:

> اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی ایک ظلی سلسلہ پیغمبروں کا اس امت میں قائم کرنا چاہتا ہے مگر جیسا کہ قرآن کریم میں سارے انبیاء کا ذکر نہیں اور حضرت موسی اور عیسی کا ذکر کثرت سے ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں بھی ''مثیل موسی'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ''مثیل عیسی'' یعنی امام مہدی سب سے عظیم الشان اور خاص ذکر کے قابل ہیں۔
>
> (اخبار الحکم ج ۵ نمبر ۱۰)

لمحہ۔٦

حیلوں سے اثباتِ نبوت

www.Only1Or3.com
www.TohedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

بہانے سے اثبات نبوت

مرزا صاحب کے ہاں اثبات نبوت کے حیلوں میں سے ایک حیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضیلت ثابت کرنے اور ان کی ہتک کے تحفظ کا حیلہ بھی ہے۔ وہ اس حیلے کو بایں طور پر استعمال کرتے ہیں:

میرے نزدیک درود کے ذریعہ دعا سکھانے میں بہت بڑی حکمت ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو یہ دھوکہ لگنے والا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت کو کچھ ملا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت کو نہیں مل سکتا۔ حضرت ابراہیم کے متعلق تو خدا تعالی نے فرمایا تھا کہ ہم تمہاری ذریت میں نبوت رکھتے ہیں مگر مسلمانوں نے یہ دھوکا کھایا تھا کہ امت محمدیہ اس نعمت سے محروم کر دی گئی ہے اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی تھی۔ اس لئے یہ دعا سکھائی گئی کہ جو کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت کو ملا اس سے بڑھکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ملے اور اس میں نبوت بھی آ گئی

۔پس جب کوئی مسلمان درود کی دعا پڑھتا ہے تو گویا یہ کہتا ہے کہ
وجعلنا فی ذریته النبوة کا جو انعام حضرت ابراہیم پر ہوا تھا
وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہو۔پس درود میں یہ دعا کی
جاتی ہے کہ جو کچھ حضرت ابراہیم کی امت کو دیا گیا اس سے
بڑھکر ہمیں دے اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی امت میں جو نبی آئے وہ ابراہیمی سلسلہ کے نبیوں
سے بڑھکر ہو۔ہاں ان میں یہ بھی فرق ہوگا کہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی روحانی ذریت میں نبوت رکھی اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی
جسمانی ذریت میں۔

(درود شریف کی تفسیر۔میاں محمود ص ۱۳۲)

اہم سوال

لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کتنے امتیوں کو اس طرح نبوت ملی؟ یا ان تمام
تاویلات کا مطلب صرف تاج نبوت مرزا صاحب کو ہی پہنانا مقصود ہے؟

بیٹا باپ سے بھی آگے

مرزا محمود ایک سوال کا جواب کچھ اس طرح دیتا ہے:

آپ کا چوتھا سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بعد کوئی اور نبی آئے گا یا آ سکتا ہے مگر کوئی اور نبی نیا مبعوث ہو تو احمدی لوگ اس پر ایمان لائیں گے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بعد نبی آ سکتا ہے، آئے گا کے متعلق میں قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا، ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا نبی آئے گا جب وہ نبی آئے گا اس پر ایمان لانا احمدیوں کے لئے ضروری ہوگا۔

(مکتوب میاں محمود۔ اخبار الفضل ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء)

نبی قرار دینا اسلام کی بیخ کنی

مرزا صاحب کے خصوصی پیروکار اور انکے لاہوری گروپ کے صدر مولوی محمد علی کہتے ہیں:

میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی بیخ کنی ہی

سمجھتا ہوں بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب پر بھی اس سے

بہت بڑی زد پڑتی ہے، اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

نبوت کا دروازہ بند نہیں مانتے تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک

راہ ہے اور تم خطرناک غلطی کے مرتکب ہوتے ہو۔

(خطبہ جمعہ مولوی محمد علی۔ پیغام صلح ج ۲ نمبر ۱۹۔ مورخہ اپریل

۱۹۱۵)

حضرت خاتم النبیین کے بعد اثبات نبوت کا عجیب بہانہ

افضلیت سے خاتمیت پر ضرب لگانا

تمام انبیاء علیہم السلام پر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے مگر مرزائی امت بھی اپنے متنبّی مرزا غلام احمد کی طرح افضلیت کا مدار اسی امر کو مقرر کرتے ہیں جس سے آپ کے اعزاز خصوصی خاتمیتِ رسل پر ضرب لگے۔

نیز نبوت کے اصرار پر فرزند ارجمند کا طرز استدلال بھی وہی رہا کہ اس نے بھی حضرت خاتم الأنبیاء کی افضلیت کا سہارا لیکر خاتمیتِ خاتم الانبیاء پر وار کریں اور مرزا کی

نبوت کو تشکیل دیں۔

مرزا محمود گویاں ہیں:

تعجب ہے کہ ہمارے مخالف کہنے کو تو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں اور یہ کہ امت محمدیہ تمام امتوں پر فوقیت رکھتی ہے مگر وہ عقیدہ رکھتے ہیں جس کے ماتحت نہ صرف امت محمدیہ خیر الامم نہیں کھلا سکتی بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ پر بھی حرف آتا ہے۔ اگر امت موسویہ میں باوجود کمتر درجہ ہونے کے اللہ تعالی کے انبیاء آسکتے ہیں تو کیوں امت محمدیہ میں ضرورت کے وقت نبی نہیں آسکتے۔ حق یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور امت محمدیہ کی فوقیت اسی میں ہے کہ ضرورت کے وقت امت محمدیہ میں نبی پیدا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہو کر بنی اسرائیل کے نبیوں سے بڑھ کر ہوں تاکہ معلوم ہو کہ جس کے خادم ایسے ہیں انکا آقا کس شان کا مالک ہے۔

(اخبار الفضل نمبر ۵۰ ج ۱۹ مؤرخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

نبوت کا دروازہ کھلا ہے

فرزند مرزا اپنے والد سے ایک قدم آگے بڑھ اس سے آگے بڑھتے ہوئے فرزند مرزا کہتے ہیں:

جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں صرف ''محدثیت'' ہی جاری نہیں بلکہ اس سے اوپر نبوت کا بھی سلسلہ جاری ہے.... پس یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے ...اور جب کہ نبوت کا دروازہ علاوہ محدثیت کے امت محمدیہ میں کھلا ثابت ہوگیا تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مسیح موعود نبی اللہ تھے۔

(حقیقۃ النبوۃ ۲۸۸)

کیا نبوت کے بند دروازے کو کھولنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کی مہر کو توڑنے کے بعد بھی کوئی شخص امت محمدیہ میں رہ سکتا ہے؟

مرزا کا خودساختہ مفروضہ گھٹیا نبی، پھر خود ہی ردّ

نبوت جیسے بلند و برتر اور ربانی انعام کو "ناقص"، "غیر تام" یا "گھٹیا" جیسی صفات سے موصوف کرنے کا تصور بھی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔

مرزا کو یہ بھی علم تھا کہ مسلمان اس کی نبوت کی حقیقت سے آگاہ ہیں لہذا اسے نبوت ناقصہ، غیر تامہ سے تعبیر کرتا تھا، مرزا صاحب نے اس خیال سے کہ اس کی اس گھٹیا دعوت کو لوگ "گھٹیا نبوت" سے تعبیر نہ کریں اور مرزا کو "گھٹیا نبی" نہ کہیں اس نے خود ہی ایک مفروضہ قائم کر لیا پھر اس کا یوں رد کیا:

> یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ "ظلی" یا "بروزی" گھٹیا قسم کی نبوت ہے۔ یہ محض نفس کا ایک دھوکا ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں ...وہ نادان جو مسیح موعود کی ظلی نبوت کو ایک گھٹیا قسم کی نبوت سمجھتا ہے یا اس کے معنی "ناقص نبوت" کے کرتا ہے وہ ہوش میں آوے اور اپنے اسلام کی فکر کرے کیونکہ اس نے اس نبوت کی نشان پر حملہ کیا ہے جو تمام نبوتوں کی سرتاج ہے، میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ٹھوکر لگتی ہے اور

کیوں بعض لوگ آپ کی نبوت کو "ناقص" سمجھتے ہیں کیونکہ میں

تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ آنحضرت صلعم کے بروز ہونے کی وجہ

سے "ظلی نبی" تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بلند ہے

(کلمۃ الفصل۔مرزا بشیر احمد)

ظلم

کتنے ظلم کی بات ہے کہ مرزائی اپنی گھٹیا نبوت کے انکار پر مسلمانوں کو نادان، دھوکا کھانے والے اور اسلام سے نکل جانے کی دھمکی دیتے ہیں مگر خود خاتم النبیین کے بعد ادعائے نبوت، خاتم النبیین کی خاتمیت کے انکار کے بعد بھی نہ صرف اپنے ایمان کی فکر نہ کرے بلکہ بقول ایں مرزا کے باپ کی اپنی "ناقص"، "غیر تام"، "گھٹیا"، "ظلی" "بروزی"، "برزخی" نبوت کو تمام نبوتوں کا سرتاج کہے۔

دھوکا مسلمانوں کو لگا یا مرزائیوں کو؟ اسلام مسلمانوں کا چھینا گیا یا مرزا کی امت کا؟ یہ فیصلہ وہ خود کرلیں یا ہر انصاف پسند ذی عقل وشعور۔

طرز استدلال

مرزا صاحب کی نبوت جس انداز کی تھی انکا اپنی نبوت پر استدلال بھی اس طرح

کا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

موسیٰ اور عیسیٰ کی نبوت کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں سوائے اس
کے کہ اللہ کے کلام نے ان کو بطور نبی کے پیش
کیا ہے۔ پس جب اسی خدا کے کلام (یعنی مرزا صاحب کی
وحی) میں مسیح موعود کو کئی دفعہ نبی کے نام سے پکارا گیا ہے تو ہم
کون ہیں کہ اس کی نبوت کا انکار کریں
(کلمۃ الفصل۔ صاحبزادہ بشیر احمد)

دھوکے میں کون؟

جب مرزا کی نبوت بقول ان کے ناقص تھی تو اسے انبیاء اللہ کی نبوتوں کے معیار پر لانا کہ وہ واجب الاتباع ہو، اسکا اعتراف کیا جائے، اسکا انکار کفر اور ماننا ایمان ہو۔ یہ وہ سب دھوکے ہیں جو مرزائیوں کو لگے یا مرزا صاحب اس میں پڑ گئے، دیکھئے کہ متنبی قادیان کا اپنا بیٹا خود کتنے بڑے دھوکے میں ہے:

میں حضرت مرزا کی نبوت کی نسبت لکھ آیا ہوں کہ نبوت کے
حقوق کے لحاظ سے وہ ایسی ہی نبوت ہے جیسے اور نبیوں کی

صرف نبوت کے حاصل کرنے کے طریقوں میں فرق ہے

۔ پہلے انبیاء نے بلاواسطہ نبوت پائی اور آپ نے بالواسطہ

(القول الفیصل ص ۳۳۔ مرزا محمود احمد)

کسقدر جسارت ہے

جوں جوں مرزا صاحب کے نبوت کے ولولے میں جان پڑتی گئی اور اپنے دوستوں کی سرپرستی اور اعانت میں اضافہ ہوتا گیا انکی جرأت بھی بڑھتی گئی۔ ایک وقت آیا کہ وہ نہ صرف اہدنا الصراط المستقیم سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنے لگے بلکہ عقیدہ ختم نبوت کو عقلاً ونقلاً غیر درست اور ضرورت کے وقت نبی نہ آنے کو غلط قرار دینے لگے بلکہ ان کے نزدیک اسلام ایک مردہ دین ہوگیا اور مسلمان لعنتی امت ہوگئے (معاذ اللہ)

اھدنا الصراط المستقیم اور اجرائے نبوت

مرزا صاحب رقمطراز ہیں:

اپنے تئیں صرف ظاہری صورت میں اسلام سے دھوکا مت دو اور خدا کے کلام کو غور سے پڑھو کہ وہ تم سے کیا چاہتا ہے۔ وہ وہی امر

تم سے چاہتا ہے جس کے بارے میں سورۃ فاتحہ میں تمہیں دعا
سکھلائی گئی ہے یعنی یہ دعا کہ اهدنا الصراط المستقیم
صراط الذین أنعمت علیهم پس جب خدا تمہیں یہ تاکید
کرتا ہے کہ پنج وقت یہ دعا کرو کہ وہ نعمتیں جو نبیوں اور رسولوں
کے پاس ہیں وہ تمہیں بھی ملیں۔ پس تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے
ذریعہ کے وہ نعمتیں کیوں کر پاسکتے ہو۔ لہذا ضروری ہوا کہ تمہیں
یقین اور محبت کے مرتبے پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً
بعدوقت آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ۔ اب کیا تم خدا تعالی
کا مقابلہ کروگے اور اس کے قدیم قانون کو توڑوگے؟

(مرزا غلام احمد کا لیکچر سیالکوٹ ص ۲۲)

ضرورت کے وقت نبی نہ آنا عقلاً ونقلاً غیر درست

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

پس نبوت جب کہ رحمت الٰہی ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ
تعالی اپنی سنت میں تبدیلی نہیں کیا کرتا تو عقلاً اور نقلاً کسی شخص کے

لئے یہ کہنا جائز نہیں کہ ضرورت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

افسوس ہے کہ غیر احمدی علماء جن غلطیوں میں پڑ گئے ان میں سے

ایک اہم ترین غلطی یہ ہے کہ انہوں نے خیال کرلیا کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت خدا تعالیٰ نے بند کر دیا اور اب

خواہ کتنی ضرورت داعی ہو کوئی

نبی اس کی طرف سے مبعوث نہیں کیا جا سکتا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین سمجھتے ہوئے کیوں اس

افسوسناک غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں

(اخبار الفضل ج۲۱ نمبر۱۳۳)

مرزا کے ہاں اسلام مردہ دین

مسلمان صرف قصہ گو اور سچے خواب چوہڑے اور چمار کو بھی آئیں اور وہ

نبی۔ ملاحظہ فرمائیں:

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ

ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے
ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی
یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے، کس لئے اس کو دوسرے
دینوں سے بڑھکر کہتے ہیں، آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہئے
۔صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں کہ یہ تو چوہڑے چماروں
کو بھی آجاتے ہیں۔ مکالمہ مخاطبہ الہیہ ہونا چاہئے اور وہ بھی ایسا
کہ پیش گوئیاں ہوں... ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی
ہے اور اللہ تعالی کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے
ہیں ۔اسی لئے ہم نبی ہیں، امر حق کے پہچانے میں کسی قسم کا
اخفا نہ رکھنا چاہئے

(حقیقۃ النبوۃ ۲۷۲)

مسلمان لعنتی امت

مرزا صاحب امت مسلمہ کو لعنتی امت کہتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے اس

کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ کے بعد دروازۂ مکالمات
ومخاطبات الہیہ کا بند ہے۔ اگر یہ معنی ہوتے تو یہ امت ایک ''لعنتی
امت'' ہوتی جو شیطان کی طرح ہمیشہ سے خدا سے دور مہجور ہوتی
بلکہ یہ معنی ہیں کہ براہ راست خدا تعالیٰ سے فیض وحی پانا بند ہے
.....یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے
بند ہو گیا۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ ۱۸۳۔۵)

لمحہ۔ ے

نرالے نبی کا نادر تناقض

www.Only1Or3.com
www.OnlyOneOrThree.com
www.TohedaTaslees.com

نرالے نبی کا نادر تناقض

جملہ بنی نوع انسان اور مذاہب عالم کے پیرو اس بات پر متفق ہیں کہ ان کے سلف جنکی پیروی کے وہ مدعی ہیں اور انکی طرف انکی دینی نسبت ہے وہ انکی عظمت کو ہرگز نہیں چھو سکتے۔ ان کی عظمت کے اعتراف کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ ہرگز ان پر برتری، تفوق یا مقام فضیلت حاصل نہیں کر سکتے، پھر وہ اپنے کسی قول یا فعل سے انکی توہین کو بھی روا نہیں رکھتے خصوصاً مسلمانوں کے ہاں تو یہ مسلمہ ایمانی حقیقت ہے اور یہ انکا اجماعی عقیدہ ہے کہ ان میں سے کوئی کسی بھی زمانے میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

☆ کوئی امتی کسی نبی کے مرتبہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام حضرت خاتم النبیین اور آپ کے صحابہ کرام کے مقامات عالیہ کا تقدس۔ مسلمانوں کے ہاں مسلم و محقق امر ہے، کوئی مسلمان چاہے وہ کسقدر کوتاہ عمل ہو ان حضرات کی محبت وعظمت سے اس کا دل لبریز ہوگا، وہ ان کی عظمت کا قائل ہوگا، ان پر تفوق وافضلیت کا تصور بھی نہیں کر سکتا، رہا ان کی اہانت تو اہل ایمان تو درکنار کوئی بھی اہل عقل انسانی فرد اس جرم شنیع کی جسارت نہیں کر سکتا۔

☆اہل اسلام کے ہاں تو نہ ہی کوئی غیر صحابی عبادت وریاضت سے کسی صحابی کے مقام کو پا سکتا ہے مگر جب مرزا صاحب کو دیکھا جائے تو وہ اس جہت میں انتہائی نادر تناقض کا شکار ہیں ۔ایک طرف وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مکتسب ہونے کا اقرار کرتے ہیں ،وہ حضرت عیسی اور حضرت موسی علیہما السلام سے مشابہت کی وجوہ بیان کرتے ہیں مگر انکی اس عظمت کے اعتراف کے بعد وہ ان پر تفوق کا دعوی بھی کرتے ہیں اور اس سے بڑھکر جرم یہ کہ وہ متعدد طرق سے ان کی اہانت کے بھی مرتکب ہوتے ہیں ۔یقیناً یہ تضاد مرزا صاحب ہی کی ذات کا خاصہ ہے۔

اقرار فضیلت سید المرسلین

مرزا صاحب کہتے ہیں:

وانزل الله على فيض هذا الرسول فأتمه وأكمله وجذب الله لطفه وجوده حتى صار وجودى وجوده فمن دخل فى جماعتى دخل فى صحابة سيدى خير المرسلين

اللہ تعالی نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا اور اس کو کامل بنادیا اور اس نبی کے لطف وجود کو میری طرف

بھیجا یہاں تک کہ میرا وجود اسکا وجود ہو گیا پس جو میری جماعت

میں داخل ہوا درحقیقت وہ آقائے خیر المرسلین کے صحابہ میں

داخل ہو گیا۔

نادر تناقض میں تدریجی اسلوب

عظمائے دین کی طرف نسبت کے بعد متبعین نہ صرف انکی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ وہ انکے مقام عظمت کا تحفظ بھی کرتے ہیں۔ان سے بیزاری کا دعوی انہیں ہرگز زیب نہیں دیتا۔ان پر تفوق اور ان سے افضلیت متبعین یا مطیعین کا طریقہ نہیں ہوتا، رہا انکی اہانت تو اسکا ارتکاب انکے حاشیہ تصور میں بھی نہیں آسکتا۔اتباع،اطاعت یا انکی طرف نسبت کے بعد یہ تمام امور انکی طرف نسبت کے منافی ہوتے ہیں، کسی متبع یا مطیع مدعی کی سیرت میں اس تناقض کا ہونا مستحیل ہے مگر مرزا صاحب ہیں کہ انکی اپنی تحریرات اور انکے خواص اصحاب کی تصریحات اس پر شاہد ہیں کہ مرزا صاحب کے ہاں یہ امر کوئی مستحیل نہیں ہے۔

عظمائے دین اسلام وہ سابقہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہوں یا خود حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ کرام یا اہل بیت عظام، یا پھر اس خاتم الامم کے

سلف صالحین ہوں، مرزا صاحب انکی اہانت کے ارتکاب میں کوئی کسر روانہیں رکھتے ۔

ان کے اس جہت میں مذکورہ اس ''نادر تناقض'' کے تدریجی مراحل اس طرح ہیں کہ وہ:

اولا: عظماء کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں

ثانیا: پھر انکے ساتھ برابری کا دعوی کرتے ہیں

ثالثا: پھر ان پر تفوق وفضیلت کا ادعاء کرتے ہیں

رابعا: پھر ان کی اہانت کا ارتکاب کرتے ہیں

اتنی بڑی جسارت یا تناقض کی یہ جہت ایسی ہے جو صرف اور صرف مرزا غلام احمد کی تحریرات میں ہمیں ملتی ہے شاید ان کے اکثر متبعین بھی اس جہت تناقض پر مطلع نہ ہو سکے ہوں۔ کاش کہ وہ حضرات اس نقطے پر غور کرلیں شاید کہ ان کیلئے ہدایت کو اللہ تعالی میسر فرمادیں۔

مرزائی راہنما اصول

مرزا اپنے جس مرزائی ضابطے کو سامنے رکھ کر اپنی اس نبی پر جسے وہ سیدی خیر المرسلین کہتا ہے یا دیگر انبیاء علیہم السلام یا صحابہ کرام یا اہل بیت عظام جنکی عظمت کے

اعتراف کے بعد وہ ان پر تفوق کو روا رکھتا ہے، وہ کچھ اس طرح ہے۔

مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا محمود لکھتا ہے:

یہ بات ظاہر ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے ان کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جائیں جو نبی کریم صلعم میں رکھے گئے ہیں بلکہ ہر نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوئے تھے۔ کسی کو بہت کسی کو کم مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے، پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا

(کلمۃ الفصل۔ صاحبزادہ بشیر احمد)

اس مرزائی ضابطے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جبکہ پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیر البشر ہیں۔

☆ کوئی بھی امتی انبیاء علیہم السلام کے برابر مقام حاصل نہیں کر سکتا

☆ غیر صحابی، صحابی کے مقام تک ریاضت وعبادت سے کبھی نہیں پہنچ سکتا

ان مسلمہ اسلامی عقائد کے برخلاف مرزائی ضابطہ نے ہی مرزا کے لئے یہ راستہ ہموار کیا کہ وہ اپنے زعم میں خود کو سب سے اوپر لے گیا۔

ناقابل تصور نادر جسارت

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے سرتاج، سید الرسل، ورفعنا لک ذکرک کے مصدوق، بعد از خدا توئی قصہ مختصر، جن کے فضائل کے شمار سے انسان عاجز، خود کلام اللہ انکے محاسن سے رطب اللسان ..... مگر مرزا غلام احمد، انکے امتی اور متبع ہونے کا بھی مدعی پھر ایسے دلخراش کلمات وعبارات اسکے قلم سے صادر ہوئے جو خود اس کیلئے باعث وبال بنے ہیں۔

برابری

ان پر ایمان تو مرزا صاحب پر کیوں نہیں؟

مرزا قادیانی کا صاحبزادہ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

''پس اب کیا یہ پرلے درجے کی بے غیرتی نہیں کہ جہاں ہم لا

نفرق بین احد من رسلہ میں داؤداور سلیمان زکریا اور یحییٰ علیہم السلام کو شامل کرتے ہیں وہاں مسیح موعود جیسے عظیم الشان نبی کو چھوڑ دیا جائے'' (کلمۃ الفصل ص ۱۱۷۔بشیر احمد)

مرزا کا صاحبزادہ مرزا بشیر احمد مزید لکھتا ہے:

لاریب اسرائیلی عورتوں نے کئی ایسے بیٹے جنے جو نبی کہلائے مگر خدا کی قسم آمنہ کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہوا اس کے مقابل اگر اسرائیلی خاندان کے سارے بیٹے بھی ترازو میں رکھے جائیں تو تب بھی اسماعیلی پلڑا ضرور جھکے گا۔اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح بے شک تورات کو بہت سے خدمت کے لئے عطا ہوئے لیکن قرآن کی خدمت کے لئے جو نبی امت محمدیہ میں پیدا کیا گیا (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) وہ اپنی شان میں کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے۔(کلمۃ الفصل۔صاحبزادہ بشیر احمد، ص ۱۱۷ ج ۳)

اس طرح قادیانیت نے مرزا صاحب کو ہر رسول برحق کے برابر یا مقابل کھڑا کر دیا (معاذ اللہ) پھر ان پر تفوق اور برتری بھی ثابت کرنے کی ناکام سعی کی، ثم معاذ اللہ رہا ان کی اہانات کا سلسلہ تو اسکا ملاحظہ آپ آئندہ مستقل لمحہ میں کریں گے۔

لمحہ۔۸

مقدس شخصیات اور مقدس مقامات کے ساتھ غیر مناسب رویہ

www.Only1Or3.com
www.TohedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

ہر کام میں تدریج بھی مرزا صاحب کا مشغلہ ہے، انہوں نے مقدس شخصیات کے بارے میں بھی اپنے اس اسلوب سے کام لیا ہے، پہلے مطیع یا شبیہ پھر مطاع یا مشبہ بہ کے برابر، پھر ان سے بھی بڑھکر، پھر معاذ اللہ ان کو نیچا دکھانا اور انکی اہانت کا مرتکب ہونا۔

مقدس شخصیات کے ساتھ مرزا صاحب کا رویہ

حضرات انبیاء علیہم السلام وہ معصومین اور مقدس ہستیاں ہیں جن پر ایمان لانا اور انکی عظمت کا اعتراف کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، کوئی بھی تحقیر یا توہین آمیز کلمہ ایک مؤمن کو دائرۂ ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہم اس مقام پر صرف مرزا صاحب کی تحریرات سے چند اقتباسات پیش کرنا چاہتے ہیں جن کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوگا کہ اس باب میں وہ کس قدر تناقض کا شکار رہیں۔

☆ایک وقت میں تو مرزا صاحب انکی طرف نسبت سے اپنی شخصیت کا تعارف کراتے رہے

انکی تحریرات مشاہدہ فرمائیں:

”خدا تعالی نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور

تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں

، میں شیث ہوں ، میں نوح ہوں ، میں ابراہیم ہوں ، میں اسحاق

ہوں ، میں اسماعیل ہوں ، میں یعقوب ہوں ، میں یوسف ہوں ،

میں موسیٰ ہوں ، میں داؤد ہوں ، میں عیسیٰ ہوں ، اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں ، یعنی ظلی طور پر محمد

اور احمد ہوں''

(حقیقت الوحی ص ۷۳)

غرض آمنہ کے لال کی فضیلت کا بیان نہیں ابن چراغ بی بی کی فضیلت بتانا ہے

مرزا قادیانی کا صاحبزادہ مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

لاریب اسرائیلی عورتوں نے کئی ایسے بیٹے جنے جو نبی کہلائے مگر

خدا کی قسم آمنہ کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہوا اس کے مقابل اگر

اسرائیلی خاندان کے سارے بیٹے بھی ترازو میں رکھے جائیں تو

تب بھی اسماعیلی پلڑا ضرور جھکے گا۔ اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح

بے شک تورات کو بہت سے خدمت کے لئے عطا ہوئے لیکن

قرآن کی خدمت کے لئے جو نبی امت محمدیہ میں پیدا کیا گیا

(یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) وہ اپنی شان میں کچھ اور ہی رنگ

رکھتا ہے

(کلمۃ الفصل۔صاحبزادہ بشیر احمد،مندرجہ رسالہ ریویو آف

ریلیجر قادیان ص ۱۱۷ ج ۳)

میاں محمود ایک سوال کے جواب میں لکھتا ہے:

آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مرزا صاحب نبی

تھے اور انکا درجہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیاء علیہم

السلام کے برابر ہے۔حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے لئے

قرآن شریف میں بھی کہیں ذکر ہے۔اس سوال کا جو در حقیقت

تین سوالوں پر مشتمل ہے یہ جواب ہے (ا) حضرت مسیح موعود علیہ

السلام نبی تھے (ب) آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسول کریم

کا شاگرد آپ کا ظل ہونے کا تھا۔دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے

بہتوں سے آپ بڑے تھے۔ممکن ہے سب سے بڑے

ہوں۔(ج) آپ کی نبوت کا ذکر قرآن میں متعدد جگہ پر آیا ہے لیکن اسی صورت میں جس طرح کہ پہلے انبیاء کا ذکر پہلی کتب میں ہوا کرتا تھا

(مکتوب میاں محمود احمد۔ اخبار الفضل مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء)

☆ پھر ان شخصیات پر اپنی فضیلت کا باب شروع فرمایا

ا۔ حضرت نوح علیہ السلام پر فضیلت

مرزا صاحب کہتے ہیں:

خدا تعالی میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانہ میں وہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۷)

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت

"پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر

یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا"

(براہین احمدیہ ص۹۹۔۵)

۳۔حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فضیلت

"اور یہ جوفرمایا کہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی یہ
قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنی ہیں
کہ یہ ابراہیم جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز
پر بجالاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونے پر اپنے تئیں بناؤ"

(اربعین نمبر۳ ص ۳۸)

مرزا صاحب، سابقہ انبیاء اور حضرت خاتم النبیین

سابقہ انبیاء اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے مرزائی مراجع نہیں کسی نبی سے کمتر نہ ہونے بلکہ ان سے بڑھکر صاحب کمالات ہونے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو ہونے کے بارے خود مرزا صاحب اپنے منظوم فارسی کلام میں کہتے ہیں:

انبیاء گرچہ بودا ند بسے

من بعرفان نہ کمترم ز کسے

آنچہ دادست ہر نبی را جام

داد آن جام را مرا بہ تمام

کم نیم زان ہمہ بروئے یقین

ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(درثمین ص ۲۸۷۔۲۸۸)

یہ بات ظاہر ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے ان کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جائیں جو نبی کریم صلعم میں رکھے گئے ہیں بلکہ ہر نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوئے تھے۔ کسی کو بہت کسی کو کم مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کرلیا اور اس قابل ہوگیا کہ ظلی نبی کہلائے ، پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور

اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا

(کلمۃ الفصل۔صاحبزادہ بشیر احمد)

منکرین مرزا سب سے بڑے بے غیرت

ابن مرزا غلام احمد مرزا بشیر احمد کہتا ہے:

پس اب کیا یہ پرلے درجے کی بے غیرتی نہیں کہ جہاں ہم لا نفرق بین احد من رسلہ میں داؤد اور سلیمان اور زکریا و یحیی علیہم السلام کو شامل کرتے ہیں وہاں مسیح موعود جیسے عظیم الشان نبی کو چھوڑ دیا جائے

(کلمۃ الفصل۔صاحبزادہ بشیر احمد)

انبیاء کے کمالات۔سب سے بڑھکر مرزا میں

انبیاء کے کمالات کے سلسلہ میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ:

کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے وہ سب کے سب حضرت رسول کریم میں ان سے بڑھکر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہم کو

عطا کئے گئے اور اسی لئے ہمارا نام

آدم، ابراہیم، موسی، نوح، داؤد، یوسف، سلیمان، یحیی، عیسی ہے

(ملفوظات احمدیہ۔ ج ۴ ص ۱۴۲)

مرزا عربی کلام میں گفتگو کرتے ہیں:

﴿و آتانی مالم یؤت احدا فی العالمین﴾

مجھکو وہ چیز دی گئی ہے کہ دنیا و آخرت میں کسی ایک شخص کو بھی نہیں دی گئی

(استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص ۹۷)

مرزا محمود اپنے والد کے انبیاء پر تفوق کے بارے لکھتا ہے

اس کے یعنی آنخضرت کے شاگردوں میں علاوہ بہت سے محدثوں کے ایک نے نبوت کا بھی درجہ پایا اور نہ صرف یہ کہ نبی بنا بلکہ اپنے مطاع کے کمالات کو ظلی طور پر حاصل کر کے بعض اولو العزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا

(حقیقۃ النبوۃ ۲۵۷۔ میاں محمود احمد)

www.OnlyOneOrThree.com www.TohedYaTaslees.com

مرزا کے مقام پر نبیوں کا رشک

تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ غیر نبی، نبی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ مرزا صاحب کا صاحبزادہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کہتا ہے:

اللہ تعالی نے مسیح موعود (مرزا صاحب) کو بلحاظ مدارج کئی نبیوں سے بھی افضل ہیں اور صرف اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہو کر ایسے مقام پر پہنچے کہ نبیوں کو اس مقام پر رشک رہے

(خطبہ عید میاں محمود خلیفہ قادیان)

☆ پھر ان بابرکت شخصیات کی تحقیر کر کے اپنے خروج از اسلام پر مہر ثبت کردی:

مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ نبی کی تحقیر غضب الٰہی کا موجب ہے، وہ یوں رقمطراز ہیں:

"اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے.. کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی"

(چشمہ معرفت ص ۳۹۰)

مگر یہی نبی کی تحقیر کو کفر کہنے والا خود انبیاء کے بارے میں گویاں ہے:

ا۔ تمام انبیاء سے اجتہاد میں غلطی ہوئی

''میں اس بات کا خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہاد میں غلطی نہیں کی''

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۵)

۲۔ پرلے درجہ کی بے غیرتی

''پس اب کیا یہ پرلے درجے کی بے غیرتی نہیں کہ جہاں ہم لا نفرق بین احد من رسلہ میں داؤد اور سلیمان زکریا اور یحیٰ علیہم السلام کو شامل کرتے ہیں وہاں مسیح موعود جیسے عظیم الشان نبی کو چھوڑ دیا جائے''

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۷۔ بشیر احمد)

۳۔ ہر رسول میری قمیص میں چھپا ہوا ہے

انبیاء گرچہ بودند بسے

من عرفان نہ کمترم زکسے

آنچہ داد است ہر نبی راجام

داد آن جام رامرا بہ تمام

زندہ شد ہر نبی بآمدنم

ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین

ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

ترجمہ

اگر چہ دنیا میں بہت سے نبی ہوئے ہیں ، میں عرفان میں ان

نبیوں میں سے کسی سے کم نہیں ہوں

خدانے جو پیالے ہر نبی کو دئے ہیں ان تمام پیالوں کا مجموعہ مجھے

دیا ہے

میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہوگیا ہر رسول میری قمیص میں

چھپا ہوا ہے

مجھے اپنی وحی پر یقین ہے اور اس یقین میں میں کسی نبی سے کم نہیں ہوں جو جھوٹ کہتا ہے وہ لعین ہے

(نزول المسیح ص ۱۰۰)

انبیاء کرام کی توہین

مرزا صاحب لکھتے ہیں:

تم کہتے ہو میں نے حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ کی ہتک کی ہے ۔یاد رکھو میرا مقصد یہ ہے کہ میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قائم کروں ۔اول تو یہ ہے ہی غلط کہ میں کسی نبی کی ہتک کرتا ہوں ۔ہم سب کی عزت کرتے ہیں لیکن اگر ایسا کرنے میں کسی کی ہتک ہوتی ہے تو بیشک ہو۔ میں نے جو دعوے کئے ہیں وہ اپنی عظمت وشان کے اظہار کے لئے نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے اظہار کے لئے کئے ہیں ۔ مجھے خدا کے بعد بس وہی پیارا ہے لیکن اگر تم اسے کفر سمجھتے ہو تو مجھ جیسا کافر تم کو دنیا میں نہیں ملے گا۔

اہانت حضرت عیسی علیہ السلام

اللہ تعالی کی مبعوث برگزیدہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں حضرت عیسی علیہ السلام کی امتیازی شان ہے ،جنہیں اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے نفخ جبرئیل سے پیدا فرمایا اور انکی والدہ ماجدہ عفیفہ مریم بطول کی شان میں قرآن کریم میں ایک مکمل سورت نازل فرما کر ان کے دشمنوں کو ذلیل ورسوا فرمادیا۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں اسلام اور دیگر مذاہب کا نقطۂ نظر علمی مسائل کے باب میں ذکر کیا جائے گا۔اس مقام پر صرف چند اقتباسات کی روشنی میں یہ پیش کرنا چاہیں گے کہ

☆ ایک وقت میں مرزا صاحب انکی مماثلت ومشابہت پر فخر کرتے ہیں۔جسکی صحت وبطلان کا بیان یہاں پر ہمارا مقصد نہیں مگر یہ ضروری ہے کہ مرزا صاحب کا اسلوب حضرت عیسی علیہ السلام کی افضلیت کا اعتراف ہے۔

☆ پھر ایک وقت میں وہ ان پر نہ صرف افضلیت کا دعوی کرتے ہیں بلکہ معاذ اللہ انکی والدہ ماجدہ کی شان میں نازیبا کلمات بلا جھجک استعمال کرتے ہیں۔

دنیا کی سب سے بڑی مغضوب قوم یہود کے الزام کو صدیوں بعد قادیانی دہقان

مرزا غلام احمد قادیانی نے دہرایا اور اپنی گستاخ و بے لگام قلم سے سیدنا مسیح علیہ السلام اور انکی عظیم المرتبت والدہ کے خلاف وہ بہتان طرازیاں کی کہ شاید یہود کی روح بھی شرما اٹھی ہو۔ آیئے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر چند اقتباسات ملاحظہ کریں:

۱۔ حضرت عیسی گالیاں دیتے تھے

''آپ (حضرت عیسی) کو گالیاں دینے اور بد زبانی کی اکثر عادت تھی، ادنی ادنی بات پر غصہ آجاتا تھا، اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ (عیسی علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی''

(حاشیہ انجام آتھم ص ۵)

۲۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے انجیل چرا کر لکھی

''نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل

کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے

اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے"

(حاشیہ انجام آتھم ص ٦)

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کنجریاں

"آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کی خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی، آپ کا کنجریوں کیطرف میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنا ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے"

(انجام آتھم ص ۷)

حضرت عیسی شراب پیتے تھے

"یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا
سبب تو یہ تھا کہ عیسی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی
بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے"

(کشتی نوح ص ۷۳)

یہ اس کثیر میں سے بہت قلیل ہے جو مرزا قادیانی نے حضرت عیسی علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ طوالت کے خوف سے اس پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

صحابہ کرام کی توہین

کسی بھی امت کے رسول کے رفقاء، اسکے اصحاب اور ساتھی عظمت میں نبی کے بعد کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء اور ساتھیوں کو قرآن کریم "اللہ کی جماعت" قرار دیتا ہے۔ انہیں وہ ایسی جماعت کہتا ہے کہ کامیابی اس کا مقدر ہے۔ اللہ نے اس جماعت راشدہ کو دنیا ہی میں "رضی اللہ عنہ" کا سرٹیفکیٹ دے دیا

ہے اور حضور علیہ السلام نے اس جماعت کو آسمان ہدایت کے ستارے قرار دیا اور ان کی ایذاء رسانی سے اپنے پیروؤں کو خبردار کیا ہے اور فرمایا کہ ان کی ایذاء رسانی میری ایذاء رسانی کے مترادف ہے۔

دین اسلام میں اس جماعت پر لعن و تشنیع کرنے والوں کو لعنت کا مستحق قرار دیا جاچکا ہے مگر قادیانی مرزا اپنی سوقیانہ زبان کے نمونے اس طرح پیش کرتا ہے۔

وہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے بارے رقمطراز ہیں:

ا۔نادان صحابی

بعض نادان صحابی جسکو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا

(ضمیمہ براہین احمدیہ ۲۸۵۔۵)

"جیسا کہ ابوہریرۃ غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا"

(اعجاز احمدی ص ۱۸)

۲۔حضرت ابوبکر صدیق کی توہین

مرزا صاحب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول مزاج شناس رسول کے بارے میں اپنے رائے کا اظہار اس طرح کرتا ہے:

میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا

کہ کیا وہ حضرت ابوبکر کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ

ابوبکر کیا، وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے

(مجموعہ اشتہارات ۲۷۸۔۳)

حضرات شیخین اور مرزا غلام احمد

حضرات شیخین، حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

ابوبکر وعمر کیا تھے؟ وہ تو حضرت غلام احمد کی جوتیوں کے تسمہ

کھولنے کے بھی لائق نہ تھے

(ماہنامہ المہدی جنوری ۱۹۱۵ص ۵۷)

زندہ علی ومردہ علی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں مرزا لکھتا ہے:

پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم

میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو

(ملفوظات احمدیہ۔۴۰۰۔۱)

مقدس مقامات کے ساتھ مرزا صاحب کا رویہ

جس طرح اللہ تعالی نے انسانوں کو محترم بنایا کہ ان میں انبیاء، رسل، صحابہ کرام، تابعین وغیرہ کے درجات ہیں اور یہ تمام حضرات امت مسلمہ کے ہاں محترم شخصیات ہیں۔ اسی طرح حق تعالی نے بعض مقامات کو بھی خصوصی تقدس عطا فرمایا ہے۔ مسلمانوں کے دو مقدس شہر۔ ایک مکۃ المکرّمہ ہے جس میں مسجد الحرام اور دوسرا مدینۃ المنورۃ ہے جس میں مسجد النبوی ہے۔ انہیں انکے احترام اور تقدس کی وجہ سے حرمین شریفین کہا جاتا ہے۔ مسجد الحرام اللہ کا وہ گھر ہے جسے اللہ نے ﴿اول بیت وضع للناس﴾ ''اللہ کا پہلا گھر جسے لوگوں کیلئے بنایا گیا'' کہا ہے۔

مکہ مکرمہ میں مشاعر مقدسہ ہیں جہاں پر فریضۂ حج کے ارکان ادا ہوتے ہیں۔ مسجد حرام کی ایک وقت کی نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے، مکہ مکرمہ ہی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد ہے۔

مدینۃ المنورہ رسول اللہ کی ہجرت کا شہر اور مہاجرین وانصار کی اخوت کا عظیم مظہر ہے، وہیں پر مسجد النبی ہے جہاں ایک نماز ہزار نماز کے برابر ہے، وہاں پر دیگر مقامات زیارت ہیں جنکا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی سیرت

کے ساتھ گہری وابستگی اور مسلمانوں کو بے حد عقیدت ومحبت ہے۔الغرض حرمین شریفین وہ مقدس مقامات ہیں جن کو اللہ تعالی نے خصوصی شرف بخشا ہے۔

اہل اسلام، یہود اور نصاری سب ہی کے ہاں بیت المقدس معظم ومقدس مقام ہے ،جہاں پر مسجد اقصی ہے یہی حضرت خاتم النبیین کی معراج کی رات تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کی جگہ ہے، وہاں کی ایک نماز ۵۰ نمازوں کے برابر ہے۔وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ روانہ ہونے کی خصوصی فضیلت ہے۔

الغرض مسجد حرام ،مکہ مکرمہ۔مسجد نبوی ،مدینہ منورہ اور مسجد اقصی بیت المقدس۔ان مقامات کی عظمت ،تقدس ،شرف اور محبت سے مسلمانوں کے قلوب لبریز ہیں ۔ان کی دلوں میں ان مقامات کی زیارت کا ہمیشہ شوق رہتا ہے۔

غور کریں کہ مرزا صاحب ان مقدس مقامات کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ وہ ان مقامات کے مقابلے میں کیسے جسارت کرتے ہوئے قادیان کو لا کھڑا کر دیتے ہیں، پھر اسکی فضیلت اور مقام کو ان سے بھی بلند مرتبہ دیتے ہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ

اہل اسلام اولین عہد سے آج تک حرمین شریفین کی حاضری کو اپنے لئے باعث

سعادت جانتے ہیں، انہیں روحانی قوت کا سرچشمہ سمجھتے ہیں، وہ حرمین شریفین کی زیارت اور حاضری کے طالب رہتے ہیں، ان کے قلوب ان مقامات مقدسہ کے ساتھ ہمیشہ معلق رہتے ہیں۔

مگر مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد اس منبع رشد وہدایت، مہبط وحی، مولد نبوت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور مہجر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے والد کے موطن کو افضل قرار دیتے ہیں، وہ مکہ اور مدینہ کے بارے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے ۔پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا ۔آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں“

(حقیقۃ الرؤیا۔۴۶۔مرزا بشیر الدین)

مسجد اقصی اور تحریف

مرزا صاحب نہ صرف تاریخ شریعت اسلامیہ بلکہ پوری تاریخ انسانیت کا مذاق اڑاتے ہوئے مسجد اقصی کے مسمی اور اس کے محل وقوع ہی کو یکسر بدلتے ہوئے رقمطراز ہیں:

مسجد اقصی سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے جسکی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے۔ مبارک ومبارک وکل امر مبارک یجعل فیه۔ اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا، قرآن شریف کی آیت بارکنا حولہ کے مطابق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ سبحان الذی اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ۔

(خطبۂ الہامیہ۔ ۲۱)

قادیان کی فضیلت

اللہ جل شانہ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیت اللہ شریف کے حج

کی دعوت دی، وہ حج فرض ہو یا نفلی، اور کسی مخصوص جگہ بھی جانا حج کے برابر نہیں، مخصوص مکانوں کو خصوصی فضیلت صرف شریعت کی طرف سے عطا کی گئی ہے جس طرح کہ اعمال صالحہ کو عمومی فضیلت بھی شارع کی طرف سے ہوتی ہے، کسی مخصوص مکان کی خصوصی فضیلت یا کسی عمل کی عمومی فضیلت کیلئے شرعی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

اب غور کریں کہ مرزا صاحب قادیان کی زیارت یا وہاں جانے کی کیا فضیلت بیان کرر ہے ہیں، وہ کہتے ہیں:

لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر اس جگہ (قادیان میں آنا) نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطر۔ کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی۔

(آئینہ کمالات اسلام۔۳۵۲)

لمحہ۔۹

متعدد و متنوع دعاوی

www.Only1Or3.com
www.OnlyOneOrThree.com
www.TohedeKaTaslees.com

نہ صرف علامت کذب بلکہ باعث انتشار بھی

اللہ کے حکم سے دعوی کرنے والے برحق اور سچے مدعیان کے دعاوی میں تناقض اور انتشار پیدا کرنے والا تعدد نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کے نام پر بالکل صاف اور حجت و برہان سے مؤید دعوے کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کے متعدد اور متناقض دعاوی میں اس قدر انتشار ہے کہ خود ان کی اپنی امت اس انتشار کا شکار ہو گئی۔ وہ اس پر متفق نہ ہو سکے کہ ان کا حتمی اور آخری دعوی کیا تھا۔ صرف انکے دعوئ نبوت ہی کو لے لیجئے۔

ایک فریق نے اگر انکے اس دعوے کی تصدیق کی تو دوسرے نے اس قدر اس کی مخالفت کی کہ انکے اس دعوئ نبوت کو اسلام کی بیخ کنی قرار دیا ہے۔

مرزا محمود کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ:

ہم نے مرزا کو بحیثیت مرزا نہیں مانا بلکہ اس لئے کہ خدا نے اسے

محمد رسول اللہ فرمایا

(الفضل ۲۷ دسمبر ۱۹۱۴)

وہ یہ بھی کہتے ہیں:

حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو کھلے طور پر نبی اللہ اور رسول

اللہ پیش کیا ہے اور اپنے آپ کو زمرۂ انبیاء و مرسلین میں شامل

فرمایا ہے

(الفضل ج ۳ نمبر ۳۸)

نیز کہتے ہیں:

مسیح موعود محمد است وعین محمد است صلی اللہ علیہ وعلی محمد

وہ مزید کہتے ہیں:

حضرت مسیح موعود نام، کام اور مقام کے اعتبار سے گویا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہیں اور آپ میں اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں

سوائے اس کے کہ مسیح موعود شاگرد ہیں اور آنحضرت صلعم استاذ

ہیں

(تحفہ گولڑویہ ص ۹۴)

مرزا محمود ابن مرزا غلام احمد رقمطراز ہے:

اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا تو جھوٹا ہے کذاب ہے آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں

(انوار خلافت ص ۶۲)

نیز مرزا محمود کہتا ہے:

ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ اس امت کی اصلاح اور درستی کے لئے ہر ضرورت کے موقع پر اللہ تعالی اپنے انبیاء بھیجتا رہے گا

(اخبار الفصل ج ۱۲۔ ۱۲ مئی ۱۹۲۵)

متبعین مرزا اور انکار نبوت مرزا

اگر ایک طرف مرزا محمود کی یہ رائے تھی تو دوسری طرف قادیانیوں کے دوسرے گروہ کے پیشوا مولوی محمد علی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا انکار کرتے ہیں اور نہ فقط انکار بلکہ انکے نبوت کے اقرار کو اسلام کی بیخ کنی تصور کرتے ہیں اور صراحت سے یہ کہتے

ہیں:

میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی بیخ کنی ہی سمجھتا ہوں بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب پر بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے، اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں مانتے تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک راہ ہے اور تم خطرناک غلطی کے مرتکب ہوتے ہو۔

(خطبہ جمعہ مولوی محمد علی۔ پیغام صلح ج ۲ نمبر ۱۹۔ مورخہ اپریل ۱۹۱۵)

ایک اور جگہ مولوی محمد علی صاحب قادیانی امیر جماعت لاہوری مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

خدارا ذرا غور کرو۔ اگر یہ عقیدہ میاں (محمود احمد) صاحب کا درست ہے کہ نبی آتے رہیں گے اور ہزاروں نبی آئیں گے جیسا کہ انہوں نے بصراحت انوار خلافت میں لکھ دیا ہے تو ہزاروں گروہ ایک دوسرے کو کافر کہنے والے ہوں گے یا نہیں اور

اسلامی وحدت کہاں ہوگی۔ یہ بھی مان لو کہ وہ سارے نبی احمدی
جماعت میں ہی ہوں گے تو پھر احمدی جماعت کے کتنے ٹکڑے
ہوں گے۔ آخر گذشتہ سنتوں سے تم اتنے واقف نہیں ہو۔ کس
طرح نبی کے آنے پر ایک گروہ اس کے ساتھ اور ایک خلاف
ہوتا ہے۔ وہ خدا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کئی
دنیا کی قوموں کو ایک کرنے کا ارادہ ظاہر کر چکا ہے کیا اب وہ
مسلمانوں کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا کہ ایک دوسرے کو
کافر کہہ رہے ہوں اور آپس میں کوئی تعلقات اخوت اسلامی
کے نہ رہ گئے ہوں۔ یاد رکھو کہ اگر اسلام کو کل ادیان پر غالب
کرنے کا وعدہ سچا ہے تو یہ مصیبت کا دن اسلام پر کبھی نہیں آ سکتا
کہ ہزاروں نبی اپنی اپنی ٹولیاں علیحدہ لئے پھرتے ہوں او
رہزار ہا ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں ہوں جن کے پجاری اپنی اپنی
جگہ ایمان اور نجات کے ٹھیکے دار بنے ہوئے ہوں اور دوسرے
تمام مسلمانوں کو کافر بے ایمان قرار دے رہے ہوں

(ردتکفیر اہل قبلہ ص ۳۴)

بہر حال تعدداوروہ بھی متناقض ۔ یہ مرزا صاحب کا طرۂ امتیاز ہے جو انبیاء اللہ کی سنت اور اسلوب کے کلی طور پر مخالف ہے۔

متعدد دعاوی، ہدف واحد اور عبرتناک انجام

مرزا صاحب کو دعوئ نبوت کے لئے کھڑے کرنے والے استعمار کے زیر سایہ مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی اور یہودی سب مذاہب کے پیروکار تھے ۔تمام محکوم اہل مذاہب اور اقوام کیلئے اپنے حکمران کی اطاعت کو دینی واجب قرار دینا مرزا صاحب کی نبوت کا سب سے بڑا ہدف، کارنامہ یا مقصد بعثت تھا۔لہذا ان کے بعض دعاوی جیسے کہ

☆ امام مہدی، ظلی بروزی نبی، غیر تشریعی ،تشریعی نبی مسلمانوں کو قائل کرنے کے لئے

☆ حضرت موسی سے مشابہت یہود کو قائل کرنے کے لئے

☆ نصاری کو قائل کرنے کے لئے حضرت عیسی سے مشابہت

☆ شیعہ حضرات کو قائل کرنے کے لئے حضرت حسین سے مشابہت

☆ ہندوؤں کو جذب کرنے کے لئے کرشن سے مشابہت

☆سکھوں کو قائل کرنے کے لئے گرونانک ہونے کا دعوی

مرزا صاحب نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تا کہ اپنے تمام متبعین کو اپنی محبّ ومحبوب سرکار کے قدموں میں ڈال دے۔

مرزا صاحب کا یہ تعدد اور تناقض بھی انبیاء اللہ کے اسلوب دعاوی کے مخالف تھا پھر ان کا ایک دعوی بھی ایسا نہ تھا کہ حجت و برہان شرعی انکا ساتھ دیتی۔

نتیجتا مرزا صاحب کو کہیں بھی پذیرائی نہ مل سکی۔ بعض ناواقف اور جدید تعلیم یافتہ لبرل حضرات کا ایک طبقہ انکے فریب میں آ گیا جبکہ مسلم عوام اور علماء کے علاوہ عیسائی پادریوں، ہندو پنڈتوں اور اور دیگر پیشوایان مذاہب میں ان کا شکار کیا ملتا وہ لوگ بھی ان کے مقابلہ پر اتر آئے۔

یہ حشر ہوا اس شخص کا جس نے اپنی بات منانے کی خاطر متعدد متنوع اور منتشر دعاوی کئے اسی طرح وہ (خسر الدنیا و الآخرۃ) کے مصداق بن گئے۔

نبوت سے معذرت

کوئی اللہ کے نبی کو مانے یا نہ مانے وہ کبھی نبوت سے معذرت نہیں کرتے مگر مرزا صاحب کا معاملہ کچھ اس طرح کا تھا۔ ایک وقت میں مرزا صاحب نے نبوت کی طرف

ڈرتے ڈرتے ہاتھ تو بڑھا دیا تھا مگر جیسے ہی کوئی ٹوکتا تو فوراً دستبردار ہو جاتے گویا کہ نبوت سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی انہوں نے ادعائے نبوت کیا ہے اور یکدم معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے۔

مرزا صاحب کا یہ انداز ملاحظہ کیجئے:

صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت بھی حقیقی طور پر نبوت کا دعوی نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔

(انجام آتھم ص ۲۷)

نبوت ناقصہ کی وضاحت کرتے ہوئے مرزا صاحب معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے ہوئے گویاں ہیں:

تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ

فتح الاسلام وتوضیح المرام وازالۃ الاوہام میں جس قدر ایسے الفاظ
موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت
جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ
حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے
معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت
حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالۃ الاوہام
کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں کہ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ
ہمارے سید ومولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو
میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ
اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ کو
ترمیم شدہ تصویر فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف
سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق
ڈالنا منظور نہیں ہے۔

جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ جل شانہ

خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ
صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے تکلم مراد لئے ہیں....تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دل
جوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا
عذر ہوسکتا ہے۔سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے
محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوخیا
ل کریں

(اعلان مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۲ صفحہ ۹۵)

ایک کیا ہزار نبی

مگر جوں جوں ہمخیال معتقد پیدا ہوئے اور ایک گروہ کی شکل اختیار کی تو پھر ۱۹۰۱ء
میں اعلان کردیا کہ مرزا صاحب کی نبوت کے آثار ہزار نبی بنانے کے لئے کافی ہیں

مجازی نبی

مرزا صاحب نبوت کے باب میں جن نئی نئی ایجادات سے اپنے خادم اسلام اور
مجدد دین ہونے کی سعی لاحاصل کرتے رہے ان میں ''مجازی نبوت'' کی اصطلاح بھی

ہے۔

وہ نبوت کی اس انوکھی اصطلاح کے بارے میں کہتے ہیں:

چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ بھی معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالی سے تعلق رکھتے ہیں ۔اس لئے ہوشیار رہنا چاہئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کوئی کتاب بجز

قرآن شریف نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہئے

(مکتوبات احمدیہ ۱۰۳۔۴)

نرالا ادراک

وہ حقیقت جسکا ادراک پوری امت مسلمہ میں سے، صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین، حضرات محدثین ومفسرین اور دیگر علمائے قدیم وجدید میں سے کسی کو نہ ہوسکا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صرف مرزا صاحب کو اکیلے ہی ہوا۔

اس ادراک کے بارے میں مرزا صاحب کے مریدین رقمطراز ہیں:

محمدی ختم نبوت کی اصل حقیقت کو دنیا میں کماحقہ کوئی نہیں جو سمجھ سکتا ہو سوائے اس کے جو حضرت خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الاولیاء ہے کیونکہ کسی چیز کی اصل حقیقت کا سمجھنا اسکے اہل پر موقوف ہوتا ہے اور یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ ختمیت کا اہل یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا حضرت مسیح موعود

(تشحیذ الاذہان ۱۔۲ ج ۱۲)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معنی ومدلول جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر تسلسل کے ساتھ ہر دور میں امت میں متعارف رہے۔ اس کے بارے میں مرزا صاحب کا احدیت کا دعوی کہ حضرت خاتم النبیین کے علاوہ صرف انہی پر اصل مفہوم

منکشف ہوا۔ یہ مرزا صاحب کی عقیدۂ ختم نبوت میں تحریف کے جواز کی ایک ناکام سعی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، مگر اس خود ساختہ مفہوم کو امت نے الحمد للہ رد کر دیا اور اس انوکھے ادراک اور انوکھی تاویل کی امت میں بالکل پذیرائی نہیں ہو سکی۔

دعویٔ نبوت بھی اور مہر خاتمیت بھی نہ ٹوٹی

مرزا صاحب نے اپنی امت کی تشکیل کے لئے عقیدۂ ختم نبوت میں کیا تاویل کی۔ وہ رقمطراز ہیں:

اور بالآخر یاد رہے کہ اگر ایک امتی کو جو محض پیروی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے نبی کے نام
کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی کیونکہ وہ امتی
ہے اور اسکا اپنا وجود کچھ نہیں ہے اور اسکا اپنا کمال نبی متبوع کا
کمال ہے اور وہ صرف نبی کہلاتا ہے بلکہ نبی بھی اور امتی بھی مگر
کسی ایسے نبی
کا دوبارہ آنا جو امتی نہیں ہے ختم نبوت کے منافی ہے

(چشمہ مسیحی ۴۱)

ایک اور جگہ مرزا صاحب رقمطراز ہیں:

نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ہاں ایسا نبی جو مشکوۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں اور اس تجدید سے باہر ہے کیونکہ یہ باعث اتباع اور فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جوڑ کل میں داخل ہوتی ہے۔

(ازالۃ اوہام ص ۵۷۵)

امتی نبی یا نبی امتی۔افضل کیا ہے؟

اس جگہ مرزا صاحب حضرت عیسی علیہ السلام کی آمد ثانی کو ختم نبوت کے منافی قرار دے رہے ہیں اور مسلمانوں کو نبوت کے باب میں ایک نئی اختراع سے متعارف کرانا چاہتے ہیں اور وہ ہے ''امتی نبی''۔

ردّ

ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ''امتی نبی'' کا آنا ضروری ہے تا کہ حضرت خاتم النبیین کی

افضلیت ثابت ہو سابقہ انبیاء پر تو امتی کا تو نبی بننا اسلام میں مستحیل ہے مگر کوئی نبی اگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر کے امتی بن کر آئے اور اس شریعت پر عمل کرے
جس پر امت محمدیہ کر رہی ہے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر بدرجہ اولی
دلالت کرتا ہے اور دوسری طرف حضرت عیسی علیہ السلام کی آمد ثانی مرزا صاحب کی
دلیل کے مطابق ان پر فٹ نہیں ہو سکتی کہ وہ نبی بھی ہیں اور امتی بھی۔

مرزا صاحب کیوں اپنے لئے امتی سے نبی بننے پر ناجائز زور لگا رہے ہیں، یہ
اصطلاح ''امتی نبی'' وہ اپنے لئے جس دلیل سے حاصل کر رہے ہیں تو بجائے امتی نبی
کے نبی امتی کہہ کر یہ مقام حضرت عیسی علیہ السلام کو کیوں نہ دیا جائے؟ کہ مہر نبوت بھی نہ
ٹوٹے کہ خاتم النبیین کے بعد اجرائے نبوت کا غیر شرعی راستہ اختیار کیا جائے، جب
یہاں تو نبی خود امتی بنکر آ رہا ہے، تو خاتم النبیین کی افضلیت ماننے والوں کو اور کیا چاہئے
،لہذا افضلیت کا جو مفہوم مرزا صاحب بیان کر کے امتی کو نبی بنانا چاہتے ہیں، پھر وہ
اپنے کو اس کا مصداق قرار دینا چاہتے ہیں، اس سے نہ صرف مہر نبوت ٹوٹتی ہے بلکہ اعزاز
خاتم النبیین کی حرمت بھی (معاذ اللہ) پامال ہوتی ہے کہ خاتم النبیین کے بعد بھی کسی کو
نبوت کا ملنا لازم آ گیا جبکہ ''نبی امتی''، یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کی آمد ثانی سے یہ محظور
ہرگز لازم نہیں آتا۔

مرزا صاحب نے ایک جگہ امت میں نبی ہونے کو افضلیت کیلئے ضروری قرار دیا تو اس جگہ امت ہی سے نبی ہونے کو خاتم النبیین کے غیر منافی قرار دینے کو بیان کر رہے ہیں حالانکہ

☆ختم نبوت کے منافی امتی کا نبی بننا ہے نہ کہ نبی کا امتی، کیونکہ امتی کے نبی بننے سے انبیاء کا عدد بڑھتا ہے۔

☆ خاتم النبیین کے بعد سلسلۂ نبوت کا اجراء لازم آتا ہے

☆وحی کے انقطاع کے بعد دوبارہ اس کا آغاز لازم آتا ہے

جبکہ حضرت عیسی علیہ السلام کے آمد ثانی بطور امتی ان تمام امور کے منافی نہیں ہے اور مرزا کے امتی نبی بننے سے یہ اور دیگر کئی مستحیل لازم آتے ہیں۔

مرزا کا کام نہ بنے تو مہر نبوت (معاذ اللہ) لغو

یہ کتنی بڑی جسارت ہے کہ بقول خود ناقص، غیر تام نبوت سے موصوف نبوت کا مدعی، متنبّی قادیان کے امتیوں کا اگر کام نہ بنے اور مسلم عوام وخواص اور دیگر لوگ اس دجل کو سمجھ جائیں تو بجائے اس کے کہ وہ توبہ کر کے خاتم النبیین کی امت میں داخل ہو کر عزت پائیں وہ مہر نبوت کو ہی لغو ٹھہرانے لگیں۔

دراصل مرزائی حضرات اپنے متنبّی کے اس اصول کو اپنائے ہوئے ہیں کہ ایک عقیدے پر اس انداز سے زور دو کہ دوسرے عقیدے پر ضرب لگانا تمہارا ہدف بن جائے۔

گذشتہ حوالہ سے واضح ہو گیا کہ مہر نبوت کے کمال کے بیان سے ان کا مقصد عقیدۂ ختم نبوت کو ہدف بنانا ہے۔ ان کے ہاں مہر نبوت کا کمال تب ہے جب وہ مرزا کی نبوت کے لئے ہی مفید ہو ورنہ وہ بے کار اور لغو ہے (معاذ اللہ)

ملاحظہ کیجئے:

> پس یقیناً ہمارے مخالف مولوی صاحبان نے خاتم النبیین کے معنی سمجھنے میں سخت غلطی کی ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں مگر ان معنوں میں کہ آپ کا وجود باوجود مہر نبیوں کی ہے جو شخص آپ کے قولی اور فعلی نمونے کو کامل طور پر اپنے اندر پیدا کرلے گا اور اتباع اور اطاعت میں ایسا صراط مستقیم پر چلے گا کہ ایک قدم بھی ادھر اُدھر نہ ہوگا۔ ایسے شخص کی نبوت پر آپ کا وجود باوجود ایک مہر ہے۔ کیوں سرکاری مہروں کے لئے ضروری ہے کہ کاغذات بھی ہوں

ورنہ مہرنکو بنانا ہی لغو ٹھہرے گا۔ پس جس صورت میں خدا تعالی
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کی مہر قرادیا ہے تو
ضرور ہے کہ اس مرتبہ میں نبی بھی ہوں جو آپ کی اتباع اور آپ
کی تصدیق سے نبوت کا درجہ حاصل کریں جیسا کہ محاورے میں
ہم بولتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ بات کہہ کر اپنے اس قول پر مہر
لگادی ہے یعنی اپنے منہ سے اسکی تصدیق کردی ہے ۔یہی
مطلب اس آیۃ کریمہ کے ہیں۔

(اخبار الفضل ج ۳ نمبر ۶۸ مؤرخہ ۸ دسمبر ۱۹۱۵)

اس رکیک تاویل کارد اپنے موقع پر ہوگا۔اب آپ ایک تناقض کا مطالعہ کیجئے۔

تضاد۔مہر سے نبی بننے والا صرف ایک یا ہزاروں؟

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر خاتمیت سے نبی بننے کا تصور جو خیر القرون سے لیکر مرزا غلام احمد تک کسی کو سمجھ نہ آیا اور نہ ہی کوئی اس طرح نبی بن سکا اور یہ سلسلہ مرزا صاحب سے ہی شروع ہوا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ قاعدہ ہے کہ مہر خاتمیت سے نبی بنا جا سکتا ہے اور

لفظ آخرین بھی جمع کا صیغہ ہے جو کثرت کا تقاضا کرتا ہے تو آیا مرزا صاحب کے علاوہ کوئی اور نبی بھی بنا ہے یا بن سکتا ہے؟ مرزا صاحب یوں کہتے ہیں:

ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خداتعالی کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جب کہ اللہ تعالی فرماتا ہے و آخرین منھم لما یلحقوا بھم۔

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۱۰)

یہاں مرزا صاحب کا فرمانا ہے کہ ایک نبی نہیں بلکہ ہزار نبی بھی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آسکتے ہیں لیکن ذرا آگے جا کر وہ خود اپنے قول میں تناقض کا شکار ہوتے ہیں اور نبوت پر صرف اپنا ہی استحقاق تصور کرتے ہیں، وہ کسی غیر کی شرکت کو رد کرتے ہیں، کیونکہ ان کا اس باب میں خیال ہے کہ وہی فقط اس منصب نبوت کے حقدار ہیں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ انکے دعویٰ استحقاق کو ملاحظہ کیجئے:

اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور

دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں...اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا...جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہوجائے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

اور مرزا صاحب کے فرزندار جمند انکی وکالت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان حوالوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس امت میں سوائے مسیح موعود کے اور کوئی نبی نہیں ہوسکتا کیونکہ سوائے مسیح موعود کے اور کسی فرد کی نبوت پر آنحضرت صلعم کی تصدیق مہر نہیں اور اگر بغیر تصدیق مہر آنحضرت صلعم کے اور کسی کو بھی نبی قرار دیا جائے تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ وہ نبوت صحیح نہیں۔

(تشحیذ الاذہان ج ۱۲ ص ۲۵)

مرزا صاحب کے پاس حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انکی مہر سے بننے والی ''امتی نبوت''، ''ظلی نبوت'' صرف ایک بار بلکہ ہزار بار ظہور اور بروزی رنگ میں آجانے والی نبوت کی دلیل آیت قرآنی و آخرین منھم ہے، کیا آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم ،آپ کے صحابہ،ائمہ دین، مفسرین حضرات میں سے کسی نے اس طرح استدلال یا اس آیت کی تفسیر میں اس طرح کی رکیک تاویل یا تحریف کا ارتکاب آج تک کیا ہے؟ پھر اس پر مستزاد یہ کہ ''امتی نبی'' نے اتنی بڑی جسارت بھی کی وہ اس ''امتی نبوت'' کو صرف اپنی ذات میں منحصر رکھ کر احادیث صحیحہ کا حوالہ دے دیا جبکہ مذکورہ امر کا کسی حدیث میں یکسر ذکر نہیں ہے، نہ قرآن اور اسکی تائید میں تفسیر قرآن اور حدیث ان کی موافقت میں۔ ایسی نبوت مرزا صاحب ہی کو مبارک۔

مبحث رابع

مرزا صاحب کے طریقہائے واردات

WWW.Only1Or3.com
WWW.OnlyOneOrThree.com
Toheed.aTaslees.com

☆شرعی منصب کے ثبوت کا غیر شرعی طریق کار

☆مسلمات میں تشکیک وشبہات پیدا کرنے کی غرض سے تجدید کے نام پر تحریف

☆ایک مسلمہ عقیدہ کا اسلوب بیان ایسا کہ دوسرے پر خفیہ وار

www.Only1Or3.com
www.OnlyOneOrThree.com
www.TehreedYaTaslees.com

طریقۂ واردات نمبر ۱۔

شرعی منصب کے ثبوت کا غیر شرعی طریق کار۔

الہامات پر اعتماد

اہل اسلام اپنے شرعی مسائل کو قرآن وسنت سے ثابت کرتے ہیں مگر مرزا صاحب کے دعاوی چونکہ قرآن وسنت کی تعلیمات اور اور ان سے ثابت امت کے متواتر معتقدات کے خلاف ہیں اس لئے وہ ''امتی نبی'' کا دعوی رکھنے کے باوجود اپنے تمام امور اور جملہ دعاوی کو ثابت کرنے کے لئے بجائے اس نبی کے جس کے وہ ''امتی نبی'' ہونے کے مدعی ہیں، ان کے ارشادات کو مرجع بناتے، خود اپنے الہامات کے ثبوت کیلئے اپنے ہی الہامات کا سہارا لیتے ہیں، وہ دعوی ان کی خود ساختہ نبوت کا ہو یا عقیدہ ختم نبوت کو لغو اور باطل قرار دیکر اس عقیدے کے انکار کا ہو یا اپنے لئے دعوئ مسیحیت ہو یا حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع ونزول اور آمد ثانی کا انکار ہو، مرزا صاحب ہر مسئلہ میں استدلال صرف اپنی خود ساختہ وحی اور اپنے الہامات سے ہی کرتے ہیں۔

www.OnlyOneOrThree.com

طریقۂ واردات نمبر۲

مسلمات میں تشکیک وشبہات پیدا کرنے کی غرض سے تجدید کے نام پر

تحریف

ان نصوص کتاب وسنت میں جن سے اسلامی مسلمہ عقائد ثابت ہوتے ہیں ان میں وہ ایسی رکیک تاویلات کرتے ہیں جن سے شارع علیہ السلام، آپ کے صحابہ کرام ،ائمہ مجتہدین ،حضرات مفسرین ومحدثین اور مجددین ملت اور جملہ علمائے اسلام واقف نہ ہوسکے۔ یہ تاویلات صرف اور صرف مرزا صاحب پر ہی منکشف ہوئیں اور وہی ان پر مطلع ہوئے ،انکا نصوص شریعت میں ایسی تاویلات کا عمل کتاب وسنت میں تحریف برائے تشکیک ہی ہے۔

طریقۂ واردات نمبر۳

۳۔ایک عقیدے پر زور اور دوسرے پر وار

اب ہر طریقۂ واردات کا بیان ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے

طریقۂ اولی کا بیان

ا۔ شرعی منصب کے ثبوت کا غیر شرعی طریق کار

نرالی نبوت اور انوکھا طرز استدلال

مرزا غلام احمد "مدعی نبوت" نے اپنے سابقہ عقیدۂ ختم نبوت کہ "حضرت محمد رسول اللہ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نہ جبرئیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر نازل ہوں گے اور ایسا عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے گا... کفر ہے"۔

انکے نزدیک وحی کے بند ہونے کے بعد اسکا دوبارہ شروع ہونا مستلزم مستحیل تھا ،مگر اس عقیدے کو مرزا صاحب نے کیوں تبدیل کیا؟ کسی کے ادعائے نبوت کو اس لئے کفر سمجھنے والا کہ قرآن وسنت کی نصوص کے خلاف ہے کیسے خود ہی مدعی نبوت بن بیٹھا؟ کیا اس کے پاس قرآن سے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ،کوئی شرعی حجت مل گئی یا احادیث نبویہ سے یا ان دونوں سے بڑھکر کوئی دلیلِ شرعی اس نے پالی، جسکا کتاب وسنت سے (معاذ اللہ) زیادہ مقام تھا کہاس پر اس نے ادلۂ کتاب وسنت کو بھی منسوخ کر دیا اور مرزا صاحب کتاب وسنت کی نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ کو چھوڑ کر اس نئی حجت کی اتباع کرنے لگے؟

ہرگز ہرگز نہیں! اس طرح کی کوئی بات رونما نہیں ہوئی۔اب مرزا کا مستدل آخر کیا رہا؟

استدلال مرزا

اپنی نرالی نبوت کے اثبات کے لئے مرزا صاحب کی حجت صرف اور صرف انکے وہ الہامات ہیں جنہیں کبھی تو وہ مخاطبات ومکالمات کہتے ہیں اور کہیں اسے کشف کہتے ہیں اور کہیں وحی کا نام دیتے ہیں۔آیئے اب انکے ان الہامات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

مرزا صاحب کہتے ہیں:

اولاً:

ا۔

''میں خدا تعالی کے حکم کے موافق نبی ہوں''

(آخری خط مرزا قادیانی مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۲۔

میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان

میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی

کرنے والا اور بغیر کثرت کے یہ معنی متحقق نہیں ہو سکتے''

(آخری خط مرزا قادیانی مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۳۔

پس اس بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے کہ اس زمانے میں کثرت مکالمہ، مخاطبہ الہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے''

(آخری خط مرزا قادیانی مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۴۔

ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں، دراصل یہ نزاع لفظی ہے ۔خدا تعالی جس کے ساتھ ایسا مکالمہ، مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھکر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں''

(بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

۵۔

’’جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں، میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں‘‘

(آخری خط مرزا قادیانی مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۶۔

میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں تا کہ ہمارے سید آقا کی وہ پیش گوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا‘‘

(آخری خط مرزا قادیانی مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

۷۔

کبھی نبی کی وحی خبر واحد کی طرح ہوتی ہے اور مع ذلک مجمل ہوتی ہے اور کبھی وحی ایک امر میں کثرت سے اور واضح ہوتی ہے.. پس میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ کبھی میری وحی بھی خبر واحد کی طرح ہو اور مجمل ہو‘‘

(لیکچر سیالکوٹ ص ۳۳)

۸۔

''اس زمانہ میں خدا تعالی نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گذر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں انکے نمونے ظاہر کئے جائیں، سو وہ میں ہوں،۔اسی طرح اس زمانے میں تمام بدوں کے نمونے بھی ظاہر ہوئے۔فرعون ہو یا وہ یہود ہوں جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا یا ابو جہل ہو، سب کی مثالیں اس وقت موجود ہیں''

(براہین احمدیہ ۹۰۔۵)

۹۔

آپ کو سمجھانا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ کس قسم کی نبوت کے مدعی ہیں ،ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔یہودیوں، عیسائیوں ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔اگر اسلام کا بھی

یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اس کو
دوسرے دینوں سے بڑھکر کہتے ہیں، آخر کوئی امتیاز بھی ہونا
چاہئے۔ صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں کہ یہ تو چوہڑے
چماروں کو بھی آجاتے ہیں، مکالمہ مخاطبہ الہیہ ہونا چاہئے اور وہ
بھی ایسا کہ جس میں پیشگوئیاں ہوں اور بلحاظ کمیت و کیفیت کے
بڑھ چڑھ کر ہو۔ ایک مصرع سے تو شاعر نہیں ہو سکتے، اسی طرح
ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا
ہے۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہیں اور اللہ تعالی
کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم
نبی ہیں، امر حق کے پہچاننے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہئے"
(بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸)

ثانیاً:

ا۔

مگر بعد میں جو خدا تعالی کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل

ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی

کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور

ایک پہلو سے امتی''

(حقیقۃ الوحی ص ۱۵۰)

۲۔

''میں خدا تعالی کی تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں

۔میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان

تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں''

(حقیقۃ الوحی ص ۱۵۰)

قادیانی نبوت۔ وحی ربانی یا قول محمدی سے بالکل مبرا نبوت

غور کریں کہ مرزا صاحب اپنی نبوت کے ثابت کرنے کے لئے کسی قرآنی آیت مبارکہ یا نبوی حدیث پاک سے استدلال کرنے کے بجائے اپنے الہامات کا سہارا لیتے ہیں یا بزعم خود وہ اپنی وحی کو مستدل بناتے ہیں کیونکہ قرآن وسنت نہ صرف انکے موافق نہیں بلکہ صریحاً انکے مخالف ہیں، رہا الہام یا بقول ان کے ''انکی وحی'' تو ان کی شرعی

حیثیت کیا ہے؟ مختصراً جان لیجئے کہ جو الہام یا وحی نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہو وہ الہام یا وحی یقیناً الہام شیطانی اور وحی شیطانی ہی ہوتے ہیں جو شرعاً واجب الردّ ہیں ۔کشف، الہام اگر ربّانی بھی ہو تو اہل اسلام کے ہاں ان سے احکام وعقائد ثابت نہیں ہوتے۔

ضروری ہے کہ اس مقام پر جملہ معترضہ کے طور پر ہم کشف الہام اور وحی کی تعریف ،اوران کی انواع واحکام کو مختصراً بیان کرتے چلیں۔

کشف

عالم غیب کی کسی چیز سے پردہ اٹھا کر دکھلا دینے کا نام کشف ہے۔کشف سے پہلے جو چیز مستور تھی اب وہ مکشوف یعنی ظاہر اور آشکارا ہوگئی۔

قاضی محمد علی تھانوی رحمہ اللہ ''کشاف اصطلاحات الفنون'' ص ۱۲۵۴ میں لکھتے ہیں:

الكشف عند اهل السلوك هو المكاشفة

ومكاشفة رفع حجاب را گويند كه ميان روح جسمانی است كه

ادراک آں بحواس ظاہری نتواں کرد..الخ

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حجابات کا مرتفع ہونا قلب کی صفائی اور نورانیت پر موقوف ہے۔جس قدر قلب صاف اور منور ہوگا اسی قدر حجابات مرتفع ہوں گے۔جاننا چاہئے کہ حجابات کا مرتفع ہونا قلب کی نورانیت پر موقوف تو ہے مگر لازم نہیں۔

(احیاء العلوم ص ۱۶۔۳)

الہام

کسی خیر اور اچھی بات کا بلا نظر و فکر اور بلا کسی سبب ظاہری کے من جانب اللہ قلب میں القاء ہونے کا نام الہام ہے۔جو علم بطریق حواس حاصل ہو وہ ادراک حسّی ہے اور جو علم بغیر طورِ حس اور طورِ عقل من جانب اللہ بلا کسی سبب کے دل میں ڈالا جائے وہ الہام ہے۔الہام محض موہبت ربانی ہے اور فراست ایمانی جسکا حدیث میں ذکر آیا ہے وہ من وجہ کسب ہے اور من وجہِ وہب ہے۔

کشف اگر چہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے الہام سے عام ہے لیکن کشف کا زیادہ تعلق امور حسیہ سے ہے اور الہام کا تعلق امور قلبیہ سے ہے۔

وحی

وحی لغت میں مخفی طور پر کسی چیز کے خبر دینے کا نام ہے خواہ وہ بطریق اشارہ وکنایہ ہو یا بطریق خواب ہو یا بطریق الہام ہو یا بطریق کلام ہو۔

لیکن اصطلاح شریعت میں ''وحی'' اس کلام الٰہی کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ نبی کو بھیجا ہو، اس کو ''وحی نبوت'' بھی کہتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر بذریعہ القاء فی القلب ہو تو اس کو ''وحیِ الہام'' کہتے ہیں جو اولیاء پر ہوتی ہے اور اگر بذریعہ خواب ہو تو اصطلاح شریعت میں اس کو ''رؤیہ صالحہ'' کہتے ہیں جو عام مؤمنین اور صالحین کو ہوتا ہے۔

کشف اور الہام اور رؤیہ صالحہ پر لغۃ وحی کا اطلاق ہوسکتا ہے

مگر عرف شرع میں لفظ وحی سے صرف وحی نبوت مراد ہوتی ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے قرآن کریم میں باعتبار لغت کے شیطانی وسوسوں پر بھی وحی کا اطلاق آیا ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وإن الشياطين ليوحون بعضهم إلى بعض
زخرف القول غرورا

اور یقیناً شیاطین ایک دوسرے کو دھوکہ دہی کیلئے لگی لپٹی باتیں

وحی کرتے ہیں۔

لیکن عرف میں شیطانی وسوسوں پر وحی کا اطلاق نہیں ہوتا۔

وحی اور الہام میں فرق

وحیِ نبوت قطعی ہوتی ہے، وہ معصوم عن الخطاء ہوتی ہے، امت پر اسکا اتباع لازم ہوتا ہے اور نبی پر اس کی تبلیغ فرض ہوتی ہے جبکہ الہام ظنی ہوتا ہے، وہ معصوم عن الخطا نہیں ہوتا ، کیونکہ حضرات انبیاء علیھم السلام معصوم عن الخطاء ہیں اور اولیاء معصوم نہیں ہوتے۔

اسی وجہ سے الہام دوسروں پر حجت نہیں اور نہ الہام سے کوئی حکم شرعی ثابت ہوسکتا ہے حتی کہ استحباب بھی الہام سے ثابت نہں ہوسکتا، چہ جائیکہ عقائد واحکام عبادات ومعاملات بدلے جائیں۔

احکام شرعیہ کا مصدر

احکام شرعیہ کا ثبوت انبیاء کرام کی وحی کے ساتھ خاص ہے اور غیر انبیاء پر جو الہام ہوتا ہے، وہ ازقسم بشارت یا ازقسم تفہیم ہوتا ہے، وہ احکام پر مشتمل نہیں ہوتا۔ جیسے کہ حضرت مریم کو جو وحی الہام ہوئی وہ ازقسم بشارت تھی نہ کہ ازقسم احکام، اور بعض مرتبہ وحی الہام کسی حکم شرعی کی تفہیم اور ایضاح کے لئے ہوتی ہے۔

جونسبت رؤیائے صالحہ کو الہام سے ہے، وہی نسبت الہام کو وحی نبوت سے ہے ۔یعنی جس طرح رؤیائے صالحہ الہام سے درجہ میں کمتر ہیں، اسی طرح الہام درجہ میں وحی نبوت سے کم تر ہے اور جس طرح رؤیائے صالحہ میں ایک درجہ کا ابہام اور خفا ہوتا ہے اور الہام اس سے زیادہ واضح ہوتا ہے اسی طرح الہام بھی باعتبار وحی کے خفی اور مبہم ہوتا ہے اور وحی صاف اور واضح ہوتی ہے۔

اور جس طرح رؤیائے صالحہ میں مراتب اور درجات ہیں، جو شخص جس درجہ صالح اور جس درجہ صادق ہے اسی درجہ اس کا رؤیا بھی صالحہ اور صادقہ ہوگا۔ اسی طرح الہام میں بھی مراتب ہیں، جس درجہ کا ایمان اور جس درجہ کی ولایت ہوگی اسی درجہ کا الہام ہوگا۔

حدیث میں ہے کہ ''اگر میری امت میں کوئی محدث من اللہ ہے تو وہ عمر ہے'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تحدیث من اللہ الہام کا ایک خاص مرتبہ ہے جو خواص اولیاء کو حاصل ہوتا ہے، جو انکی زبان سے نکلتا ہے وہ حق ہوتا ہے اور صدق اور وحی خداوندی اس کی تصدیق کرتی ہے بلکہ حق تعالی کی مشیت یہ ہوتی ہے کہ حق کا ظہور اور صدور اسی محدث من اللہ کی زبان سے ہو۔

جیسے کہ حضرت موسی علیہ السلام کے قصے میں ارشاد باری تعالی ہے:

یہ تحدیث الٰہی مرتبہ فاروقیہ ہے۔اس کے اوپر مرتبہ صدیقیت ہے اور اس کے اوپر مرتبہ رسالت ونبوت ہے۔

وحی رحمانی اور وحی شیطانی میں فرق

☆اگر واردات قلبیہ کسی امرِ خیر اور امرِ آخرت یعنی حق جل شانہ کی اطاعت کی طرف داعی ہوں تو وحی رحمانی ہے اور اگر دنیاوی شہوتوں اور نفسانی لذتوں کی طرف داعی ہوں تو وہ وحی شیطانی ہے۔

(خواتم الحکم ص ۱۵۶)

☆قرآنی نصوص کے مقابل الہامات اور کشوفات وحی رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہے ۔

مرزا صاحب کے دو پہلوؤں میں سے یہاں تک ہم نے ان کے اپنی وحی، اپنے الہام، اپنے کشف سے ان کے طرز استدلال کو وحی والہام وکشف کی تعریفات کو مختصراً بیان کردیا، اب ان کے استدلال کے دوسرے پہلو وحی ربانی میں رکیک تاویل کے پہلو کا بیان شروع کرتے ہیں۔

طریقۂ واردات نمبر۲

مسلمات میں تشکیک وشبہات پیدا کرنے کی غرض سے تجدید کے نام پر تحریف

ہم نے ذکر کیا ہے کہ قادیانیت نے مرزا صاحب کے دعاوی پر استدلال ان کے الہامات وکشوف اور خودساختہ وحی سے ہی کیا ہے، نیز شرعی نصوص کو صرف اسلامی عقائد میں تشکیک کی غرض سے استعمال کیا ہے، وہ ان میں ایسی تاویل بمعنی تحریف کرتی ہے جس سے مسلمہ عقائد میں شک وشبہ پیدا کر سکے۔ اب اس کی مثالیں پیش خدمت ہیں:

آیت نمبر ا۔

قرآن کریم کی سورۃ اعراف آیت نمبر ۳۵ میں ارشاد باری تعالی ہے:

یا بنی آدم إما یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی...الخ

اے بنی آدم اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں اور تمہارے سامنے میری آیات کو بیان کریں...الخ

طریقۂ واردات یا مرزائی تاویل

"اس آیت میں رسالت کے برابر جاری رہنے کا بیان ہے، کیونکہ ارشاد باری

تعالیٰ ہے: اے نبی! تم میں میری طرف سے رسول آئیں تو تم میں سے جو ان کی اتباع کریں گے ...الخ ،لہذا سلسلہ نبوت کا انقطاع نہیں ہوا۔اور یہ اجرائے نبوت کی دلیل ہے۔''

قادیانی اس آیت سے حضرت خاتم النبیین کے بعد بھی سلسلہ نبوت کے جاری رہنے پر مذکورہ طریقہ سے استدلال کرتے ہیں۔

امر واقع

جبکہ امر واقعی اور حقیقت حال میں یہ آیت کبھی بھی قادیانیوں کے ادعاء کی دلیل نہیں بن سکتی ،نہ ان کی خاص ''نبوت ظلی'' و بروزی''غیر تشریعی'' کی جو اکتساب سے ملتی ہے نہ اس آیت میں کسی مخصوص فرد بنی آدم کی نبوت کا ذکر و بیان ہے۔

اگر بالفرض والتقدیر یہ اجرائے نبوت کی دلیل بنتی ہوتی تو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کی کیسے دلیل بنتی ہے؟ اسے یہ آیت بنی آدم میں مطلقاً نبوت کے سلسلہ کے بیان میں ہے،مرزا صاحب کی نبوت کی دلیل نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو بنی آدم میں شمار ہی نہیں کرتے ،وہ کہتے ہیں:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(براہین احمدیہ درروحانی خزائن ۲۱ـ۲)

اگر وہ بنی آدم میں سے ہیں اور ہمارا ابھی یہی حسن ظن ہے تو اپنی آدمیت کا جھوٹا انکار کرنے والا کیسے نبی ہوسکتا ہے؟ جبکہ نبی کیلئے اولین شرط اسکا صادق ہونا ہوتا ہے۔

تفسیر آیت مذکورہ

اس آیت (یا بنی آدم إما یأتینکم رسل . . .) کا سیاق وسباق دیکھیں کہ یہاں امت مسلمہ کیلئے کسی نئے حکم کا یا پیش آنے والے امر کا بیان نہیں ہو رہا ہے بلکہ زمانہ ماضی کے واقعہ کی حکایت ہو رہی ہے۔اس سورت میں حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام کی پیدائش کا ذکر ہے، اس کے بعد ان کے جنت میں رہنے پھر وہاں سے اتارے جانے کا مفصل قصہ بیان ہوا، پھر عالم ارواح کے اس خطاب کو لایا گیا ہے جیسے کہ دیگر خطابات کا بھی ذکر موجود ہے۔

ا۔یا بنی آدم قد أنزلنا علیکم لباسا ....(اعراف ۳۶)

اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے...

۲۔یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان ....(اعراف ۲۷)

اے بنی آدم ہوشیار! کہیں شیطان تمہیں نہ دھوکا دے...

۳۔یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد(اعراف ۳۱)

اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت خود کو صاف ستھرا رکھو...

۴۔یا بنی آدم إما یأتینکم رسل منکم ....(اعراف ۳۵)

اے بنی آدم! اگر تم میں سے کوئی رسول تمہارے پاس آئیں...

ان تمام معاملات پر اولاد آدم کو خطاب کیا گیا ہے جسے قرآن کریم نے نقل فرمایا ہے، انکے سامنے نبوت کے سلسلے کے آغاز سے قبل انبیاء کرام کی اتباع کرنے کا جو عہد لیا گیا تھا اسے اس آیت میں بطور قصہ ماضی بیان کیا گیا ہے۔ اسمیں امت محمدیہ کو کسی نئے سلسلہ نبوت سے خبردار نہیں کیا جا رہا۔ کیونکہ قرآن کا اسلوب ہے کہ امت محمدیہ کو وہ امت دعوت ہوں تو ﴿یا ایھا الناس﴾ سے خطاب کرتا ہے اور وہ امت اجابت ہوں تو ﴿یا أیھا الذین آمنوا﴾ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالی کے حکم سے وہ سلسلہ نبوت شروع ہو گیا اور انبیاء آتے رہے اور آخر میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر یوں اعلان ہوا:

یا أیھا الناس إنی رسول اللہ إلیکم جمیعا

اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا رسول

ہوں

اس اعلان سے رحمت للعالمین کوتمام جہانوں، زمانوں اور انسانوں کا نبی قرار دیکر ان کی خاتمیت کا اعلان اور انہیں خاتم النبیین قرار دیکر آپ کی زبانی ﴿لا نبی بعدی﴾ سے اس سلسلہ کو منقطع کر دیا گیا۔

لہذا آیت مذکورہ سے نہ دوبارہ اجرائے نبوت پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی نبوت خاصہ ظلیہ بروزیہ یا تشریعی وغیر تشریعی نبوت کا کہیں ذکر موجود ہے نہ کسی کی نبوت کا بیان ہے، رہا مرزا صاحب کی خصوصی نبوت تو وہ اس آیت سے قیامت تک ثابت نہیں ہوسکتی۔ آیت کا صرف یہی مفہوم جملہ مفسرین ومحدثین کے ہاں مسلم ہے جسے ہم نے بیان کیا ہے۔

آیت نمبر۲۔

سورۃ نساء کی آیت نمبر ۶۹ میں ارشاد باری تعالی ہے:

ومن يطع الله والرسول فأولئك مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا

''اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے تو ایسے اشخاص بھی ان

حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا ہے
۔یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صلحاء اور یہ حضرات بہت
اچھے رفیق ہیں"

طریقۂ واردات یا مرزائی تاویل

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
امت کو آپ کی اطاعت سے نبوت حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح
آپ کی اطاعت سے آپ کی امت میں صالح، شہید اور صدیق
بنتے ہیں اسی طرح آپ کی اطاعت سے نبی بھی بنتے ہیں۔ اور
یہی ہمارا دعوی ہے کہ آپ کی اطاعت والی نبوت جاری ہے اور
یہ ہمارے دعوی کی صریح دلیل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی اطاعت سے بالاتفاق تین درجے حاصل ہوتے ہیں، تو
ہم کہتے ہیں کہ آپ کی اطاعت سے چوتھا درجہ بھی حاصل ہوتا
ہے اور وہ نبوت کا درجہ ہے، اس لئے اس آیت کا معنی یوں کرنا
درست نہیں ہوگا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے

والے حضرات ان چار قسم کے لوگوں کی معیت میں ہوں گے اور

انہیں ان کی رفاقت حاصل ہوگی۔ کیونکہ یہاں پر لفظ ''مَعَ'' اس

معنی میں استعمال ہوگا جیسا کہ وہ توفنا مع الأبرار میں ہے۔

جوابات پیش خدمت ہیں

اس دلیل کو ناکارہ کرنے کے لئے ہمارا پہلا جواب ہی کافی ہے مگر ایضاح مزید کی خاطر اہل علم اور طالبین حق کے سامنے ہم پیش کرتے ہیں تا کہ اہل تأویل باطل میں اگر طلب صادق ہو تو وہ اپنے غلط عقیدہ سے رجوع کرنے کی ہمت کرسکیں۔ ہم تو حق تعالی شانہ سے سب کی ہدایت کے طالب ہیں۔ اور سب کیلئے بھلائی چاہتے ہیں۔

جواب نمبرا۔

یہ دلیل قرآن کریم کی جس آیت سے ماخوذ ہے اہل استدلال کو کسی ایک مفسر یا مجدد کا قول اپنی تائید میں پیش کرنا ہوگا ورنہ ان کا استدلال بے وقعت ہوگا، کیونکہ قرآن کی تفسیر بدون سلف صالحین کی تائید کے اپنی رائے سے ہرگز معتبر نہ ہوگی، یہ اصول اہل اسلام کے مابین مسلمہ ضابطہ ہے، جسے قادیانی بھی تسلیم کرتے ہیں، کوئی تکلیف غیر شرعی یا تکلیف مالا یطاق نہیں ہے۔

جواب نمبر۲۔

اگر بالفرض یہ استدلال درست ہوتو اس سے تو ہر طرح کی نبوت جاری ہونے کا علم ہوگا جو خود مرزائیوں کے نزدیک بھی ناقابل تسلیم امر ہے۔لہذا دلیل مرزائی عقیدے کے مطابق نہیں،لہذا بذات خود ساقط ہے۔

جواب نمبر۳۔

مرزا قادیانی اور اس کی امت کے خیال میں (واؤ) ترتیب کے لئے آتی ہے تو آیا جو شخص اللہ تعالی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ مرزائیوں کے خیال کے مطابق پہلے نبی ہوگا پھر صدیق ہوگا پھر شہید ہوگا پھر عام صالحین میں جا کر داخل ہوگا۔

تو گویا نبی تو ہر وہ شخص ہوگیا جو اللہ کی اطاعت کرے اگرچہ اس کو صدیق وشہید اور صالح کا مرتبہ نہ مل سکا کیونکہ مرزائی (واؤ) کی ترتیب پر نہ صرف زور لگاتے ہیں بلکہ اسے ترتیب کیلئے نہ کہنے والوں کے لئے انتہائی نازیبا زبان میں استعمال کرتے ہیں،ہمیں توقع ہے کہ یہاں بھی وہ اپنے واؤ کے ترتیب والے ضابطے پر عمل کریں گے اور اس سے انکار نہیں کریں گے۔

جواب نمبر۴

آیت بالا میں درجات تک پہنچنے کا ذکر ہے ہی نہیں، یہاں تو محض رفاقت کا ذکر ہے، یہ مفہوم اس آیت کے شان نزول سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔یارسول اللہ! آپ قیامت کے دن بہت بلند مقام پر ہوں گے اور ہم خدا جانے کہاں ہونگے؟۔کیا کوئی ایسی صورت ہوگی کہ ہم آپ سے شرف نیاز حاصل کر کے آپ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر سکیں؟ دنیا میں آپ سے تھوڑی سی جدائی بھی ہم سے برداشت نہیں ہوتی تو آخرت میں بغیر دیدار کے کیسے گزر ہوگا؟ تو اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے ان چاروں درجہ والوں (نبی،صدیق،شہداء،صالحین) کی رفاقت حاصل کریں گے۔جس سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ اس آیت میں درجات کے حصول کا نہیں محض ان درجات کے اصحاب کی رفاقت کا ذکر ہے اور ہم مسلمان جب یہ کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے سے بندہ درجہ صدیقیت وشہادت وغیرہ تک پہنچ سکتا ہے مگر نبوت کے مقام تک رسائی نہیں ہوسکتی تو ہمارے اس عقیدے کی دلیل یہ آیت مجوث عنہا نہیں بلکہ ایک

دوسری بالکل واضح آیت ہمارے اس عقیدے کو بیان کررہی ہے۔سورۃ حدید میں ارشاد باری تعالی ہے:

والذین آمنوا باللہ ورسلہ أولئک ھم
الصدیقون والشھداء عند ربھم
(الحدید ۱۹)

''اور جولوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی لوگ
ہیں صدیق اور شہداء اپنے پروردگار کے نزدیک''

سورۃ حدید کی اس آیت میں یقیناً واضح طور پر درجات کا ذکر ہے ،معیت اور رفاقت کا نہیں ،رہی سورۃ نساء کی آیت ﴿من یطع اللہ والرسول فأولئک مع الذین أنعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین ..الخ﴾ تو اسمیں رفاقت کا ذکر ہے،درجات کا نہیں۔

خلاصہ یہ کہ من یطع اللہ والرسول میں محض رفاقت مذکور ہے اور أولئک ھم الصدیقون والشھداء میں محض درجات کا بیان ہے لہذا یہاں نبوت کا ذکر نہیں ۔جو اللہ اور رسول کی اطاعت سے نہیں ملتی ،یہ تو محض عطیہ ربانی ہے،سورۃ النساء میں ان حضرات کی رفاقت کا ذکر ہے جو اطاعت سے حاصل ہوتی ہے،نیز سورۃ نساء والی آیت

من یطع اللہ والرسول کی کسی مفسر نے وہ تفسیر نہیں کی جو مرزائی کرتے ہیں۔

جواب نمبر۵

حدیث میں آتا ہے:

التاجر الصدوق الأمین مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین

(ترمذی جلد اول ص ۱۴۵ بحوالہ مشکوۃ جلد اول ص ۲۴۳)

''سچا تاجر (قیامت میں) انبیاء صدیقین شہداء اور صلحاء کے ساتھ ہوگا''

مرزائیوں کی مذکورہ بالا دلیل کی رو سے تو ہر سچا دیانت دار تاجر نبی ہونا چاہئے؟ جب تاجر محض تجارت کی وجہ سے نبی نہیں ہوسکتا، ہاں انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی رفاقت حاصل کرسکتا ہے تو کوئی امتی بھی بواسطہ اطاعت خدا اور رسول نبی نہیں بن سکتا، ہاں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت حاصل کرسکتا ہے، یہی واضح مفہوم دونوں آیتوں کی وہ تفسیر ہے جس پر نصوص قرآنی کھلے طور دلالت کررہی ہیں اور یہی جملہ مفسرین سے ثابت شدہ تفسیر ہے۔

جواب نمبر۶

اگر مرزائیوں کے بقول اطاعت سے نبوت وغیرہ درجات حاصل ہوتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ یہ درجے حقیقی ہیں یا ظلی بروزی۔ اگر نبوت کا ظلی بروزی درجہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ مرزائیوں کا دعوی ہے تو صدیق، شہید اور صالح بھی ظلی و بروزی ہونے چاہئیں حالانکہ انکے بارے میں مرزائی ظلی بروزی ہونے کے قائل نہیں اور اگر" صدیق"، وغیرہ میں حقیقی درجہ ہے تو پھر نبوت بھی حقیقی ہی ماننا چاہئے حالانکہ تشریعی اور مستقل نبوت کا طاعت خدا اور سول سے ملنا خود مرزائیوں کو بھی تسلیم نہیں ہے۔

لہذا یہ دلیل مرزائیوں کے دعوی کے مطابق نہیں، کیونکہ یہ تفریق کہ ایک چیز یعنی نبوت تو ظلی حاصل ہو اور دوسری چیز یعنی صداقت وشہادت وصلاح حقیقی ہوں ایسا ہونا بلا دلیل ہے، بلکہ چاروں درجے یکساں ہونے چاہئیں۔ یا تو چاروں درجات حقیقی ہوں یا چاروں ظلی بروزی ہوں۔

جواب نمبر۷

امت محمدیہ علی صاجبہا الصلاۃ والسلام میں سب سے اونچا مقام صدیقیت ہے۔ شہید اور صالح اس سے نیچے کے درجے ہیں۔ لہذا اطاعت اللہ اور رسول سے اعلی

سے اعلی یہی تینوں درجے حاصل ہو سکتے ہیں ۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ امتی درجہ نبوت تک پہنچ جائے اور وہ نبی بن جائے ، اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین شہادت حق قرآن وسنت سے، اطاعت اللہ اور اطاعت رسول میں سب سے بڑھکر ہیں ، وہ حضرات کرام اللہ تعالی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اعلی ترین مرتبہ پر فائز رہے انہوں نے اتباع نبوت کا ایسا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ قیامت تک پوری امت مل کر بھی اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی ۔ انہیں دنیا ہی میں اللہ تعالی نے تمغۂ رضوان اور جنت کا سٹوفکیٹ دے دیا ، انہیں ایمان واسلام اور اتباع میں نمونہ قرار دیا گیا اور بقول مرزا صاحب ان میں حقیقت محمدیہ متحقق ہو چکی تھی ۔ ان سب فضائل وامتیازات کے باوجود ان میں سے کوئی ایک بھی مقام نبوت پر فائز نہ ہو سکا بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ باوجود کمال اتباع کے صدیق ہی رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجود عدل بے مثال کے شہید اور محدث کے درجہ پر ہی رہے ، ان میں سے کوئی حقیقی کیا ظلی وبروزی نبی بھی نہ بن سکا ، تو کیا ان کے بعد امت کا کوئی شخص یہ دعوی کر سکتا ہے کہ اسنے ان حضرات سے بڑھ کر رسول کی اتباع کی ہے اور نبوت کا حق دار ہو گیا ہے؟

جواب نمبر۸

اگر اطاعت سے نبوت ملتی تو یہ نبوت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق جیسے جلیل القدر صحابہ کو کیوں نہ ملی؟ کیا وہ قیامت کے روز یہ سوال کرنے میں حق بجانب نہیں ہونگے کہ:

یا اللہ! ہم نے تیری اور تیرے رسول برحق کی اتباع میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا مگر تو نے ہمیں نبوت نہ دی اور ہمارے بعد اسے تقسیم کرنا شروع فرما دیا اور وہ بھی غیر صالحین میں۔

جواب نمبر۹

مرزائی ایک طرف تو اس دلیل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اطاعت رسول کے ذریعہ سے آدمی درجہ نبوت تک پہنچ سکتا ہے تو دوسری طرف خود انکے ''حضرت صاحب'' نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اطاعت کرنے حتی کہ فنافی الرسول ہو جانے سے بھی نبوت نہیں مل سکتی، بس زیادہ سے زیادہ محدثیت کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس اعتراف کے ثبوت میں چند حوالے پیش خدمت ہیں:

حوالہ نمبرا

’’جب کسی کی حالت اس نوبت تک پہنچ جائے (جو اس سے قبل ذکر کی گئی) تو اس کا معاملہ اس عالم سے وراءالوراء ہو جاتا ہے اور ان تمام ہدایتوں اور مقامات عالیہ کو ظلی طور پر پالیتا ہے جو اس سے پہلے نبیوں اور رسولوں کو ملے تھے اور انبیاء و رسل کا نائب اور وارث ہو جاتا ہے، وہ حقیقت جو انبیاء میں معجزہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے وہ اس میں کرامت کے نام سے ظاہر ہوتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں عصمت کے نام سے نامزد کی جاتی ہے اس میں محفوظیت کے نام سے پکاری جاتی ہے اور وہی حقیقت جو انبیاء میں نبوت کے نام سے بولی جاتی ہے اس میں محدثیت کے پیرایہ میں ظہور پکڑتی ہے، حقیقت ایک ہی ہے لیکن بباعثِ شدت اور ضعف رنگ کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں ۔اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات مبارکہ اشارت فرمارہے ہیں کہ محدث نبی بالقوۃ ہوتا ہے ۔اگر باب

نبوت مسدود نہ ہوتا تو ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور

استعداد نبی ہونے کی رکھتا تھا اور اسی قوت اور استعداد کے لحاظ

سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے، یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ

المحدث نبی جیسا کہ کہہ سکتے ہیں العنب خمر نظراً

إلى القوة والاستعداد ومثل هذا الحمل شائع

متعارف فی عبارات القوم وقد جرت المحاورات

علی ذلک کما لا یخفی علی کل ذکی عالم مطلع

علی کتب الأدب والکلام والتصوف

(ماہنامہ ریویو آف ریلیجز ج ۳۔ اپریل ۱۹۰۴ء)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ ظلی نبوت بھی درحقیقت محدثیت ہی ہے اور کامل اتباع سے جو ظلی نبی بنتا ہے وہ دراصل محدث ہوتا ہے اور یہاں جو محدث پر حمل نبی کا کیا گیا ہے وہ محض استعداد کی بنا پر ہے، یعنی اگر دروازہ نبوت بند نہ ہوتا تو وہ نبی بن جاتا جیسا کہ عنب پر خمر کا اطلاق قوت اور استعداد کی بنا پر کیا جاتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو خمر کا حکم ہے وہی عنب کا بھی حکم ہو بلکہ دونوں کے احکام اپنی اپنی

جگہ الگ الگ ہیں ،اسی طرح اگر محدث پر نبی کا اطلاق بلحاظ استعداد کیا جائے گا تو دونوں کے احکام الگ الگ ہوں گے۔ نبی کا انکار کفر ہوگا اور محدث کی نبوت کا انکار کفر نہ ہوگا ،حالانکہ مرزائی اپنے حضرات صاحب (ظلی نبی) کے منکرین کو پکا کافر گردانتے ہیں۔

یہ تو عجیب تضاد ہوا کہ مرزا غلام احمد کچھ کہیں اور مرزائی کچھ اور آجکل کے جاہل کچھ اور کہیں۔اسی سے اس عقیدہ کے بطلان کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حوالہ نمبر۲

"ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہیں آ سکتا۔اس شریعت میں نبی کے قائمقام محدث ہوگئے

(شہادۃ القرآن ص ۲۸)

مرزا کی یہ عبارت بھی مرزائی تاویلات وتوہمات کی عمارت کو زمین بوس کر رہی ہے

مرزا صاحب بھی اگر ایک مقام پر اپنے دلائل کو ہمالیہ کے برابر ٹھہراتے ہیں تو

دوسرے مقام پرانہی دلائل کی خودزوردارتردید کرتے نظر آتے ہیں۔

حوالہ نمبر۳

بقول مرزا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاظلی وجود تھے پھر بھی وہ نبی نہ کھلائے ،جس سے معلوم ہوا کہ اتباع نبی سے زیادہ ظلی وجودتو مرزا کے نزدیک ہوسکتا ہے مگر نبوت نہیں مل سکتی

حوالہ نمبر۴

''صدہالوگ ایسے گذرے ہیں جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور

عنداللہ ظلی طور پرانکانام محمد یااحمد تھا

(آئینہ کمالات اسلام ۳۴۶۔۵)

اس عبارت سے بھی پتہ چلا کہ اگر چہ صدہالوگ ایسے گذر چکے ہیں جن کانام ظلی طور پراحمد یامحمد تھامگر پھربھی ان میں سے نہ کوئی نبی بنااورنہ کسی نے دعوی نبوت کیانہ اپنی الگ جماعت بنائی اور نہ اپنے منکرین کوکافراورخارج ازاسلام قراردیا۔پھر یہ عجیب بات کہ اتنے بڑے بڑے متبعین خدااوررسول تونبی نہ بن سکےمگرمرزاغلام احمد قادیانی ظلی نبی کے ساتھ ساتھ حقیقی نبی بھی بن گیا۔

جواب نمبر ۱۰

کتب سیر میں یہ روایت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

مع الرفیق الأعلی فی الجنة مع الذین انعمت
علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین

تو مرزائی بتائیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ نعوذ باللہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہیں تھے اور آپ اس دعاء کے ذریعہ نبوت وغیرہ کو طلب کر رہے تھے؟ بلکہ عبارت دیکھنے سے ہی یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ یہاں رفاقت کا ذکر ہے درجات کا نہیں۔

جواب نمبر ۱۱

جو آیت مرزائیوں نے اپنی دلیل میں پیش کی ہے اس کے اخیر میں یہ جملہ بھی ہے وحسن أولئک رفیقا (اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں) جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آیت صرف رفاقت پر دلالت کرتی ہے بعینہ نبی صدیق اور شہید بننے پر دال نہیں ہے۔

جواب نمبر۱۲

اگر کوئی کسی کیساتھ ہوتو اسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اس کا عین ہو گیا ،مثلاً: کہتے ہیں ''فلاں شخص مع اہل وعیال آیا ہے'' تو اسکا معنی یہ نہیں ہوتا کہ فلاں شخص اپنے اہل وعیال کا عین ہو گیا ہے۔اگر مرزائیوں کے خیال کے مطابق عین ہی ہو جاتا ہے تو پھر لوگ صرف نبی ہی نہیں بلکہ خدا بھی بنیں گے۔

قرآن مجید میں ہے إنی معکم ۔معاذ اللہ کیا خدا اور فرشتے متحد ہو گئے ۔إن اللہ معنا ۔معاذ اللہ کیا نبی علیہ السلام اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خدا تعالیٰ تینوں ایک ہو گئے۔

إن اللہ مع الصابرین ۔کیا اللہ تعالیٰ اور صابر لوگ باہم متحد ہو گئے ہیں۔اس طرح تو دنیا میں ہندوؤں کی طرح ہزاروں خدا ماننے پڑیں گے۔

جواب نمبر۱۳

مرزا قادیانی نے جو اس آیت کا خود معنی کیا ہے اس سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے نبی بن جائیں گے بلکہ وہ تو کہتا ہے کہ:

''آیت کی مراد یہ کہ انبیاء وصدیقین وغیرہم کی صحبت میں آجاؤ''

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۹۸)

تم پنج وقت نمازوں میں یہ دعا پڑھا کرو اہدنا الصراط المستقیم یعنی اے ہمارے خدا اپنے منعم علیہم بندوں کی ہمیں راہ بتا، وہ کون ہیں، نبی اور صدیق اور شہید اور صلحاء۔ اس دعا کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ ان چار گروہوں میں سے جس کا زمانہ تم پاؤ اس کے سایہ صحبت میں آجاؤ اور اس سے فیض حاصل کرو۔"

(رسالہ ملحق آئینہ کمالات اسلام، قیامت کی نشانی ۶۱۲-۵)

جواب نمبر ۱۴

مرزا قادیانی نے اہل مکہ کیلئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو انبیاء و رسل و صدیقین اور شہداء اور صالحین کی معیت نصیب کرے، جیسے حمامۃ البشری ص ۹۶ ر۔خ جلد ۷ ص ۳۲۵ میں لکھا ہے:

نسألہ أن یدخلکم فی ملکوتہ مع الانبیاء و الرسل و الصدیقین و الشھداء و الصالحین

تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مرزا دعا مانگ رہا ہے کہ اہل مکہ تمام کے تمام انبیاء اور

رسول بن جائیں ۔اگر یہی مراد سمجھی جائے تو مرزا نے گویا اہل مکہ کیلئے نبوت حاصل کرنے کی دعا کی ہےاور بزعم مرزائی حضرات اس کی دعا منظور ہوئی ہوگی کیونکہ مرزا سے خدا نے الہام میں وعدہ کیا تھا کہ تیری ہر دعا قبول کرونگا۔ اجیب کل دعاء ک إلا فی شر کاء ک تو پھر کیا مکہ والے لوگ نبی ہو گئے ہوں گے؟

نوٹ

گذشتہ تمہید سے ثابت ہوا کہ مرزائیوں کے خیال میں مکہ کے سب علماء نبی بن چکے۔اب علمائے مکہ نے مرزا پر جو کفر کا فتوی لگایا ہے تو کیا یہ فتوی آسمانی آواز شمار ہوگا؟

ڈھٹائی کی انتہا

کیا اتنے سارے دلائل واضحہ اور براہین جلیلہ ہونے کے باوجود مرزائی اپنی اسی باطل دلیل پر جمے رہیں گے؟ کیونکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آیت من یطع اللہ والرسول فأولئک مع الذین ...الخ میں ''مع'' ''من'' کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ منعم علیہم انبیاء وغیرہ میں سے ہوگا نہ کہ محض ان کے ساتھ ہوگا اور اس کی مثال قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔ فرمایا گیا ہے: وتوفنا مع الأبرار ...ای من الأبرار.. یعنی نیکوں میں سے بنا کر ہمیں وفات

دیکھئے۔

ہم کہتے ہیں

الف

پورے کلام عرب میں کہیں بھی "مع" "من" کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا اگر یہ "من" کے معنی میں آتا تو "مع" پر "من" کا دخول ممتنع ہوتا حالانکہ عربی محاروں میں "من" کا "مع" پر داخل ہونا ثابت ہے۔لغت کی مشہور کتاب المصباح المنیر میں لکھا ہے۔ودخول من نحو جئت معه.من القوم

لہذا معلوم ہوا کہ "من" کبھی "مع" کے معنی میں نہیں ہوسکتا ورنہ ایک ہی لفظ کا تکرار لازم آئے گا۔

ب

اگر "مع" کا معنی "من" لیا جائے تو حسب ذیل آیت کے معنی کیا ہونگے؟

١. إن الله مع الصابرين

٢. محمد رسول الله والذين معه

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالی صابروں کے جز ہیں یا یہ کہ حضرات

www.Toheed1Or3.com www.OnlyOneOrThree.com

صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں؟

۳. إنی معکم

۴. إن الله معنا

کیا مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور فرشتے اور دوسری آیت میں نبی علیہ السلام، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اللہ تعالی تینوں ایک ہو گئے؟

ج

جب کوئی لفظ مشترک ہو اور دو معنی میں مستعمل ہو تو دیکھا جاتا ہے کہ کونسے معنی حقیقت ہیں اور کون سے مجاز۔ جب تک حقیقت پر عمل ممکن ہو مجاز اختیار کرنا درست نہیں ہوتا، یہاں پر بہر حال ''مع'' رفاقت کے معنی میں حقیقت ہے اور اس پر یہاں عمل کرنا بھی ممکن ہے کیونکہ اگلے جملہ وحسن أولئك رفيقا سے صاف طور پر رفاقت کے معنی کی تائید ہو رہی ہے۔ لہذا ''مع'' کو ''من'' کے مجازی معنی میں لے جانا ہرگز جائز نہ ہوگا۔

ح

اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مع بھی کبھی من کے معنی میں استعمال ہوا ہے یا ہوتا ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ آیت مبحوث عنہا میں بھی ''مع''، ''من'' کے معنی

میں ہے۔کیا کسی مفسر یا مجدد نے یہاں پر ''مع'' کے معنی معیت ورفاقت کے بجائے من کے معنی میں ہونا مراد لئے ہیں؟

د

''مع'' کے ''من'' کے معنی میں ہونے پر مرزائی جو آیات قرآنیہ تلبیس ومغالطہ کے لئے پیش کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک آیت میں بھی ''مع'' ''من'' کے معنی میں نہیں ہے، یہاں تک مرزائیوں کے ہاں معتبر اور مشہور مفسر امام رازی نے آیت وتوفنا مع الابرار کی تفسیر فرماتے ہوئے مرزائیوں کے سارے گھروندے کوزمیں بوس کردیا ہے اور انکی رکیک تاویل کی دھجیاں اڑادی ہیں۔وہ فرماتے ہیں:

وفاتهم معهم هی ان یموتوا علی مثل اعمالهم حتی یکونوا فی درجاتهم یوم القیامة قد یقول الرجل انا مع الشافعی فی هذه المسئلة ویرید به کونه مساویا له فی ذلک الاعتقاد

(تفسیر کبیر ۱۸۱۔۳)

ان کا ان (ابرار) کے ساتھ وفات پانا اس طرح ہوگا کہ وہ ان نیکوں جیسے اعمال کرتے ہوئے انتقال کریں تاکہ قیامت کے

دن ان کا درجہ پالیں جیسے کبھی کوئی آدمی کہتا ہے کہ میں اس مسئلہ

میں شافعی کے ساتھ ہوں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسکا اعتقاد

رکھنے میں وہ اور امام شافعی برابر ہیں (نہ یہ کہ وہ درجہ امام شافعی

تک پہنچ گیا)

اور یہی امام رازی ومن یطع اللہ والرسول..الخ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

:

ومعلوم انه ليس المراد من كون هؤلاء معهم

هو انهم يكونون فى عين تلك الدرجات لان هذا

ممتنع

(تفسیر کبیر ۳۷۹۔۳)

یہ بات معلوم ہے کہ یہاں ان کے ساتھ ہونے سے مراد یہ نہیں

ہے کہ بعینہ انہی کے درجے میں ہوں گے۔ کیونکہ یہ بات محال

ہے۔

امام رازی مرزا قادیانی کے نزدیک چھٹی صدی کے مجدد ہیں، شاید انہیں بذریعہ

کشف معلوم ہوگیا تھا کہ قادیانیوں نے اس آیت سے غلط استدلال کرنا ہے، لہذا آٹھ

سو سال قبل انہوں نے اس کی وضاحت کر کے قادیانیوں کے استدلال کی دھجیاں اڑا دیں۔

بالکل سفید جھوٹ

اپنی ہٹ دھرمی پر اصرار کرتے ہوئے اپنے باطل استدلال کی تائید کے لئے مرزائیوں نے جھوٹ کا ایک پلندہ تیار کرلیا ہے اور مشہور امام لغت راغب اصفہانی کے کاندھے پر سے بندوق چلانے کی ناکام کوشش کی ہے۔

انکا کہنا ہے کہ امام راغب کی ایک عبارت سے انکے بیان کردہ معنی آیت کی واضح تائید ہوتی ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

قال الراغب: ممن انعم عليهم من الفرق الاربع
فی المنزلة والثواب النبی بالنبی والصديق بالصديق
والشهيد بالشهيد والصالح بالصالح وأجاز الراغب
ان يتعلق من النبيين بقوله ومن يطع الله والرسول
ای من النبيين ومن بعدهم

(منقول از البحر المحیط للاندلسی ۲۸۷۔۳)

امام راغب نے ان چاروں قسم کے لوگوں کے بارے میں جن پر انعام کیا گیا ہے

درجہ اور ثواب میں ہونے کا قول کہا ہے کہ نبی نبی کے ساتھ ،صدیق صدیق کے ساتھ ،اور شہید شہید کے ساتھ اور صالح صالح کے ساتھ ہو۔اور امام راغب نے اس بات کو درست قرار دیا کہ ''من النبیین '' کا تعلق اللہ تعالی کے ارشاد ''ومن یطع اللہ والرسول '' سے ہو،یعنی جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے نبیوں میں سے یا ان کے بعد کے درجہ والوں میں سے'' ہو۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ'' من النبیین انعم اللہ علیھم'' سے نہیں بلکہ'' ومن یطع اللہ '' سے متعلق ہے لہذا آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نبیوں وغیرہ میں سے جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ منعم علیھم کے ساتھ ہوگا اور یہاں یطع مضارع کا صیغہ ہے جو حال واستقبال دونوں کیلئے بولا جاتا ہے۔لہذا ضروری ہوا کہ اس امت میں بھی کچھ نبی ہونے چاہئیں جو رسولوں کی اطاعت کرنے والے ہوں۔اگر نبوت کا دروازہ بند ہوتو اس آیت کے مطابق وہ کون سا نبی ہوگا جو رسول اللہ کی اطاعت کرے گا؟

کشف دجل

مرزائیوں نے مذکورہ عبارت پیش کر کے انتہائی دجل وفریب کا مظاہرہ کیا ہے ۔دراصل یہ حوالہ علامہ اندلسی کی تفسیر البحر المحیط سے ماخوذ ہے مگر انہوں نے اس قول کو نقل

کر کے اپنی رائے اس طرح بیان فرمائی ہے:

وھذا لوجه الذی ھو عنده ظاھر فاسد من جھة

المعنی و من جھة النحو

(تفسیر البحر المحیط ۷_۲۸_۳)

لہذا معلوم ہوا کہ یہ قول بالکل مردود اور ساقط الاستدلال ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ امام راغب کی کسی کتاب میں اس طرح کی عبارت نہیں ملتی، ان کیطرف یہ قول منسوب کرنا صحیح نہیں ہے۔ ان کی طرف قول بالا کی غلط نسبت ہونے پر ہمارے پاس دو قرینے موجود ہیں۔

پہلا قرینہ

امام راغب اصفہانی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے، جسکا نام الذریعة إلی مکارم الشریعة ہے۔ اگر بالفرض امام راغب کا وہ مسلک ہوتا جو بحر محیط میں نقل کیا ہے تو اس کتاب میں ضرور تحریر کرتے لیکن اس پوری کتاب میں کہیں اشارۃً کنایتاً بھی اسکا ذکر نہیں ہے جو کتاب مستقل اسی آیت کی تفسیر میں لکھی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ قول انکی طرف غلط منسوب ہے۔

دوسرا قرینہ

اگر اس طرح کوئی عبارت امام راغب کی کسی اپنی کتاب میں ہوتی تو مرزائی مناظرین امام راغب کی اسی کتاب سے حوالہ دیتے اور وہیں سے نقل کرتے تا کہ دلیل پختہ ہوتی لیکن وہ لوگ تو بحر محیط کی ایک عبارت لے کر لکیر پیٹتے رہتے ہیں، کیونکہ اس کا اصل ماخذ کہیں ہے ہی نہیں مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(یہ بات ۱۹۵۴ میں مرزائی مناظر قاضی نذیر کے ساتھ مناظرہ دوران کھلے طور پر واضح ہوگئی کہ اگر امام راغب کی اپنی کسی کتاب میں یہ عبارت ہوتی تو قادیانی اس کتاب کو پیش کرتے، علامہ اندلسی کی کتاب سے خیانت کر کے اس عبارت کو پیش کرنے سے ذلیل ورسوانہ ہوتے جو اس قول کو نقل کر کے خود اس کی دھجیاں اڑا رہے ہیں۔

خلاصۂ مبحث۔ درج ذیل امور اربعہ یادرکھیں

۱۔ مرزا صاحب اپنی نبوت پر اپنی وحی، اپنے الہام، اپنے کشف سے استدلال کرتے ہیں وحی محمدیہ سے نہیں؟ جبکہ وہ دعوی ان کے ظل وبروز ہونے کا کرتے ہیں۔

۲۔ جن آیات میں تاویل کر کے محض نبوت کے اجراء کے قائل ہیں، وہ خود اس طرح کی نبوت کے مدعی نہیں

۳۔معیت والی آیت سے حصول درجات، انکا استدلال باطل ہے۔

۴۔اطاعت سے جن درجات کے حصول کا ذکر ہے اسمیں نبوت نہیں ہے۔

آیت نمبر ۳ (خاتم النبیین)

حضرت خاتم النبیین اور قادیانی اوہام

آیت قرآنی ”ما کان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین “میں خاتم النبیین کے معنی جملہ اہل اسلام کے ہاں معروف ومشہور ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں، آپ پر سلسلۂ نبوت بند ہے، آپ کی نبوت قیامت تک کیلئے ہے۔

اس آیت میں اب قادیانی تاویلات ملاحظہ فرمائیں جنکی حیثیت اسلامی مسلمہ حقائق کے اردگرد بے بنیاد شبہات واوہام سے زیادہ کچھ نہیں، ساتھ ہی ان شاء اللہ ان کے ردود کا بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مرزائی تاویلات وشبہات

۱۔خاتم النبیین میں لفظ خاتم کا معنی مہر اور خاتم النبیین کا معنی نبیوں کی مہر اور تصدیق کے ہیں۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب بھی کوئی نبی آئے گا تو آپ کی مہر سے

تصدیق یافتہ ہوگا۔

۲۔اگر اس سے مراد آخری نبی ہو تو حضرت عیسی علیہ السلام کا آنا اس کے منافی ہوگا۔

۳۔حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ انبیاء کے خاتم ہیں۔

۴۔خاتم النبیین میں ''ال'' عہد ہے استغراقی نہیں۔جس سے خاص تشریعی انبیاء مراد ہیں مطلق انبیاء نہیں۔

۵۔خاتم النبیین کہنا ایسا ہی ہے جیسے مبالغہ کیطور پر کہا جائے فلاں شخص خاتم المحدثین ہے اور فلاں شخص خاتم المفسرین ہے۔

۶۔مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل ہیں اور یہ چیز خاتم الانبیاء کے منافی نہیں ہے۔

۷۔حضرت عائشہ سے منقول ہیکہ ''قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانبی بعدی'' کہ آپ کو خاتم النبیین کہو مگر یہ مت کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

۸۔شیخ ابن عربی اور دیگر بزرگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد تشریعی نبی کی آمد محال لیکن غیر تشریعی کی آمد محال نہیں۔

قادیانی تاویلات برائے تشکیک

اب ہم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ''ختم نبوت'' کے بارے میں قرآنی آیات اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے بارے میں قادیانی رکیک تاویلات بیان کرتے ہیں جن سے ان کی غرض امت کے مسلمہ عقائد میں تشکیک پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

معمولی غور کرنے سے آپ کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ہر قادیانی تاویل مکڑی کے جالے سے بڑھکر حیثیت نہیں رکھتی جسے وہ دجل کا قوی جال سمجھتے ہیں، انشاءاللہ قرآن وسنت کے قوی دلائل پر مبنی ردو دان قادیانی تاویلات کو ہباء منثورا بنا دیں گے۔

قادیانی معنی خاتم پر رد

قادیانیت کیطرف سے لفظ ''خاتم النبیین'' کی مذکورہ بالا تاویلات کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین کو سلسلۂ نبوت بند کرنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ ''نبوت سازی'' کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا، لہذا آپ فاتحِ نبوت ہوئے خاتمِ نبوت نہیں۔

خاتم النبیین کا یہ مرزائی مفہوم قرآنی تصریحات، متواتر احادیث، اجماع امت

اور لغت وقواعد عربیہ کے مخالف ہے۔

لغت

لغت میں خاتم کا لفظ اگر قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہو تو اس سے آخری شخص ہی مراد ہوتا ہے۔ کیونکہ لغت میں ''خاتم الاولاد'' آخری اولاد کو اور ''خاتم القوم'' قوم کے آخری شخص کو ہی کہتے ہیں نہ کہ جس کی مہر سے اولاد یا قوم بنتی ہو۔

ابن مسعودؓ کی روایت

قرآن حکیم کی اسی آیت کی تلاوت وقرات میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت یوں ہے:

ولکن نبیا خاتم النبیین

لیکن ایسے نبی ہیں جس نے نبیوں کے سلسلے کو ختم کیا۔

جملہ مفسرین

قرآن حکیم کے جملہ مفسرین نے قرون اول سے لیکر تا حال اس آیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ہی مراد لی ہے۔

جملہ محدثین

www.Only1Or3.com www.TOheedYaTalees.com www.OnlyOneOrThree.com

جامعین احادیث نے خاتم النبیین کے معنی میں آخر الانبیاء اور لانبی بعدی کے بیان پر مشتمل احادیث کو جمع کیا ہے۔

لفظ خاتم اور خود مرزا صاحب

مرزا صاحب نے جابجا اپنی تصنیفات میں ''خاتم'' سے آخری ہی مراد لیا ہے ۔ملاحظہ فرمائیے:

۱۔

خدا کی کتابوں میں مسیح موعود کے کئی نام ہیں، منجملہ ان کے ایک نام خاتم الخلفاء ہے ۔یعنی ایسا خلیفہ جو سب سے آخر آنے والا ہے۔

(چشمہ معرفت در روحانی خزا۲۳ ۳۳۳۔۲۳)

۲۔

میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔

(چشمہ معرفت درروحانی خزائن ۳۴۰۔۲۳)

۳۔

ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے

(ازالۃ الاوہام درروحانی خزائن ۱۷۰۔۳)

۴۔

وہ اس امت کا خاتم الأولیاء ہے جیسا کہ سلسلہ موسویہ کے خلیفوں میں حضرت عیسی خاتم الانبیاء ہے

(تحفہ گولڑویہ درروحانی خزائن ۱۲۷۔۱۷)

۵۔

اور نیز یہ راز بھی کہ اخیر پر بنی اسرائیل کے خاتم الأنبیاء کا نام جو عیسی ہے اور اسلام کے خاتم الأنبیاء کا نام جو احمد اور محمد ہے

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم درروحانی خزائن ۴۱۲۔۲۱)

۶۔

www.Only1Or3.com www.TohеedAtaslee.com www.OnlyOneOrThree.com

میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جسکا نام جنت تھا اور پہلے وہ

لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے

بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا۔ اور

میں ان کے لئے ''خاتم الأولاد'' تھا۔

(تریاق القلوب در روحانی خزائن ۹ ۴۷ ۔ ۲۱)

مرزا صاحب خود بھی ادعائے نبوت کے بعد تک ''خاتم النبیین'' سے آخری نبی مراد

لیتے رہے ہیں۔ ایک غلطی کے ازالہ میں لکھتے ہیں:

میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ بس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں

ٹوٹی

مرزا صاحب کے نزدیک نبیوں کی مہر وہ آخری نبی ہیں جن کے بعد کسی کا نبی بننا

مہر ختم نبوت کے منافی ہے۔

لفظ ''اُل'' کی قادیانی تحریف کا رد

النبیین ''اُل'' عہد کے لئے یا استغراق کے لئے

اگر یہ ''ال'' استغراق کے لئے ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے خاتم

اور اگر ''عہد'' کے لئے ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم معہود انبیاء کرام کے خاتم ہیں۔

یہ بحث بھی مرزا کی ایجاد ہے۔ حالانکہ عہد کے لئے شرط ہے کہ معہود، کلام سابق میں صراحتًا یا اشارۃً مذکور ہوا ہو۔ اس آیت کے سیاق وسباق میں کہیں تشریعی انبیاء کا ذکر نہیں۔ ہاں مطلق انبیاء کا ذکر ضرور ہے۔

آیت: ﴿سنة الله الذين خلوا من قبل .... الخ﴾ میں تمام انبیاء سابقین داخل ہیں۔ پھر آیت ﴿الذين يبلغون رسالات الله ويخشونه ولا يخشون احدا إلا الله﴾ میں بیان کردہ اوصاف مطلق نبوت کی ضروریات میں سے ہیں کہ نبی اللہ کی رسالت کی تبلیغ میں مخلوق سے ہرگز متاثر نہ ہو۔

پھر مسلمانوں کے ساتھ مرزائی دو امر میں متفق ہیں:

۱۔ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ کے بعد تشریعی نبوت ختم ہے۔

۲۔ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ کے بعد تشریعی نبوت کا ادعاء کفر ہے

ایک امر مختلف فیہ ہے:

اہل اسلام کے مطابق حضرت خاتم الانبیاء محمد الرسول اللہ کے بعد مطلق نبوت ختم ہے۔ جبکہ مرزائیوں کے نزدیک یہ نبوت جاری ہے۔

ہم ان سے چند سوالات کرتے ہیں:

www.OnlyOneOrThree.com www.Toheedkatajdeed.com

☆ کیا ظلیت کی اصطلاح اللہ ورسول نے جاری فرمائی ہے یا مرزا کی اختراع ہے؟

☆ مرزا صاحب کا کہنا کہ میں ظلی طور پر محمد ہوں، لہٰذا اس طور سے میری نبوت سے ''خاتم النبیین'' کی مہر نہیں ٹوٹی۔

☆ کیا کسی شخص کا دوسرے نبی کا ظل ہونا اللہ کے انبیاء میں موجود رہا ہے؟

☆ اگر رسول یا نبی سے پکارا جانا اعتراض کی بات نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقب اپنے بعد کسی کیلئے روا نہ رکھا؟

☆ کیا چودہ صدیوں میں کوئی اور بھی و آخرین منھم کے بموجب نبی بنا؟

☆ کسی اور کو محمد واحمد کا نام دیا گیا اور اس کے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا گیا؟

کیا یہ امر رسول اللہ کے ساتھ (نعوذ باللہ) استہزاء نہیں ہے کہ مال بھی چوری ہو گیا اور مہر بھی نہ ٹوٹی؟ گویا اللہ تعالی نے نبوت پر مہر لگائی، مگر مرزا صاحب نے اتنی ہوشیاری سے اسے چرایا کہ خدا تعالی کی لگائی ہوئی مہر تو بچی رہی مگر جس مال کو بچانے کیلئے مہر لگائی گئی تھی وہ مال یعنی نبوت چوری ہوگئی۔

مرزا صاحب ازالہ میں لکھتے ہیں:

مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو

درحقیقت خاتم النبیین تھے، رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے
جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر نبوت ٹوٹتی ہے
کیوں کہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین
منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء
ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا
نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود
قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا
کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر
محمد ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر
نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی
یعنی بہر حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی۔ یعنی جب
کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی
رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلت

میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ

طور پر نبوت کا دعوی کیا

(ایک غلطی کا ازالہ)

حق یہ ہے کہ نبوت کے باب میں ظلیت و بروزیت کی اصطلاحات اسلامی مصادر شرع میں نہ موجود تھیں، نہ ہیں، نہ اللہ تعالی نے ایسی نبوت کو بیان کیا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ کے کسی رسول نے نہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی اس قسم کا تعارف کرایا محض نصوص قطعیہ کی ضرب کاری سے بچنے کیلئے مرزا صاحب نے اس ڈھال کو اختراع کیا، ورنہ صحابہ کرام، فقہائے عظام، محدثین حضرات اور جملہ علمائے امت کی جملہ تصانیف اس قسم کی نبوت سے نا آشنا ہی ہیں، نہ ان میں سے کسی کو یہ مقام حاصل ہوا، صرف مرزا صاحب ہی ہیں جنہوں نے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلّ بنکر علیحدہ ہونے کا دعوی، پھر وہی ظل عین بنکر خاتم النبیین سے علیحدہ نہ ہونے کا مدعی ہوا کہ میں وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور میرا نام محمد اور احمد رکھا گیا ہے۔ اس طویل وعریض نام نہاد دعوے پر دلیل یہ کہ ظل وسایہ اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ کون عقلمند ہے جو بودی دلیل کو قبول کرسکتا ہے یا کون ذی شعور ہے جو مان سکتا ہے کہ متنبّی قادیان بعینہ سید الرسل سید الانس والجن ہے۔ پھر کتنی بوگس دلیل کہ ظل چونکہ اصل سے

علیحدہ نہیں ہوتا تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ نہیں۔

جبکہ یہ امر بدیہی ہے کہ ظل اور اصل متحد (ایک چیز) نہیں ہوتے، وہ کونسی شرعی دلیل ہے جس کی بنیاد پر مرزا ظل خاتم الانبیاء ہے؟۔

اگر مراد صفات نبوت کا سایہ ہے تو اس سے بھی کسی کی نبوت ثابت نہیں ہوتی نہ مرزا کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عینیت اس سے ثابت ہوسکتی ہے؟۔حدیث میں آتا ہے کہ:

السلطان ظل الله فی الأرض

سلطان زمیں میں اللہ کا سایہ ہوتا ہے

تو کیا (معاذ اللہ) سلاطین دنیا کا بعینہ خدا ہونا ثابت ہوگیا؟

الغرض۔ظل۔بروز۔مجاز۔عین۔

یہ سب اصطلاحات محض باب نبوت میں تلبیسات ہیں۔شریعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔اگر اللہ تعالی نے نبوت کا دروازہ اس طرح کھولنا تھا کہ ظل کو نبی بنا دیتے تو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کی طرح ساتھ رہنے والے رفیق یار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کھولتے یا پھر محدث امت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر اس دروازے کو کھولتے، جنکے بارے میں نبی علیہ السلام کا اپنا ارشاد ہے:

لو كان بعدي نبي لكان عمر

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو وہ عمر ہی ہوتے

یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر کھولتے جنہیں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

أنت مني بنمزلة هارون من موسى

''تم مجھ سے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسی علیہ السلام سے''

جب یہ سب (ظلی نبی، امتی نبی، غیر تشریعی نبی) عین محمد، وجود محمد نہ بن سکے اور نبوت کے بند دروازے کو نہ کھول سکے اور سب کیلئے یہ فرمان ہے کہ:

ليس بعدی نبی

مگر میرے بعد میں کوئی نبی نہیں ہے

تو کسی دیگر کا کیا مقام ہو سکتا ہے؟

<u>اللہ کا کسی کو خاتم النبیین کہنا ایسا ہی ہے جیسے کہ بندوں کا کسی کو خاتم المحد ثین یا خاتم المفسرین کہنا</u>

ہم کہتے ہیں:

''خاتم'' کا معنی آخری ہی ہے جیسا کہ اس کی شرح میں گذر چکا ہے۔ بندوں کو

چونکہ آئندہ کی خبر نہیں ہوتی وہ اپنے زعم کے مطابق کسی کو یہ سمجھ کر کہ یہی آخری محدث اور آخری مفسر ہیں، اسے خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہہ دیتے ہیں۔

اس محاورے کا استعمال کسی کی افضلیت کیلئے اور اس کے کمال کے بیان کیلئے ہر انسان اپنے علم کے مطابق سمجھتا ہے، تو اس قسم کے قول کو مجاز اور مبالغہ پر محمول کرتے ہیں کیونکہ یہ محدثیت اور مفسریت بندوں کے کسب سے حاصل ہو سکتے ہیں، ان کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔

خاتم المحدثین کہنے والے کو بھی یہ گمان نہیں ہوتا کہ اس کے بعد کوئی محدث پیدا نہ ہوگا مگر بطور مبالغہ یا بطور ایں تاویل کہ اپنے زمانے کا آخری محدث و مفسر ہے۔

بہر حال یہ اس انسان کا کلام ہے جو جہول بھی ہے، نادان بھی، مستقبل کا علم بھی نہیں رکھتا، جیسے یہ خبر بھی نہیں کہ کل کون محدث اور مفسر ہوگا اور کون جاہل اور فاسق؟

بندہ نے اپنے زعم کے مطابق اپنے خیال سے کسی کو خاتم المحدثین اور خاتم المفسرین کہہ دیا تو یہ علام الغیوب باری تعالی کے قول ''خاتم النبیین'' کا مثیل نہیں ہو سکتا ۔اسکا یہ قول حقیقت ہے کوئی اندازیا تخمینہ نہیں۔

کیا اللہ عالم وخبیر جسکا علم ہر شیء کا محیط ہے، اس نے اپنے اختیار سے نبوت کے سلسلہ کو جاری فرمایا اور اپنے اختیار سے منقطع فرما دیا، اسکا کلام مخلوق کی طرح ہو سکتا ہے

جو مجبور اور بے علم ہیں جبکہ خود نبی کریم ، آپ کے صحابہ ، ائمہ دین ومحدثین نے بھی خاتم النبیین کی وہی تفسیر بمعنی آخری نبی کی ہو جسکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

لہذا مرزائیوں کا یہ شبہ یا وسوسہ اس .... کے بعد ان کے دلوں سے بھی زائل ہو جاتا ہے

نبی علیہ السلام پہلے انبیاء کے خاتم ہیں

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پہلوں کے خاتم ہیں اور آپ کے بعد کسی کا نبی آنا آپ کے خاتم النبیین کے منافی نہیں ہے

تو اس معنی سے تو پھر ہر نبی خاتم النبیین قرار دیا جائے کیونکہ وہ بھی اپنے سے پہلے انبیاء کا خاتم ہوگا جبکہ یہ لقب صرف اور صرف جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔

جیسے کہ حدیث خاتم النبیین نے اسے بیان کیا ہے کہ

ارسلت إلى الخلق كافة وختم بى النبيون

مجھے عام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر انبیاء کے سلسلہ کو ختم کیا گیا ہے

کیانزول عیسیٰ علیہ السلام خاتمیت کے منافی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول اور اس دنیا میں دوبارہ آمد حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منافی نہیں ہے کیونکہ آپ کے آخری نبی ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت عطاء نہ کی جائے گی۔کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ نبی ہیں جنکو آپ سے پہلے نبوت عطاء کی گئی۔آپ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنائے گئے اور آپ سے پہلے پیدا ہوئے۔آپ کی دوبارہ آمد سے اللہ کے نبیوں کے عدد میں اضافہ نہیں ہوگا۔

صاحب کشاف نے اس شبہ کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے:

فإن قلت كيف كان آخر الأنبياء وعيسى عليه السلام ينزل في آخر الزمان؟قلت معنى كونه آخر الأنبياء انه لا ينبأ احد بعده وعيسى ممن نبى قبله

اگر تم کہو کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کیسے آخری نبی ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہونگے ؟اسکے جواب میں کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

www.Tohed3.com

کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسی علیہ السلام کو آپ

سے پہلے نبوت دی گئی تھی (کشاف ۲۳۹-۳)

نبوت بالکلیہ منقطع اور اجزائے نبوت باقی

منجملہ امت کے تمام طبقات ،تمام اولیاء عارفین اس عقیدے پر متفق ہیں کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد مدعی نبوت کافر ہے۔نبوت بالکلیہ منقطع ہوگئی البتہ اجزائے نبوت باقی ہیں ،جنکا احادیث میں ذکر ہے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ذهبت النبوة وبقيت المبشرات

نبوت تو جاتی رہی اور بشارت دینے والے خواب باقی رہ گئے

نیز فرمایا

لم يبق من النبوة إلا المبشرات

نبوت میں صرف مبشرات (بشارت دینے والے خواب) باقی رہ گئے

نیز فرمایا

الرؤیا جزء من اجزاء النبوۃ

خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے

اس قسم کی احادیث دراصل منصب نبوت کے انقطاع کے بیان کے لئے ہیں کیونکہ خود شیخ محی الدین بن عربی ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

فما تطلق النبوة إلا لمن اتصف بالمجموع فذلک النبی وتلک النبوة التی حجرت علینا وانقطعت فان جملتها التشریع بالوحی الملکی وذلک لا یکون إلا لنبی خاصة

نبوت کا اطلاق جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب نبوت کے تمام اجزاء کے ساتھ علی وجہ الکمال والتمام موصوف ہو۔ پس ایسا ہی نبی اور ایسی ہی نبوت جو تمام اجزاء کو جامع اور حاوی ہو ہم پر (یعنی اولیاء پر) بند کردی گئی اور منقطع ہوگئی۔ اس لئے کہ مجملہ اجزاء نبوت تشریع احکام ہے کہ جو فرشتہ کی وحی سے ہو اور یہ امر نبی کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور کیلئے نہیں ہوسکتا۔

فتوحات ص ۵۶۸۔۳

WWW.OnlyOneOrThree.com

اس تصریح کے بعد ان حضرات کی طرف سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی قسم نبوت کا اجراء کی بات کرنا بہتان عظیم ہے۔

حضرت عائشہ کے کلام سے غلط استدلال کرنا

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آپ فرماتی ہیں:

قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ

کہو کہ آپ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں

اس سے قادیانی استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے نزدیک حضور علیہ السلام کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے۔

جواب

ہم کہتے ہیں کہ قادیانی حضرات حضرت عائشہ کے اس قول کو پورا کیوں نقل نہیں کرتے؟ تا کہ سیاق وسباق سے آگاہی ہو۔ ہم اپنے قارئین کیلئے سب سے پہلے حضرت عائشہ کا مکمل قول نقل کرتے ہیں جو کہ مجمع البحار کے تکملہ میں مذکور ہے۔

وفی حدیث عیسی انہ یقتل الخنزیر ویکسر
الصلیب ویزید فی الحلال أی یزید فی حلال نفسہ
بأن یتزوج ویولد لہ وکان لم یتزوج قبل رفعہ إلی

السماء فزاد بعد الهبوط فی الحلال فحینئذ یؤمن کل احد من اهل الکتاب یتیقن بأنه بشر وعن عائشه قولوا انه خاتم الأنبیاء ولا تقولوا لا نبی بعده وهذا ناظر إلی نزول عیسی وهذا ایضا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانه اراد ینسخ شرعه (تکملة مجمع البهار ص ۸۵)

حضرت عیسی علیہ السلام کے حدیث کے ضمن میں ہے کہ وہ نزول کے بعد خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور اپنے نفس کی حلال چیزوں میں اضافہ کریں گے یعنی نکاح کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی کیونکہ رفع سے قبل انہوں نے نکاح نہیں کیا تھا۔ آسمان پر اترنے کے بعد نکاح فرمائیں گے۔ پس اس حال کو دیکھ کر ہر شخص اہل کتاب میں سے ان کی نبوت پر ایمان لائے گا اور اس بات کا یقین کرے گا کہ عیسی علیہ السلام بلاشبہ ایک بشر ہیں، خدا نہیں، جیسا کہ نصاری اب تک سمجھتے رہے۔ اور عائشہ صدیقہ سے جو منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین

کہواور یہ نہ کہوکہ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والانہیں،ان کا یہ
ارشاد حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کو پیش نظر رکھ کر تھا اور
حضرت عیسی کا دوبارہ دنیا میں آنا حدیث لا نبی بعدی کے منافی
نہیں کیونکہ حضرت عیسی نزول کے بعد حضور علیہ السلام ہی کی
شریعت کے متبع ہوں گے اور لا نبی بعدی کی مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا
نبی نہ آئے گا جو آپ کی شریعت کا ناسخ ہو۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں ہیں اور آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہے بلکہ انکے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔البتہ چونکہ احادیث صحیحہ سے نزول عیسی علیہ السلام کا تواتر سے ذکر ہے اسلئے انہیں شک گزرا کہ شاید لوگ حدیث لا نبی بعدی کو نزول عیسی کے منافی اور معارض نہ سمجھیں اسلئے بطور احتیاط اس لفظ سے منع فرمایا۔یعنی محض عوام کو ابہام سے بچانے کیلئے لا نبی بعدہ کہنے سے منع فرمایا۔دیگر صحابہ سے بھی اس طرح کے کلمات منقول ہیں۔

آیت نمبر۴۔

مراد من الآخرۃ وحی موعود

مرزا محمود کی موشگافی

یہ امر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے سورۃ البقرۃ میں جن وحیوں پر ایمان لانے میں ہدایت وفلاح کو منحصر کیا۔ وہ صرف دو ہیں:

۱۔ما انزل إلیک.........جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی

۲۔ما انزل من قبلک........جو آپ سے پہلے نازل ہوئی

بزعم قادیانیت تیسری وحی (یعنی خاتم النبیین کے بعد) مرزا کے الہامات ومکالمات ومخاطبات ووحی کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اگر بعد میں یہ سلسلہ جاری رہنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ ضرور فرماتے (وما انزل من بعدک) اور اس وحی پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جو آپ کے بعد نازل ہوگی۔

مرزائی امت کو جب فکر لاحق ہوئی کہ اس تیسری قسم کی وحی کو بھی کسی طرح پیدا کیا جائے تو مرزا محمود نے تفسیر صغیر میں مسلمانوں کی اس دلیل کے جواب میں کہا:

وبالآخرۃ هم یوقنون ۔ میں آخرۃ سے مراد مرزا صاحب کی

وحی موعود مراد ہے لہذا تیسری وحی بھی ہدایت وفلاح کی انحصار

میں داخل ہوگئی۔

ردبزبان قرآن

☆ قرآن حکیم میں لفظ ''آخرت'' ایمانیات کے باب میں ۱۱۵۔بار آیا ہےاور ہر جگہ اس سے مرادصرف آخرت کی حیات ہی ہے۔جس کو ماننا اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل ہے۔

☆ ''آخرت'' سے کسی مفسر،مجدد یا محدث نے آخری وحی مرادنہیں لی ہے۔

☆ نیز وحی مذکراور آخرت مؤنث ہے جوکہ قواعد کی رو سے بھی وحی کی صفت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

☆ خود مرزا غلام احمد قادیانی بھی ''الآخرۃ'' سے اپنی وحی مرادنہیں لیتے ہیں۔

ردّبزبان مرزا قادیانی

مرزا صاحب وبالآخرة هم يوقنون کا ترجمہ اپنی تفسیر مطبوعہ ربوۃ ص ۱۱ پر یوں کرتے ہیں:

اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں

غور کریں کہ آسانی سے

مذکورہ اسلامی اور قادیانی مراجع سے قادیانی تاویل کا باطل ہونا واضح طور پر ظاہر ہوگیا ہے اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہدایت اور فلاح صرف دو وحیوں پر ایمان لانے میں منحصر ہے اور وہ ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کی وحی

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ وحی۔

رہی ان دو وحیوں کے بعد کی کوئی وحی جسکا ادعاء مرزا صاحب یا کوئی دیگر متنبّی نبوت نے کیا یا آئندہ کرے تو وہ وحی ربانی نہیں ہوگی لہذا وہ واجب ردّ ہوگی۔

آیت نمبر ۵ (متعلقہ عدم قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے قرآن میں آیا ہے

وما قتلوه وما صلبوه

انہوں نے نہ انہیں قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا

پھر اس بات کی تاکید اس طرح فرمایا

وما قتلوه يقينا بل رفعه الله إليه

انہوں نے ان کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا بلکہ انہیں تو اللہ نے اپنی

طرف اٹھایا ہے

حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں تواتر سے امت کا یہ عقیدہ رہا کہ ان پر قتل وصلب سے موت نہ آئی نہ کسی اور وجہ سے بلکہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

تاویل یا تحریف مرزا

مرزا اس رفع سے رفع درجات مراد لیتے ہیں نہ کہ رفع جسمانی

(اس کا رڈ اپنے موقع پر ہوگا، یہاں فقط تاویل مرزا بطور نمونہ پیش کرنا مقصود ہے)

www.Only Or3.com www.TohedYaTaseer.com www.TohedYaTaseer.com www.OnlyOneOrThree.com

اُمثلہ تاویل یا تحریف برائے تشکیک در احادیث متعلقہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

www.Only1Or3.com
www.OnlyOneOrThree.com
www.TohedYaTaslees.com

ا۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام

حدیث میں صاف طور پر ذکر ہے

لینزلن فیکم عیسی بن مریم

تم میں یقیناً عیسیٰ بن مریم اتریں گے

تاویل مرزا

مرزا اس نزول سے نزول مسیح تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس نزول سے مراد مرزا کا اپنے گاؤں قادیان میں پیدا ہونا ہے۔

۲۔ حدیث دمشقی

حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام نزول کے بارے میں صراحت سے ذکر ہے کہ انکا نزول

عند المنارة البيضاء شرقی دمشق

وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے پر اتریں گے

تاویل مرزا

مرزا صاحب دمشق سے مراد قادیان لیتے ہیں اور سفید منارہ مرزا صاحب کے گھر

سے مشرقی کنارہ پر ہے

۳۔ قتل خنزیر اور عیسی

حدیث میں حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ذکر ہے

لیقتلن الخنزیر

وہ خنزیر کو قتل کریں گے

تاویل مرزا

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اس سے مراد لیکھ رام کا قتل ہے

۴۔ حضرت عیسی علیہ السلام کا صلیب کو توڑنا

حدیث میں صراحت سے ذکر ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے۔ نص حدیث ہے:

لیکسرن الصلیب

تاویل مرزا

مرزا صاحب کہتے ہیں اس سے مراد میری بعثت سے صلیبی مذہب کا روبزوال ہونا ہے۔

۵۔ دفن عیسی علیہ السلام

حدیث میں حضرت عیسی علیہ السلام کے دفن کے بارے میں آیا ہے:

ولیدفن معی

وہ میرے ساتھ دفن ہونگے

تاویل مرزا

مرزا صاحب اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ انہیں رسول اللہ کا قرب روحانی نصیب ہوگا

۶۔ نفخ مریم

قرآن حکیم نے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے حضرت عیسی کی پیدائش کے بارے میں فرمایا

فنفخنا فیھا من روحنا

ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی

قرآن کی تعلیم کے مطابق مسلمانوں کے ہاں تواتر سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے نفخ جبرئیل سے ہوئی جسکی تفصیل سورۃ مریم میں موجود

ہے۔

تاویل مرزا

مرزا صاحب نے کہا خدا نے میرا نام مریم رکھا، اس مریم میں خدا کی طرف سے روح پھونکی گئی پھر مریمی مرتبہ عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہوگیا

اس طرح مریم سے عیسی پیدا ہو کر ابن مریم کہلایا

مرزا صاحب خود مریم بھی ہیں اور عیسی بھی، مگر مرزا صاحب نے پہلے دعوی عیسی کا کیا پھر مریم ہونے کا کیا، گویا پہلے بیٹا بنے پھر ماں، اسطرح ان کے ہاں بیٹے کا وجود ماں کے وجود سے مقدم ہوا۔

۷۔ حدیث دجال اور تاویل

دجال کے بارے میں طویل حدیث میں اس کے اوصاف اور اعمال کا ذکر ہے ،اس سرزمین پر اسکے فساد پھیلانے کا مفصل ذکر ہے مگر مرزا صاحب نے کہا کہ اس سے اقوام مراد ہیں۔

۸۔ اوصاف دجال اور تاویلات مرزا

حدیث دجال کے بارے اسکے ﴿أعور﴾ یعنی ''کانا'' ہونے کا ذکر ہے، مگر مرزا

صاحب نے اسکی تاویل یہ کی کہ اس سے مراد پادریوں میں دینی عقل کا فقدان ہے ۔

۹۔ حدیث دجال میں اسکا زنجیروں میں جکڑا ہونے کا ذکر ہے

مرزا صاحب نے اس کی تاویل یہ کی کہ اس سے مراد پادریوں کو عہد رسالت میں موانع کا پیش آنا ہے

۱۰۔ حدیث دجال میں اس کے ساتھ جنت وجہنم ہونے کا ذکر ہے

مرزا صاحب نے اس کی تاویل عیسائی اقوام کے اسباب تنعم مہیا کرنے سے کی ہے۔

۱۱۔ حدیث دجال میں اس کے گدھے کا ذکر ہے

مرزا صاحب نے اس کی تاویل ریل گاڑی سے کی ہے

یہ قادیان کے متناقض متنبّی کی وہ نادر رکیک تاویلات کے مختصراً چند نمونے ہیں جس کی مثال اولین وآخرین میں نہیں ملتی۔

ہماری غرض ان کے ذکر کرنے سے اس ضابطے کا بیان ہے کہ مرزا نے اپنی دعاوی کو تو اپنی وحی اپنے الہام، اپنے کشف سے ثابت کرنے کی ناکام سعی کی مگر نصوص کتاب وسنت کو صرف مسلمانوں کے مسلمہ عقائد میں تشکیک پیدا کرنے کیلئے استعمال کیا اور راستہ خود ساختہ تاویلات وتحریفات باطلہ کا اختیار کیا جسکی تائید میں کسی مفسر ومجدد کے قول

نے ان کا ساتھ نہ دیا حالانکہ مجددین کا وہ خود اور ان کے پیروکار اعتراف بھی کرتے ہیں۔

طریقۂ واردات نمبر ۳

۳۔ایک عقیدے پر زور اور دوسرے پر وار

مثال اول:

مرزا صاحب حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو اس اسلوب سے بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آمد ثانی پر بھی خفیہ طور پر وار کر سکیں، وہ لکھتے ہیں:

قرآن کریم خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کا آنا جائز قرار نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو بتوسط جبریل ملتا ہے اور باب نزول جبریل بپیرایۂ وحی رسالت مسدود ہے (ازالۃ الخفاء ۳۸۱)

مرزا صاحب حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت پر جو بحوالہ قرآن زور دے رہے ہیں وہ دراصل حضرت مسیح بن مریم کے آمد ثانی پر وار کر رہے ہیں۔اسی

طرح دلیل کے طور پر ان کا جبرئیل علیہ السلام کا نزول پیرایۂ وحی رسالت میں یہ بذات خود عقیدۂ ختم نبوت پر وار ہے۔

مثال ثانی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں، پوری امت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے مگر مرزا صاحب حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ وہ انکی خاتمیت پر وار کر سکیں:

وہ لکھتے ہیں:

> میرے نزدیک ورود کے ذریعہ دعا سکھانے میں بہت بڑی حکمت ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو یہ دھوکہ لگنے والا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت کو کچھ ملا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت کو نہیں مل سکتا۔ حضرت ابراہیم کے متعلق تو خدا تعالی نے فرمایا تھا کہ ہم تمہاری ذریت میں
> نبوت رکھتے ہیں مگر مسلمانوں نے یہ دھوکا کھایا تھا کہ امت محمدیہ اس نعمت سے محروم کر دی گئی ہے اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی ہتک ہوتی تھی ۔اس لئے یہ دعا سکھائی گئی کہ جو کچھ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت کو ملا اس سے بڑھکر رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ملے اور اس میں نبوت بھی آ گئی
۔پس جب کوئی مسلمان درود کی دعا پڑھتا ہے تو گویا یہ کہتا ہے کہ
وجعلنا فی ذریته النبوة کا جو انعام حضرت ابراہیم پر ہوا تھا
وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہو۔پس درود میں یہ دعا کی
جاتی ہے کہ جو کچھ حضرت ابراہیم کی امت کو دیا گیا اس سے
بڑھکر ہمیں دے اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی امت میں جو نبی آئے وہ ابراہیمی سلسلہ کے نبیوں
سے بڑھکر ہو۔ہاں ان میں یہ بھی فرق ہوگا کہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی روحانی ذریت میں نبوت رکھی اور حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی
جسمانی ذریت میں۔

(درود شریف کی تفسیر۔میاں محمود ص ۱۳۲)

مرزا محمود گویاں ہیں:

تعجب ہے کہ ہمارے مخالف کہنے کو تو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں اور یہ کہ امت محمدیہ تمام امتوں پر فوقیت رکھتی ہے مگر وہ عقیدہ رکھتے ہیں جس کے ماتحت نہ صرف امت محمدیہ خیر الامم نہیں کھلا سکتی بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ پر بھی حرف آتا ہے۔ اگر امت موسویہ میں باوجود کمتر درجہ ہونے کے اللہ تعالی کے انبیاء آسکتے ہیں تو کیوں امت محمدیہ میں ضرورت کے وقت نبی نہیں آسکتے۔ حق یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور امت محمدیہ کی فوقیت اسی میں ہے کہ ضرورت کے وقت امت محمدیہ میں نبی پیدا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہو کر بنی اسرائیل کے نبیوں سے بڑھ کر ہوں تاکہ معلوم ہو کہ جس کے خادم ایسے ہیں انکا آقا کس شان کا مالک ہے۔

(اخبار الفضل نمبر ۵۰ ج ۱۹ مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

مبحث خامس

اسلام اور قادیانیت کے مابین اہم علمی مسائل

WWW.Only1Or3.com
WWW.Only1Or3.com
WWW.Toheed.ya.Taslees.com
WWW.OnlyOneOrThree.com

ا۔ ختم نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ حضرت عیسی علیہ السلام، رفع ونزول، علامات ومہمات

۳۔ حضرت مہدی منتظر رضی اللہ عنہ۔ امارات واعمال جلیلہ

www.Only1Or3.com
www.OnlyOneOrThree.com
www.OnlyOneOrThree.com
www.YaTaslees.com

قادیانیت اور علمی مسائل

ہم اس حلقے میں ان مسائل کا تعین کرتے ہیں جو اسلام اور قادیانیت کے مابین مختلف فی ہیں اور ان میں سے ہر ایک مسئلہ کا ایک مخصوص اسلامی مفہوم ہے جس کا تعین شارع علیہ السلام نے خود اور نصوص کتاب وسنت سے سلف صالحین کے فہم اور ان کے واضح اقوال سے ثابت ہوتا ہے اور ایک وہ مفہوم ہے جسے قادیانیت نے کتاب وسنت میں اپنی رکیک تاویلات سے اپنے ہاں متعین کر رکھا ہے

اسلوب گفتگو

ہم ان مسائل میں سے ہر مسئلے کا عنوان اس کا اسلامی مفہوم اس کا قادیانی مفہوم انکا طریقہ استدلال، اسلامی مفہوم کے ادلہ کتاب وسنت اور سلف صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں بیان کرنے کے بعد قادیانی ادلہ کے ردود بیان کریں گے۔

وہ منتخب مسائل مندجہ ذیل ہیں

(۱) سید الرسل خاتم النبیین کی ختم نبوت

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ونزول اور ان کی حیات کا ثبوت اور موت کی نفی

(۳) حضرت مہدیؑ کا تعارف، انکا زمانہ ظہور اور نشانیاں

www.Only1Or3.com
www.TohеedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

ختم نبوت

ختم نبوت کا اسلامی مفہوم

حضرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ختم نبوت کے بارے امت اسلامیہ کا روز اول تا حال اجماعی عقیدہ بقول حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی یہ رہا ہے کہ

اس مربی اُعظم کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں ،اسکا ماننا نجات کے لئے کافی ہے ،اسی کے ذریعہ رضائے حق مل سکتی ہے اور اسی کی مخالفت سے خدا کا غضب ٹوٹتا ہے۔ خدا کی جنت اسی کے گرد دور کرتی ہے۔ اور اس کی جہنم اسی کے نامِ متبرک سے خائف ہے ۔کوئی نہیں جس پر ایمان لانا اس کے بعد درست ہو، اس لئے کہ اب وہ آ گیا جو سارے جہاں کو تسلی دینے والا ہے۔ ہر پیاسا اسی کے بحرِ شریعت سے سیراب ہوگا، ہر پیاسا اسی کے دستر خوان سے شکم سیر ہوگا اور ہر خائف اسی کے حریم امن میں پناہ پائے گا، اس کا دامن خدا تعالی کی دائمی رضا کا ضامن ہے۔ کوئی نہیں جسکا نام اس کے نام سے اونچا ہو سکے۔ کوئی نہیں جو اس کی نبوت کے بعد اپنی طرف دعوت دینے کا حق رکھتا ہو

(نور ایمان، ص ۳۱ مطبوعہ برقی پریس دہلی)

www.Only1Or3.com

خاتمیت سے مراد

رسالت محمدی کی خاتمیت سے مراد یہ نہیں کہ خدا تعالی کی ایک نعمت جو انسانوں کو پہلے ملا کرتی تھی اب بند ہوگئی ہے بلکہ اس کی مراد اب وہ نعمت جو پہلے تغیر پذیر رہتی تھی اب اپنے پورے کمال کے ساتھ نوع انسانی کے پاس ہمیشہ کے لئے موجود رہے گی ختم نبوت سے کوئی نعمت ہم سے چھنی نہیں بلکہ ہم دائمی طور پر حضورؐ کی نبوت سے مالا مال کر دیئے گئے، جس طرح سورج نکلنے کے بعد کسی چراغ کی ضرورت نہیں رہتی اسلئے نور آفتاب سے ہر در و دیوار روشن ہے، اسی طرح حضور آفتاب رسالت کے بعد نوعِ انسانی کسی اور چراغ نبوت کی محتاج نہیں۔

ختم نبوت سے مراد

ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ

اولاً: حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نیا نبی پیدا نہ ہوا، اور نہ قیامت تک ہوگا۔ نبی پیدا نہ ہوگا، اگر پہلا کوئی آیا تو وہ اس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر آئے۔

ثانیاً: پہلوں میں سے کوئی آ جائے تو وہ آپ کے احکام کا تابع ہو کر رہے، جیسے

معراج کی رات بیت المقدس میں تمام پہلے پیغمبروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کی تھی اور آپ ہی امام الأنبیاء تھے۔

پس ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ خود نبوت ختم ہوگئی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہمیشہ کے لئے باقی اور جاری ہے۔ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اب نبوت کا ملنا ختم ہے۔ خاتم النبیین کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں ملے گی، پہلے سے کسی کو ملی ہو تو اسکی زندگی کا باقی رہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے متصادم نہیں بشرطیکہ یہ پہلی نبوت اب نافذ نہ رہے نہ اسکے احکام باقی سمجھے جائیں۔

۔ختم نبوت کا یہ عقیدہ مسلمانوں کے اجماعی عقائد میں سے ہے جو اسلام کے اصول اور ضروریات دین میں شمار کیے گئے ہیں، عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبیین ہیں اور یہ مسئلہ قرآن کریم کی صریح آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے جس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے اور کوئی تاویل اور تخصیص اس بارے میں قابل قبول نہیں۔

www.OnlyOneOrThree.com

بیان عقیدۂ ختم نبوت کی تمہید

قرآن مجید نے جہاں خدا تعالیٰ کی توحید اور قیامت کے عقیدہ کو ہمارے ایمان کا جزو لازم ٹھیرایا ہے وہاں انبیاء ورسل علیہم السلام کی نبوت ورسالت کا اقرار کرنا بھی جزو لازم قرار دیا ہے۔ تمام انبیاء کرام کی نبوتوں کو ماننا بھی ویسے ہی اہم اور لازم ہے جس طرح خدا تعالیٰ کی توحید پر۔ اب قرآن مجید کو اول سے آخر تک دیکھ لیجئے۔ جہاں کہیں اللہ کی طرف سے اس کے رسولوں پر نازل ہونے والی وحی ربانی کا ذکر ہے وہ صرف وہ وحی ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ سے پہلے نازل ہوئی، ارشاد ربانی ہے:

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ وأوحینا إلي ابراھیم واسماعیل.

ہم نے آپ کیطرف وحی کی جس طرح کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے نبیوں کی طرف وحی کی اور جیسے ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کی طرف وحی کی۔

جہاں کہیں ہم انسانوں سے وحی اور مہبط وحی صاحب نبوت پر ایمان لانے کا اقرار کرایا گیا ہے اور جس جگہ بھی کسی وحی کو ہمارے لئے ماننا لازمی قرار دیا گیا ہو وہ بھی صرف وہی وحی ہے جو آنحضرت ﷺ اور ان سے پہلے انبیاء کی نبوت و وحی ہے۔

آنخضرت ﷺ کے بعد کسی کو نہ وحی ہوئی اور نہ نبوت حاصل ہوئی اور نہ قیامت تک کسی کو حاصل ہوگی، اگر کوئی ایسا کہے کہ اس پر خدا کی وحی نازل ہوئی تو اس کا ذکر نہیں ملتا نہ اشارۃً اور نہ ہی کنایۃً۔ حالانکہ اگر آنخضرت ﷺ کے بعد کسی فردِ بشر کو نبوت عطا کرنا مقصود ہوتا تو اس کا ذکر لازمی تھا اور اس پر تنبیہ کرنا از حد ضروری اسلئے تھا کہ پہلے انبیاء کرام اور ان کی وحی تو گزر چکی۔ آنے والی انسانیت اور امت مسلمہ کو ان سے تو سابقہ پڑنا نہیں تھا لیکن آنخضرت ﷺ کے بعد کی نبوتوں سے انہیں یقیناً دوچار ہونا تھا مگر قرآن کریم میں اس امر کا کہیں نام و نشان تک نہیں ملتا، بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کو قرآن مجید میں کھلے لفظوں میں بیان فرما دینا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اُنکے بعد کسی شخصیت کو نبوت ربانی یا رسالت الٰہی عطا نہیں کی جائے گی۔

ایمان بالرسل

قرآنی بیان میں وحی و نبوت پر ایمان کے بارے صرف اور صرف حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی وحی اور ان کے ماقبل کے انبیاء اور ان کی وحیوں پر ہی ایمان لانا حکم ربانی ہے، قرآن حکیم میں ایمان بالرسل (رسولوں پر ایمان لانا) کا بیان تین اسالیب سے ہوا ہے۔

ا۔

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من

قبلک و بالآخرۃ هم یوقنون. (بقرۃ:۴)

وہ جوایمان لاتے ہیں اس پر جوآپ پر نازل کیا گیااوراس پر جو

آپ سے پہلے نازل کیا گیا،اورآخرت پر وہی یقین رکھتے

ہیں۔

اس آیت میں بالرسل کے باب میں انہی لوگوں کا ایمان محمود ومقبول ہے جنکا

ایمان آنحضرتﷺ اوران سے ماقبل کے انبیاءاوروحیوں پرایمان لاتے ہیں ۔

ا۔ایمان بالرسل کومؤمنین کاوصف حمید بتایا گیا ہو،جیسے والذین یؤمنون بما أنزل

إلیک وما أنزل من قبلک کہ وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جوآپ پر اتارا گیا ہےاور جو

آپ سے قبل اتارا گیا۔

۲۔ایمان بالرسل کومؤمنین کاوصف حمید ماضی میں ان کے بارے خیر کی صورت

میں بیان کیا گیا ہو۔جیسے آمنوا۔

۳۔ایمان بالرسل کے وصف حمید کاحصول سےان سے طلب کی گئی ہو(آمنوا باللہ

ورسولہ والکتاب الذی انزل من قبل) ”تم اللہ اوراس کے رسول اوراس سے ماقبل کے

رسولوں اور کتابوں پرایمان لاؤ“

قرآن حکیم میں جہاں پر بھی ایمان اہل ایمان کے وصف حمید کو

یؤمنون

یا آمَنوا

یا آمِنوا

کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے، اس سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، آپ سے ماقبل رسولوں اور وحیوں پر ہی ایمان کا ذکر ہے۔

۲۔

یا اھل الکتاب ھل تنقمون منا الا ان آمنا با للہ وما انزل الینا وما انزل من قبل. (مائدۃ: ۵۹)

اے اہل کتاب! تم لوگ ہم سے صرف اس چیز کو ناپسند کرتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے ہیں اور اس چیز پر جو ہم پر اور جو ہم سے پہلے نازل کی گئی ہے۔

اس میں بھی سچے ایمان والے وہی ٹھہرائے جو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے کی وحیوں پر ایمان لائے۔ اہل کتاب کی اہل ایمان سے عداوت کی وجہ صرف ان کا پہلی اور آپ ﷺ کی وحی پر ایمان لانا ہے۔

www.Only1Or3.com
www.TohedYaTasees.com
www.OneOrThree.com

اللہ کی وحیوں پر ایمان مطلوب

۳۔

یا ایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ
والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل
من قبل. (نساء: ۱۳۶)

اے ایمان والو! اللہ تعالی اوراس کے رسول اور جو کتاب اس کے
رسول پر نازل کی گئی۔ اور جو کتاب اس سے پہلے نازل کی گئی
اسے مانو۔

اس آیت میں اہل ایمان سے ایمان بالرسل کے باب میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اوران سے پہلے امتیوں اور وحیوں پر ایمان لانا مطلوب بتایا گیا ہے۔ گویا اللہ تعالی خود ہی اپنی وحی کے ذریعے یہ خبر دے رہے ہیں کہ وحیوں کی انتہا آپ کی ذات عالی پر ہی ہے:

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیون
من بعدہ وأوحینا إلي ابراھیم واسماعیل.

ہم نے وحی کی تیری طرف جیسا کہ وحی کی نوح اوراس کے بعد

کے نبیوں کی طرف اور جیسا کہ ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل

کی طرف۔

گویا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی وحی، وحی ربانی نہیں ہوگی۔ یہ چند آیات لکھی گئی ہیں ورنہ قرآن پاک میں اس نوعیت کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں ایمان بالرسل کے باب میں ''من قبل ،یا من قبلک'' کا صریح طور پر ذکر تھا۔ اب چند وہ آیات بھی ملاحظہ فرمایئے جن میں خدا تعالی نے ماضی کے صیغہ میں انبیاء کا ذکر فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کا منصب جن لوگوں کو حاصل ہونا تھا وہ ماضی میں ہو چکے اور مرتبہ نبوت انہیں حاصل ہو چکا اب ان کا ماننا داخل ایمان ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسی شخصیت نہیں جس کو نبوت عطا کی جائے گی کہ اس کا ماننا ایمان کا جزو لازم قرار دیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

۴۔

قولوا آمنا بالله وما انزل الینا وما انزل الی

ابراهیم. (بقرة: ۱۳۶)

کہو کہ ہم ایمان لے آئے اللہ پر اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا

اور اس پر جو حضرت ابراہیم پر نازل کیا گیا۔

قل آمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی

ابراھیم. (آل عمران: ۸۴)

کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور

اس پر جو حضرت ابراہیم پر نازل کیا گیا۔

اس میں ایمان بالرسل کا اقرار و اعلان کرنے کا حکم ہے، وہ حضرت خاتم النبیین اور آپ سے پہلے انبیاء اور وحیوٹ تک محدود ہے۔

قرآن حکیم کی اس جیسی آیات میں اللہ تعالی نے ہمیں خاتم النبیین پر نازل شدہ وحی اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام اور ماضی کی وحیوں پر ایمان کا اقرار کرانے کا اہتمام کیا ہے۔ مگر آنخضرت ﷺ کے بعد کسی کی نبوت و رسالت یا وحی کا کہیں صراحۃً و کنایۃً یا اشارۃً ذکر نہیں فرمایا کہ اس پر ایمان کا ہم اقرار کریں جس سے صاف ثابت ہو گیا کہ جن جن حضرات کو خلعت نبوت و رسالت سے نوازنا مقدر تھا وہ حضرات گزر گئے۔ آنخضرت ﷺ کے بعدب آئندہ نبوت پر مہر لگ گئی ہے اور خاتم النبیین کے بعد نبوت کی راہ کو ابدالآباد کے لئے مسدود کر دیا گیا۔ اسکے بعد انبیاء کے عدد میں اضافہ نہ ہو سکے گا۔

حضرت خاتم النبیین کے بعد نبی کی ضرورت ہی کھلی نفی

آیات مندرجہ بالا کے علاوہ ایک ایسی آیت بھی پیش کی جاتی ہے جو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کی ضرورت ہی کو یکسر اٹھا دیتی ہے اور وہ ایسی فلاسفی بتا دے کہ جس پر یقین کر کے ہر مومن اطمینان حاصل کر لے کہ آئندہ کسی کو نبوت حاصل نہ ہو گی اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے اور وہ ہے:

۴۔

الیوم اکملت لکم دینکم وأتممت علیکم
نعمتی ورضیتم لکم الاسلام دینا

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

اس ارشاد خداوندی نے واضح طور پر بتا دیا کہ دین کے تمام محاسن مکمل اور پورے ہو چکے ہیں۔ اب کسی متمم یا مکمل کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے جب کسی متمم یا مکمل کی ضرورت نہیں رہی تو یقیناً آج کے بعد کسی کو نبی بنانے کی بھی کوئی حاجت نہیں۔

اس آیت کا مفہوم مرزا قادیانی کی زبانی سنئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاف تحفہ گولڑویہ کے ص ۵۱، خ جلد ۱۷ پر لکھا ہے۔

''ایسا ہی آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول الله و خاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔

نیز قرآن مجید نے اشارۃً ارشاد فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام انبیاء کرام کے بعد تشریف فرما ہوئے ہیں۔ جتنے نبی ہو چکے ہیں وہ سب سے سب آپ ﷺ سے پہلے ہی ہیں۔ آپ کے بعد اب کسی کو نبوت سے نہ نوازا جائے گا۔

واذ أخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جائکم رسول مصدقا لمامعکم

اور لیا جب اللہ نے اقرار نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آئیگا تمہارے پاس رسول جو تمہارے پاس والی کتاب کی تصدیق کرتا ہو تو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔

اس جگہ یہ متعین کر دیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام انبیاء کے بعد آئیں گے

مرزا صاحب کا بھی اقرار

اسی آیت مذکورہ کو مرزا قادیانی نے حقیقہ الوحی ص ۱۳۰، ۱۳۱، ر۔خ جلد ۲۲ ص ۱۳۳، ۱۳۴، میں نقل کر کے اس کے بعد یہ تحریر کیا ہے کہ اس آیت میں ثم جائکم رسول سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔

قرآن مجید کو اول سے آخر تک پڑھئے آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع کیا اور آنحضرت ﷺ پر ختم کر دیا۔ مرزا قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

"سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین
کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر
و کاذب جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت
حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد
رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی"۔

اقرار مرزا اور امت مرزا

چند عذر اور انکے جوابات

عذر نمبر۱: مرزائی یہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کا انکار اور محدثیت کا دعوی اپنی غلط فہمی کی بناء پر کیا تھا اور نہ وہ درحقیقت نبی تھا جس کو وہ سمجھ نہ سکا۔

جواب: مرزائی یا تو یہ کہیں کہ مرزا قادیانی نے جب نبوت کا انکار کیا اور صرف محدثیت کا ہی دعوی کیا تھا تو اس وقت خدا تعالی مرزا قادیانی کی اس حرکت سے بالکل بے خبر اور غافل تھا یا اس کی اس غلطی پر خدا تعالیٰ عمداً خاموش رہا اور اس کو اس انکار نبوت سے نہ روکا۔ وہ دراصل نبی تھا اور اللہ تعالی بھی جانتا تھا کہ وہ نبی ہے مگر اللہ تعالی نے (معاذ اللہ) نے اس جھوٹ سے عمداً اغماض کیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے اور کیا یہ خدا کی شان کے لائق ہے؟

عذر نمبر۲: ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ محدث اور نبی دراصل ایک ہی ہیں گویا محدثیت کا اقرار کرنا نبوت کا ہی اقرار ہے۔

جواب: ایسے قائل کو ازالۃ الاوہام ص ۴۲۱ھ ر۔ خ ص ۳۲۰ جلد ۳ کی عبارت پر غور کرنا چاہئے۔ جہاں مرزا صاحب بصراحت نبی ہونے کی نفی کرتے ہیں ہوئے کہتے

ہیں:

''نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک نبوت اور محدثیت ایک نہیں؟

مذکورہ حوالہ کے علاوہ بہت سی عبارتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے ہاں محدّث اور ہوتے ہیں اور مجدد اور ہوتے ہیں اور انبیاء غیر تشریعی ان کے علاوہ ہیں محدث ہونا اور ہے اور نبی ہونا اور امر ہے۔

نہایت وضاحت وصراحت سے شہادۃ القرآن میں آیا ہے:

نبی تو اس امت میں آنے کو رہے اب اگر خلفائے نبی بھی نہ آویں اور وقتاً فوقتاً روحانی زندگی کے کرشمے نہ دکھلاویں تو پھر اسلام کی روحانیت کا خاتمہ ہے اس وقت تائید دین عیسوی کے لئے نبی آتے تھے اور اب محدث آتے ہیں۔ (شہادۃ القرآن ص ۵۹،۶۰ ر۔خ ص ۳۵۵،۳۵۶ جلد ۶)

خلاصۂ کلام

ایمان بالرسل کے باب میں یہاں تک کا خلاصہ اس طرح ہے:

ا۔ایمان بالرسل کے باب میں شارع کی طرف سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے انبیاء پر ایمان لانا ہی مطلوب ہے۔

۲۔نبوت ربانی جنہیں عطا ہوگئی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔

۳۔مرزا غلام احمد کا ایک وقت میں یہی عقیدہ رہا ہے۔

۴۔مرزا صاحب ایک وقت میں صرف محدث تک کے مدعی تھے، اپنے لئے نبوت کی دعوے کا شدت سے ردّ کرتے رہے

ختم نبوت فی القرآن

آئندہ صفحات میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان و بیان اولاً قرآن کی زبانی پھر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح الفاظ میں اور پھر امت مسلمہ کے رجال کبار کے اقرار میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱﴾

ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيء عليما (الاحزاب)

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے (خاتم) ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالی ہر چیز کا جاننے والا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے لے پالک تھے، نسبی بیٹے نہ تھے، جب حضرت زینب اور حضرت زید کے درمیان علیحدگی ہوئی اور نبی علیہ السلام نے ان کے مطلقہ سے شادی فرمائی تو بعض لوگوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کے

مطلقہ سے شادی کرلی، ان کے طعن کے رد میں حق تعالی شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں یہ بتلایا گیا کہ آنحضرت ﷺ کسی بھی مرد کے نسبی باپ نہیں تو حضرت زیدؓ کے بھی نسبی باپ نہ ہوئے لہذا آپ کا انکی مطلقہ بی بی سے نکاح کرلینا بلاشبہ جائز اور مستحسن ہے اور اس بارے میں آپ ﷺ کو مطعون کرنا سراسر نادانی اور حماقت ہے۔ ان کے دعوے کے رد کے لئے اتنا کہدینا کافی تھا کہ آپ حضرت زیدؓ کے باپ نہیں لیکن خداوند عالم نے ان کے مطاعن کو مبالغہ کے ساتھ رد کرنے اور بے اصل ثابت کرنے کے لئے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا کہ یہی نہیں کہ آپؐ کے باپ نہیں بلکہ آپؐ تو کسی بھی مرد کے باپ نہیں، پس ایک ایسی ذات جس کا کوئی بیٹا ہی موجود نہیں یہ الزام لگانا کہ اس نے اپنے بیٹے کی بی بی سے نکاح کرلیا کس قدر ظلم اور کجروی ہے۔

اور اگر کہو کہ آنحضرت ﷺ کے چار فرزند ہوئے ہیں، قاسم اور طیب اور طاہر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اور ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے کے بطن سے، پھر یہ ارشاد کیسے صحیح ہوگا کہ آپ کسی مرد کے باپ نہیں؟

اسکا جواب خود قرآن کریم کے الفاظ میں موجود ہے کیونکہ اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آپؐ کسی مرد کے باپ نہیں اور آپؐ کے چاروں فرزند بچپن ہی میں وفات پاگئے تھے، ان کو مرد کہے جانے کی نوبت ہی نہیں آئی، آیت میں رجالکم کی قید اسی لیئے

بڑھائی گئی ہے، نیز یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نزول آیت کے وقت آپ ؐ کا کوئی فرزند موجود نہ تھا، قاسم اور طیب اور طاہر کی وفات ہو گئی تھی اور ابراہیم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے، لہذا اس وقت کے لحاظ سے تو مطلقا یہ کہنا بھی درست تھا کہ آپ ؐ کسی مرد یا لڑکے کے باپ نہیں۔

بالجملہ اس آیت کے نزول کی غرض آنحضرت ﷺ سے کفار و منافقین کے اعتراضات کا اٹھانا اور آپ ؐ کی برأت اور عظمت شان بیان فرمانا ہے اور یہی آیت کا شان نزول ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین

مگر آپ ؐ اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں

اس آیت مذکورہ بالا میں ہمارے مقصد کا زیادہ تعلق صرف اسی جملہ سے ہے اسلئے یہ بتلا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جملے کو پہلے جملہ سے کیا ربط ہے کیونکہ آیت کی مراد اور غرض متعین کرنے میں اس سے بھی مدد ملے گی۔

ربط بین الجملتین

پہلے جملے میں یہ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں ،اس پر سرسری نظر میں چند شبہات پیدا ہوسکتے ہیں ،ان کے ازالے کے لئے یہ دوسرا لفظ " ولکن" کے ساتھ فرمایا ہے کیونکہ یہ لفظ لغت عرب میں اسی لئے وضع کیا گیا ہے کہ پہلے کلام میں جوشبہ ہوتا ہے اس کو دفع کرے۔وہ شبہات یہ ہیں:

۱۔ اول یہ کہ جب آپؐ کے لئے ابوّت ثابت نہیں تو شفقت پدری جو کہ لازمۂ ابوت ہے وہ بھی آپؐ میں موجود نہ ہوگی حالانکہ ایک نبی اور اور رسول کے لئے امت پر غایت درجہ شفیق ہونا ضروری ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ یہ بات مشہور ہے کہ ہر نبی اپنی قوم اور امت کا باپ ہوتا ہے، امام راغب اصفہانی نے کہا ہے:

> ویسمی کل من کان سبباً فی ایجاد شیء أو اصلاحه أو ظهوره أباً ولذلک سمی النبی صلی الله علیه وسلم أبا المؤمنین .قال الله تعالی :"النبی أولی بالمؤمنین من أنفسهم وأزواجه أمهاتهم" وفی بعض القراء ات "وهو أب لهم" (مفردات القرآن

للراغب)

اور ہر وہ شخص باپ کہا جاتا ہے جس کو اس کی ایجاد یا اصلاح یا

ظہور میں دخل ہو اور اسی لئے نبی کریم ﷺ کو ابو المؤمنین کہا

جاتا ہے، دیکھو خداوند تعالی فرماتا ہے ''نبی مؤمنین پر انکی جانوں

سے زیادہ حقدار ہیں اور انکی ازواجؓ مؤمنین کی مائیں ہیں'' اور

بعض قرأت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ مؤمنین کے باپ ہیں۔

غرض نبی ہونے کے لئے باپ ہونا لازم ہے پس جب کہ آیت مذکورہ میں آپؐ

سے ابوت کی نفی کی گئی تو کسی سطحی نظر والے کو یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے کہ جب ابوت نہیں

جو کہ لازم نبوت ہے تو شاید نبوت بھی نہ ہوگی۔

۳۔ تیسرے یہ کہ جب آپؐ سے ابوت کی نفی کی گئی تو اس میں بظاہر آپؐ کی

ایک قسم کی تنقیص لازم آتی ہے کہ آپؐ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں، نیز ان کفار کو ہنسنے کا

موقع ملتا ہے جو آپؐ پر اُبتر (لاولد) ہونے کا عیب لگاتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ آیت کریمہ کے پہلے جملہ سے اس قسم کے چند شبہات واوہام ایک

ظاہر بیں نظر کے لئے ممکن تھے، ان کے ازالہ کے لئے ارشاد فرمایا گیا:

ولکن رسول الله

لیکن آپؐ اللہ تعالی کے رسول ہیں

جس میں لفظ لکن سے ان اوہام مذکورہ کا دفعیہ اس طرح کیا گیا کہ اگر چہ آپؐ کے کوئی صلبی فرزند نہیں اور آپ اس اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن آپؐ خدا تعالی کے برگزیدہ رسول ہیں اور رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے جیسا کہ ہم اوپر امام راغب سے نقل کر آئے ہیں کہ بعض قراءات میں قرآن عزیز نے خود نبی کریم ﷺ کو مسلمانوں کا باپ قرار دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی امت کی لڑکیوں کے متعلق فرمایا ہے:

هؤلاء بناتی

یہ میری بیٹیاں ہیں

اس اعتبار سے آپؐ کے کروڑوں فرزند ہیں اور آپ کروڑوں مردوں کے باپ ہیں۔

حاصل اسکا یہ ہوتا ہے کہ ابوت دو قسم پر ہے:

ایک ابوت جسمانیۃ (نسبیہ و رضائیہ) جس پر احکام حرمت وحلت کے دائر ہوتے ہیں اور جس کی وجہ سے بیٹے کی بی بی حرام ہو جاتی ہے۔ وغیر ذلک۔

اور دوسری ابوت روحانیہ جس پر احکام حرمت وحلت دائر نہیں ہوتے البتہ اولاد کی

جانب سے تعظیم اور باپ کی جانب سے شفقت مثل صلبی اور نسبی باپ کے بلکہ اس سے بھی کہیں زائد ہونا ضروری ہے، جیسے استاد کی ابوت شاگرد کے لئے یا پیر کی مرید کے لئے یارسول کی اپنی ساری امت کے لئے، پس آیہ کریمہ ''ما کان محمد أبا أحد من رجالکم'' میں پہلے معنوں سے ابوت کی نفی کی گئی ہے اور ''ولکن رسول اللہ'' میں دوسرے معنی سے ابوت کا اثبات کیا گیا ہے۔

اس ایک جملہ نے تینوں شبہات کو اٹھادیا، کیونکہ

۱۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ اپنی امت کے روحانی باپ ہیں اور روحانی باپ یعنی رسول کی شفقت اور عنایت اپنی اولاد پر بہ نسبت نسبی باپ کے بہت زائد ہوتی ہے، اس لئے آپ کے نسبی باپ نہ ہونے سے آپ ؐ کی شفقت اور رحمت میں کمی آنا لازم نہیں آتی۔

۲۔ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ نبی کے لئے باپ ہونا لازم ہے، اس کی نفی آیت میں نہیں کی گئی بلکہ صرف نسبی اور رضائی باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے، اس لئے دوسرا شبہ بھی زائل ہوگیا۔

۳۔ یہ بھی بخوبی معلوم ہوگیا کہ آپ لاولد اور مقطوع النسل نہیں، جیسا کہ کفار کہتے ہیں بلکہ آپ ؐ کی اتنی اولاد ہے کہ دنیا میں نہ آج تک کسی کے لئے ہوئی اور نہ آئندہ

ہوگی کیونکہ آپ ؐامت کے غیر محصور افراد کے باپ ہیں۔اس سے تیسرا شبہ بھی اٹھ گیا۔

کلام پاک کے اس ایک جملہ میں چند فوائد مدنظر ہیں:

ا۔ ان لوگوں کو جو آپ پر ابتر اور مقطوع النسل ہونے کا الزام لگاتے تھے یہ بتلانا کہ اے غافلو! تم جس پاکباز انسان پر ابتر ہونے کا عیب لگاتے ہو وہ اتنی مخلوق کا باپ ہے کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی۔ پھر بالخصوص یہ برگزیدہ نبی (فداہ اَبی واُمی) جو خاتم النبیین ہے اس کے بعد تو دوسرا کوئی رسول بھی آنے والا نہیں، اسکا سلسلۂ ابوت تو قیامت تک چلنے والا ہے اور صبح قیامت تک جتنے غیر محصور مسلمان پیدا ہونے والے ہیں وہ سب اس کی اولاد ہیں اور اسلیئے آپ ؐتمام انبیاء ورسل میں سب سے زیادہ کثیر الاولاد ہوئے اور اسی بنا پر اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کل مخلوق اولین وآخرین سے زیادہ اولاد والے ہیں اور یہی غرض ہے آپ کے اس فرمان کی:

إنی أباهی بكم الأمم

میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا

خلاصہ یہ کہ آیت میں لفظ "رسول الله" سے تو صرف یہی معلوم ہوا تھا کہ آپ ؐ مقطوع النسل نہیں بلکہ آپ رسول ہونے کی وجہ سے کثیر التعداد اولا درکھتے ہیں، پھر لفظ "خاتم النبیین" بڑھا کر کفار کی اچھی طرح ذلیل کرنے اور آپ ؐ کے کامل ہونے کو خوب

روشن کرنے کے لئے گویا یہ دعوی کیا گیا کہ یہی نہیں کہ آپ کثیر الاولاد ہیں بلکہ اس نیلے سائبان اور خاکی فرش کے درمیان پیدا ہونے والی تمام ہستیاں اس کثرت میں آپ کے ہم پلہ نہیں ہوسکتیں کیونکہ آپ کا سلسلہ ابوت تا قیامت چلنے والا ہے، کوئی نبی آپؐ کے بعد پیدا ہونے والا نہیں اور ادھر یہ بھی وعدہ ہے کہ یہ دین متین محرف نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ لوگ اس میں داخل ہوتے رہیں گے، اس لئے اس کی کثرت ظاہر ہے کہ اندازہ سے بھی باہر ہوگی۔

۲۔ اس جگہ لفظ ''خاتم النبیین'' کے اضافہ کی دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ امم دنیا کو اس پر متنبہ کرنا منظور ہے کہ اے ہوا و ہوس کے بندو! یہ ہمارا آخری رسول ہے جو ہمارا آخری پیغام لے کر تمہاری طرف آیا ہے، اب بھی ہوش میں آجاؤ اور اس کے اتباع سے دین و دنیا، معاش و معاد کو درست کرلو۔

۳۔ تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب " ما کان محمد أبا أحد'' میں نفی ابوت سے یہ وہم ہوتا تھا کہ آپ میں شفقت پدری بھی موجود نہ ہوگی تو اس کو رفع کرنے کیلئے لفظ ''ولکن رسول اللہ'' بڑھا کر یہ بتلایا گیا کہ اگرچہ آپ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں لیکن آپؐ اللہ کے رسول ہونے کی وجہ سے نسبی باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔

اس کے بعد اسی کمال شفقت کو بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ''وخاتم النبیین''

یعنی اول تو ہر رسول اپنی امت کا باپ ہے اور شفقت میں باپ سے بھی زیادہ، پھر خصوصاً یہ رسول تو خاتم النبیین ہیں جن کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، ایسی حالت میں تو ظاہر ہے کہ آپ تمام انبیاء میں بھی زیادہ شفیق ہوں گے اور امت کی ہدایت اور نصیحت وخیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے کیونکہ وہ رسل جن کے بعد دوسرے رسول اور انبیاء کے آنے کی توقع ہو ان سے اگر کوئی چیز رہ جائے تو بعد میں آنے والے انبیاء اس کی تکمیل کر سکتے ہیں لیکن جو تمام انبیاء کا خاتم اور آخر ہو اسکو یہ فکر ہوگی کہ مخلوق کے لئے راستہ کو ایسا صاف کر دیا جائے کہ ان کو کسی وقت گمراہی کا خطرہ نہ ہو، غرض وہ اپنی امت کیلئے انتہائی شفقت کا برتاؤ کریں گے۔

﴿۲﴾

الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم

نعمتی (مائدة)

آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی

اور تمہارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا۔

یہ آیت کریمہ اس امت مرحومہ کی ایک بہت بڑی مخصوص فضیلت اور شرافت کا

اعلان کر رہی ہے جو باقرار اہل کتاب اس امت سے پہلے کسی کو نہیں ملی یعنی خداوند تعالی نے اپنا دین مقبول اس امت کے لئے ایسا کامل فرمادیا کہ قیامت تک اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں، عقائد ، اعمال، اخلاق ،حکومت ، سیاست، شخصی آداب ،حرام وحلال، مکروہات ومستحبات کے قوانین اور قیامت تک کے لئے تمام ضروریات معاش ومعاد کے اصول ان کے لئے اسطرح کھول دیئے کہ وہ تاقیامت کسی نئے دین یا نئے نبی کی رہبری کے محتاج نہیں، یہاں تک کہ اس خیر الامم کے پیشوا سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس عالم ظاہری سے رخصت ہوئے ہیں جبکہ وہ اپنی امت کے لئے ایک ایسی صاف وسیدھی اور روشن شاہراہ تیار فرما چکے ہیں جس پر چلنے والے کو دن اور رات میں کوئی خطرہ مانع نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ترکتکم علی شریعةٍ بیضاء لیلها ونهارها سواء

میں نے تمہیں ایک ایسی صاف روشن (راہ مستقیم) پر چھوڑا ہے

کہ جس کا رات دن برابر ہے

یہاں تک کہ یہ امت کسی دوسرے دین اور دوسری نبوت کی محتاج نہیں رہی۔

اس آیت کی تمام تفاسیر کا حاصل یہ ہے کہ اس دین کے بعد کوئی دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی تا قیامت پیدا نہ ہوگا۔

عن ابن عباس رضی الله عنه قال لم ينزل بعد

هذه الآية حلال ولا حرام ولا شیء من الفرائض

والسنن والحدود والأحكام

(تفسیر مظہری ص ۸، سورۃ مائدۃ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس آیت کے بعد نہ

کوئی حلال کرنیوالا حکم نازل ہوا اور نہ حرام کرنیوالا اور نہ کوئی چیز

فرائض وسنن میں اور نہ حدود اور دوسرے احکام میں سے

حدیث میں ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو فاروق اعظمؓ رونے لگے

، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ فاروق اعظمؓ نے عرض کیا:

إنا كنا في زيادة من ديننا فأما إذا كمل فإنه لم

يكمل بشيء إلا نقص ،قال صدقت وكان هذه الآية

نعي رسول الله صلى الله عليه وسلم وعاش رسول

الله صلى الله عليه وسلم أحداً وثمانين يوماً

تحقیق ہم اپنے دین میں زیادتی اور ترقی میں تھے لیکن جب وہ

کامل ہوگیا اور (عادت اللہ اس طرح جاری ہے) کہ جب کوئی

شے کامل ہو جاتی ہے تو پھر وہ ناقص ہو جاتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا اور یہی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات سمجھی گئی اور آپ اس کے بعد صرف اکیاسی روز اس عالم میں زندہ رہے۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هذه أكبر نعم الله تعالى على هذه الأمة حيث أكمل تعالى لهم دينهم فلا يحتاجون إلي دين غيره ولا إلى نبي غير نبيهم صلوات الله وسلامه عليه ولهذا جعله الله خاتم الأنبياء وبعثه إلى الانس والجن

(ابن کثیر ص ۹ ۲۷ ج ۳)

یہ اس امت پر اللہ تعالی کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے ان کے لئے دین کو کامل فرمایا، لہذا امت محمدیہ نہ اور کسی دین کا محتاج ہے نہ اور کسی نبی کی، اور اسی لئے اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الأنبیاء بنایا اور تمام جن وبشر کی طرف

مبعوث فرمایا

علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

إن الـدين ما كان ناقصاً البتة بل كان ابداً كاملاً كـانـت الشـرائـع النازلة من عند الله تعالى كافية فى ذلک الـوقـت إلا أنه تعالى كان عالماً فى أول وقت البـعثة بـأن مـاهو كاملٌ فى هذا اليوم ليس بكامل فى الـغـد ولا بـصـالح فيه لاجرم كان يُنسخ بعد الثبوت وكـان يـزيـل بـعـد التـحتم وأما فى آخر زمان البعثة فأنزل الله تعالى شريعة كاملة وحكمَ ببقائها إلى يوم الـقيـامة فـالشرع ابداً كان كاملاً إلا أن الأول كمالٌ إلـى يـوم مـخـصـوص والثـانى كمالٌ إلى يوم القيامة فلاجل هذا المعنى قال اليوم أكملت لكم دينكم.

دین الٰہی کبھی ناقص نہیں تھا بلکہ ہمیشہ سے کامل تھا اور تمام شرائع الٰہیہ اپنے اپنے وقت کے لحاظ بالکل مکمل اور کافی تھیں مگر اللہ تعالیٰ پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ شریعت جو آج کامل ہے کافی نہ رہے گی اور اس لئے وقت مقرر پر پہنچ کر اس کو منسوخ کر دیا جاتا تھا

www.Only1Or3.com www.ToheedaTajee.com www.OneOrThree.com

لیکن آخر زمان بعثت میں اللہ تعالی نے ایسی شریعت کاملہ بھیجی جو ہر زمانہ کے اعتبار سے کامل ہے اور اس کے تاقیامت باقی رہنے کا حکم فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ پہلی شریعتیں بھی کامل تھیں مگر ایک وقت مخصوص تک کے لئے اور یہ شریعت قیامت تک کے لئے کافی اور کامل ہے اور اسی معنی کے بنا پر الیوم اکملت لکم دینکم فرمایا۔

تفسیر لباب التاویل صفحہ ۴۳۵ میں آیت مذکورہ کی یہ تفسیر منقول ہے:

وأما تفسير الآية فقوله تعالى اليوم أكملت لكم دينكم يعني بالفرائض والسنن والحدود والأحكام والحلال والحرام ولم ينزل بعد هذه الآية حلال ولا حرام ولا شيء من الفرائض .هذا معنى قول ابن عباس

آیت اکملتُ لکم دینکم کی تفسیر یہ ہے کہ فرائض اور سنن اور حدود اور احکام اور حلال وحرام کے بیان سے تمہارا دین مکمل کردیا گیا، چنانچہ اس کے بعد حلال وحرام یا فرائض میں سے کوئی

حکم نازل نہیں ہوا۔ یہی قول ہے حضرت ابن عباس کا۔

امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں فرمایا ہے:

إن اللـه تعـالـى كما جعل النبوة بنبينا مختتمةً وجعل شرائعهم بشريعته من وجه منتسخة ومن وجه مكـملـةً مثبتةً كـمـا قـال تـعـالى اليوم أكملتُ لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي الخ..

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا اور پہلی بار شرائع کو آپ کی شریعت کے ذریعہ ایک اعتبار سے مکمل فرمایا جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے الیوم أكملت لكم دينكم الخ۔۔۔

﴿۳﴾

وإذ أخـذ الـلـه ميثاق الـنـبـيـين لما آتيتكم من كتـاب وحـكـمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه (آل عمران)

اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب

اور حکمت دوں اور پھر ایسا رسول تمہارے پاس آیا جو تمہاری

آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو تم

سب ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو

ازل میں جس وقت حق تعالی نے تمام مخلوق کی ارواح پیدا فرما کر ان سے اپنے رب ہونے کا عہد واقرار لیا، تمام انبیاء علیہم السلام سے اس عہد عام کے علاوہ ایک عہد خاص بھی لیا گیا جو ایک جملہ شرطیہ کی صورت میں تھا کہ اگر آپ میں سے کسی کی حیات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو کر تشریف لے آئیں تو آپ ان پر ایمان لائیں اور انکی مدد کریں۔

حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

ما بعث الله نبياً من الأنبياء إلا أخذ عليه

الميثاق لئن بُعث محمد صلى الله عليه وسلم وهو

حي ليؤمنن به ولينصرنه

حق تعالی نے انبیاء علیہم السلام میں سے جس کسی کو مبعوث فرمایا تو

یہ عہد ان سے ضرور لیا گیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ

وسلم مبعوث ہو گئے تو وہ ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔

اس جگہ ہمارا مطمح نظر ثم جائکم رسول کے الفاظ ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انبیاء کے بعد تشریف لانے کو لفظ ثم کے ساتھ ادا کیا گیا ہے جو لغتِ عرب میں تراخی یعنی مہلت کے لئے آتا ہے، جب کہا جاتا ہے جاء نی القوم ثم عمر تو لغت عرب میں اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ پہلے تمام قوم آ گئی اور پھر کچھ مہلت کے بعد سب سے آخر میں عمر آیا۔

اس لئے النبیین کے بعد ثم جائکم رسول کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام انبیاء کے آنے کے بعد سب سے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور جبکہ اخذِ میثاق میں سے کوئی نبی و رسول مستثنیٰ نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء علیہم السلام سے آخری نبی ہونا متعین ہو گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ آپ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہ ہو گا، تشریعی و غیر تشریعی یا ظلی و بروزی کی خود ساختہ قسموں سے کوئی بھی اب باقی نہیں ہے۔

﴿۴﴾

☆قل یا أیها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا الذی له ملک السموات والأرض

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے تمام

لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ اللہ کہ جس کے لئے ملک

ہے آسمانوں اور زمینوں کا

﴿۵﴾

☆تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون

للعالمین نذیرا (الفرقان)

مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن مجید کو اپنے بندہ محمد (صلی

اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہاں دانوں کے لئے

نذیر بنے یعنی تمام عالم والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائے

﴿۶﴾

☆وأرسلناک للناس رسولا (النساء)

ہم نے آپ کو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انسانوں کے

لئے رسول بنا کر بھیجا ہے

www.OnlyOneOrThree.com
www.TheeOneYaTaslees.com

﴿ ۷ ﴾

☆وما هو الا ذكر للعالمين

یہ قرآن تمام جہان والوں کے لئے تذکیر ہے

مذکورہ چاروں آیات سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف رسول ہوکر تشریف لائے ہیں جس میں عرب وعجم اور شرق وغرب کے انسان داخل ہیں خواہ آپ کے زمانہ میں موجود ہوں یا آپ کے بعد قیامت تک پیدا ہوں، آپ کی رسالت تمام دنیا اور اس کی آئندہ آنے والی نسلوں پر سب پر حاوی ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کوئی قوم، کوئی انسان، کسی زمانہ اور کسی قرن میں پیدا ہونے والا مستثنی اور خارج نہیں تو ان حالات میں اگر آپؐ کے بعد دوسرا نبی یا رسول آتا ہے تو آپ کی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی، آپ کی امت پھر اس نبی کی امت کہلائی گئی جو بعد میں مبعوث ہوا اور عیسی علیہ السلام چونکہ ان کو نبوت پہلے مل چکی ہے اس لئے ان کا آخر زمانہ میں بحیثیت امام کے آنا اس کے منافی نہیں۔

یہاں ذیل میں ہم مختصراً چند آیات کا ذکر کرتے ہیں جو ختم نبوت پر مختلف وجوہ سے دلالت کرتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

﴿۸﴾

وأوحي الي هذا القرآن لأنذركم به ومن بلغ(

الأنعام)

میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی تاکہ اس کے ذریعے سے

میں تم کو ڈراؤں اور تمام ان لوگوں کو جن کو یہ قرآن پہنچے۔

اس آیت میں وضاحت سے ذکر ہے کہ قرآن عزیز کی شریعت صرف ان لوگوں کیلئے مخصوص نہیں جو اس وقت موجود ہیں بلکہ قیامت تک جن لوگوں کو یہ قرآن پہنچے ان سب کیلئے یہی حجت ہے، آئندہ کسی کتاب وشریعت اور نبوت کی ضرورت نہیں جیسا کہ ابن کثیر میں مذکور ہے۔

﴿۹﴾

ومن یکفر بہ من الأحزاب فالنار موعدہ

(الأحزاب)

تمام انسانوں کی جماعتوں میں سے جو شخص اس کا کفر کرے پس

جہنم اس کا ٹھکانہ ہے۔

ابن کثیر اور دوسرے مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ احزاب سے تمام اقوام عالم مراد ہیں، اس لئے آیت بھی عموم بعثت اور آپ کے آخر الأنبیاء ہونے کی شاہد ہے۔ مزید اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد نجات صرف آپ ہی کی اتباع میں منحصر ہے اور کسی نبی کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔

﴿۱۰﴾

یا أیها الناس قد جائکم الرسول بالحق من ربکم فآمنوا خیرا لکم (النساء)

اے لوگو! بیشک لایا ہے تمہارے پاس پیغمبر دین حق کو۔ پس ایمان لاؤ اس پر۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس آیت میں بھی انسان سے تمام انسان مراد ہیں اور عمومِ بعثت کے ذریعہ ختم نبوت کا ثبوت ہے

وما أرسلناک الا رحمة للعالمین (الأنبیاء)

اور آپ کو تمام جہان والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا

یہ آیت دو درجہ سے ختم نبوت کا قوی ثبوت ہے۔ اول یہ کہ آیاتِ سابقہ کی طرح

بھی عموم بعثت کو ثابت کر رہی ہے اور عموم بعثت کیلئے ختم نبوت لازم ہے۔ دوم یہ کہ یہ آیت حکم کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کیلئے رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ پر ایمان لانا نجات کیلئے کافی ہے، پس اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی دنیا میں پیدا ہوتو آپ کی امت کیلئے آپ پر ایمان لانا اور آپ کی پیروی کرنا نجات کیلئے کافی نہ ہوگا جب تک اس نبی پر ایمان نہ لائے اور اس کے فرمان پر چلنے کا عہد نہ کرے چنانچہ خود قرآن کا ارشاد ہے

قل آمنا بالله وما أنزل علينا وما أنزل علي ابراهيم واسماعيل واسحاق ويعقوب والأسباط وما أوتي موسى وعيسى والنبيون من ربهم لا نفرق بين أحد منهم ونحن له مسلمون (آل عمران)

آپ فرمائیے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس وحی پر جو ہم پر نازل کی گئی اور اس وحی پر جو حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اسباط پر نازل کی گئی اور ان کتابوں پر جو موسی عیسی اور تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں، ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے بلکہ سب پر ایمان لاتے ہیں اور اسی

کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔

جسکا واضح مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تعالی کے تمام انبیاء پر بلاتفریق ایمان نہ لائے اور انبیاء سابقین اپنی امتوں کو اپنے بعد آنے والے نبی کی اطاعت کا سبق دیتے رہے ہیں، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی کسی قسم کا نبی پیدا ہوتو تمام امت محمدیہ کی نجات اس وقت اس پر ایمان لانے اور اس کی اتباع میں منحصر ہوگی۔ لہذا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی دنیا میں تجویز کرتا ہے وہ آپ کی توہین اور قرآن کریم کی صریح آیات کی تکذیب کرر ہاہے اور آپ کو رحمۃ للعالمین نہیں مانتا۔

﴿۱۱﴾

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی
ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم
وساوء ت مصیرا (النساء)

اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد جب حق اس پر
ظاہر ہوجائے اور اتباع کرے غیر مؤمنین کے راستے کی تو ہم

اسے متوجہ کریں گے وہاں جہاں وہ متوجہ ہے اور اسے دوزخ میں

داخل کریں گے جو کہ برا ٹھکانا ہے۔

اگر آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہوگا تو یا تو وہ طریق مؤمنین کا اتباع کرے گا اور یا وہ بمقتضائے نبوت لوگوں اپنے اتباع کی دعوت دے گا۔ پہلی صورت میں قلب موضوع لازم آتا ہے، کیونکہ انبیاء تو اپنی اتباع کی دعوت دینے کیلئے دنیا میں آتے ہیں جبکہ دوسری صورت میں نبی کا وجود بے فائدہ ہے کیونکہ بعثت نبی کی ضرورت تب ہوتی ہے جب خدا کے بندے اس کے راستے کو چھوڑ دیں جبکہ سبیل المؤمنین ایک ایسی مستقیم سبیل ہے کہ خداوند عالم تمام اہل عالم کو قیامت تک اس پر چلنے کی ہدایت فرماتے ہیں تو پھر کسی نبی کے پیدا ہونے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ جبکہ عیسی علیہ السلام کا معاملہ مختلف ہے، انکی بعثت فقط بنی اسرائیل کیلئے تھی نہ کہ تمام عالم کی طرف، اس لئے وہ بطور نبی کے نہیں بلکہ امام کے آئیں گے۔

﴿۱۲﴾

ثلة من الأولين وقليل من الآخرين (الواقعة)

خدا کے مقرب بڑی جماعت ہے پہلوں میں سے اور تھوڑی

پچھلوں میں سے

اس میں امت مرحومہ کو آخرین کے الفاظ سے بیان کیا گیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ امت آخری امت ہے، آئندہ نہ کوئی نبی آئے گا اور نئی امت۔

﴿۱۳﴾

ألم نهلك الأولين ثم نتبعهم الآخرين

(مرسلات)

کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا پھر ان کے پیچھے چلاتے ہیں پچھلوں کو

اس آیت میں اولین سے پہلی امتوں کے کفار مراد ہیں اور آخرین سے اس امت کے، ثابت ہوا کہ یہ آخری امت ہے۔

﴿۱۴﴾

وان تسألوا عنها حين ينزل القرآن تبد لكم

(مائدة)

اور اگر تم ان اشیاء کا سوال کرو گے (جن کے سوال سے منع کیا گیا

ہے) نزول قرآن کے زمانہ میں ان اشیاء کا ذکر کر دیا جائے گا

اس آیت میں بیان اشیاء کیلئے حین ینزل القرآن کی قید بڑھا کر بتایا گیا کہ نزول قرآن کے بعد کوئی ذریعہ وحی کی صورت سے بیان احکام کا باقی نہ رہے گا۔ یہ آیت نزول قرآن کے بعد انقطاع وحی کا اعلان کرتی ہے۔

﴿۱۵﴾

هو الذی أرسل رسوله بالهدی و دین الحق

لیظهره علي الدین کله(توبة)

وہ ہے جس نے بھیجا اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ

تا کہ غالب کرے اس کو تمام دینوں پر

حق تعالی بیان فرماتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت عامہ و دین حق کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے کہ تمام ادیان و ملل پر اس کو غالب کر دیا جائے اور غلبہ تبھی ہوتا ہے جبکہ یہ شخص تمام ادیان کے عالم میں آ جانے کے بعد پیدا ہو۔ ثابت ہوا کہ آپ تمام ادیان و ملل انبیاء کے بعد دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا آسمانی دین اس دنیا میں نہ آئے گا۔

﴿۱۶﴾

یا أیها الذین آمنوا أطیعو الله وأطیعو الرسول

وأولی الأمر منکم (نساء)

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور ان لوگوں کی

اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الأمر ہیں

اس آیت میں اولاً آپ کی امت کی نجات کیلئے صرف آپ کی اطاعت کو کافی قرار دیا ہے اگر آپ کے بعد کوئی نبی اس امت میں پیدا ہونے والا ہوتا تو اس پر ایمان کا بھی لازماً ذکر ہونا چاہئے تھا۔ ثانیا: آپ کے بعد اولی الأمر (خلفائے اسلام اور علمائے امت) کا اطاعت کا ذکر ہے۔ اگر کسی نبی کا آنا ممکن تھا تو اسکا ذکر ضرور ہوتا۔

﴿۱۷﴾

ومن یطع الله ورسوله یدخله جنات تجری من

تحتها الأنهار ومن یتول یعذبه عذاباً ألیما (فتح)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسی

جنتوں میں داخل فرمائیں گے جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور

جو شخص اعراض کرے گا اس کو سخت دردناک عذاب دیں گے

اس آیت کریمہ کے ہم موضوع بہت ساری آیات موجود ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ اس امت میں قیامت تک پیدا ہونے والی نسلوں کی نجاتِ آخرت اور دخول جنت کیلئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا کافی ہے، سوائے انبیاء سابقین کے جن پر ایمان لانے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تاکید فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ کسی پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں اور یہی ختم النبوۃ کی واضح دلیل ہے۔

﴿۱۸﴾

یا أیها الذین آمنوا آمنوا بالله ورسوله والکتاب
الذی أنزل علي رسوله والکتاب الذی أنزل من قبل
(نساء)

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کے
کتاب پر جس کو نازل کیا اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو ان
سے سابقین پر نازل کی گئی۔

یہاں بھی صرف آنے والے انبیاء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا

حکم ہے اگر آپ کے علاوہ کوئی اور نبی ہوتا اس پر بھی ایمان لانے کا حکم ہوتا۔

﴿۱۹﴾

قل آمنا بالله وما أنزل علينا وما أنزل علي ابراهيم واسماعيل واسحاق ويعقوب والأسباط وما أوتي موسى وعيسى والنبيون من ربهم لا نفرق بين أحد منهم ونحن له مسلمون. (آل عمران)

(اے محمد) آپ کہدیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس وحی پر جو ہم پر اتری اور اس وحی پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اسکے اولاد پر اتری، اور جو ملا موسیٰ اور عیسیٰ کو، اور سب نبیوں کو اپنے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے۔

یہاں ایک تو اس بات کا ذکر ہے کہ تمام انبیاء پر بلا تفریق ایمان لانا واجب ہے اور دوسری طرف اس بات کا وضاحت سے بیان ہے کہ صرف اس وحی پر ایمان لانا فرض ہے جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے سابقین علیہم السلام پر نازل ہو چکی ہے، کسی جدید وحی کو ایمان میں درج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی جو قطعاً اس کا اعلان ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نازل نہ کی جائے گی۔

﴿۲۰﴾

ألم تر الى الذين يزعمون أنهم آمنوا بما أنزل

اليک وما انزل من قبلک (نساء)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس

کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور

اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی

یہاں بھی دعوئ ایمان میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے سابقین کی وحی کو درج کیا گیا ہے اس کے بعد کسی وحی کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ من قبلک کی تخصیص سے اشارہ ہے کہ بعد میں وحی نازل ہونے والی نہیں۔

ضروری تنبیہ:

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مذکورہ آیتیں جو ختم نبوت کے ثبوت میں پیش کی گئی ہیں ان میں سے بعض اس مقصد میں بالکل صریح اور عبارت النص ہیں اور بعض اشارۃ النص یا دلالۃ النص اور اقتضاء النص کے طور پر ہیں اور یہ چاروں طریق باتفاق علماء اصول استدلال کے قطعی اور یقینی طریق ہیں۔

ختم نبوت فی الحدیث

احادیث نبویہ کا لاتعداد مجموعہ جو مسئلہ ختم نبوت پر دلالت کرتا ہے اسکا مکمل طور پر استیعاب تو بہت دشوار ہے لیکن اس کا کچھ حصہ مختصراً آپ کے نظر کر رہے ہیں ۔ احادیث کے ذخیرہ کو دیکھ کر بلا تامل یہ کہا جاسکتا ہے کہ ختم نبوت کی احادیث متواتر ہیں۔

﴿۱﴾

عن أبی هریرة :

أن رسول الله ﷺ قال: ان مثلی ومثل الأنبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فأحسنه وأجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة وأنا خاتم النبیین (رواه البخاری فی کتاب الأنبیاء ومسلم فی الفضائل وأحمد فی مسنده والنسائی والترمذی)

وفی بعض ألفاظه فکنت أنا سددت موضع

اللبنة وختم بى البنيان وختم بى الرسل هكذا فى الكنز عن أبى العساكر.

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اسے بہت عمدہ آراستہ کیا و پیراستہ کیا مگر اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ پس لوگ اس کو دیکھنے کے لئے جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پر کیا اور مجھ سے ہی قصر نبوت مکمل ہوا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

﴿۲﴾

عن أبى سعيد الخدرى قال: قال رسول الله ﷺ مثلى و مثل النبيين كمثل رجل بني داراً فأتمها الا لبنة واحدة فجئت أنا فأتممت تلك اللبنة (رواه مسلم وأحمد)

اسکا حاصل اور ترجمہ بھی وہی ہے جو اوپر گذرا ہے۔

﴿۳﴾

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ مثلی ومثل الأنبياء من قبلی كمثل رجل بنى داراً فأكملها وأحسنها الا موضع لبنة فكان من دخلها فنظر اليها قال ما أحسنها الا موضع اللبنة فخُتم بى الأنبياء

(رواه الشيخان والترمذى وبن ابى حاتم)

اسکا حاصل اور ترجمہ بھی وہی ہے جو اوپر گذرا ہے۔

﴿۴﴾

عن أبى حازم قال قعدت ابا هريرة خمس سنين فسمعته يحدث عن النبى ﷺ قال كانت بنو اسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبى خلفه نبى وانه لا نبى بعدى وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا فما تأمرنا قال ذو البيعة الأول فالأول أعطوهم حقهم فان الله سائلهم عما استرعاهم

حضرت ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ رہا میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست خود انکے انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالی کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر فرماتے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان خلفاء کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسری کی بیعت پوری کرو اور انکے حق اطاعت کو پورا کرو اس لئے کہ اللہ تعالی ان کی رعیت کے متعلق ان سے سوال کرے گا

﴿۵﴾

عن جبير بن مطعم أن النبی ﷺ قال : أنا محمد وأنا الماحی الذی محي الله بی الكفر و أنا حاشر الذی يحشر الناس علي عقبی وأنا العاقب والعاقب الذی ليس بعد نبی(رواه البخاری ومسلم)

حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی اللہ تعالی میرے ذریعے سے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں یعنی میرے بعد ہی قیامت آئے گی اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

﴿٦﴾

عن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لقد كان فيما قبلكم من الأمم محدثون فان يكن فی أمتی احد فانه عمر.

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے پس میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔

﴿٧﴾

عن سعد بن أبی وقاص قال قال رسول الله

ﷺ لعلی أنت مني بمنزلة هارون من موسي الا انه لا نبی بعدی

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا: تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے حضرت ہارون موسیٰ کے ساتھ، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

﴿۸﴾

عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال لاتقوم الساعة حتي يقتتل فئتان فيكون بينهما مقتلة عظيمة دعواهما واحدة ولا تقوم الساعة حتي يبعث دجالون كذابون قريبا من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله (رواه البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ اس سے قبل یہ علامات نہ ہو چکے کہ دو جماعتوں میں جنگ عظیم رونما ہو، حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہو اور قیامت اس وقت تک

قائم نہیں ہوسکتی جب تک کہ تقریباتیس دجال کاذب دنیا میں نہ آچمکیں جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

نبی علیہ السلام کی اپنی امت سے شفقت و محبت کا بیان ناممکن ہے اور پھر یہ بھی مسلّم ہے کہ زمانہ ماضی و مستقبل کے جتنے علوم وحالات آپ کو عطا کئے گئے ہیں وہ کسی اور کو نہیں، نہ کسی نبی کو نہ فرشتے کو۔

اس بات کو سمجھنے کے بعد یہ یقین کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ آپ نے اپنی امت کیلئے دین کے راستے کو صاف اور ہموار کیا جس پر چلنے والے کو کوئی ٹھوکر یا اس کے راستہ بھولنے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اسمیں جتنے خطرناک اور مہالک کے مواقع ہیں انکا بھی ذکر فرمایا۔

جب ہم احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ان امور میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ہے۔ آپ کے بعد جتنے مقتدر شخصیات کا وجود باری تعالیٰ نے لکھا تھا آپ نے اکثر کے نام لے لے کر بتلائے اور امت کو ان کی پیروی کی ہدایت کی۔

عجیب بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو خلفائے راشدین کے اقتداء کا حکم فرماتے ہین، ائمہ دین اور امراء کی اطاعت کی تعلیم دیتے ہیں بلکہ ایک حبشی غلام کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اگر وہ امیر بن جائے۔ مواقع اشتباہ واختلاف میں اہل علم واجتہاد کی اتباع کی تاکید کرتے ہیں، بعض صحابہ کا نام لے کر انہیں واجب التکریم اور قابل اقتداء فرماتے ہیں، اویس قرنی کے آنے کی خبر اور ان سے استغفار کرانے کی تعلیم، مجددین امت کا ہر صدی پر آنا، لیکن ایک حدیث میں بھی یہ بیان نہیں فرماتے کہ ہمارے بعد فلاں نبی پیدا ہوگا، تم اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا حالانکہ ایک رؤوف ورحیم نبی کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ آنے والے نبی کے مفصل حالات سے اپنی امت کو خوب واقف کرادے تاکہ آنے والوں کو کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

ختم نبوت فی الآثار

صدیق اکبر نے ایک طویل کلام کے ذیل میں واقعہ ردت کے وقت فرمایا:

قد انقطع الوحی وتم الدین او ینقص وانا حی

حضرت ابوبکر نے جناب رسول اللہ کی وفات کے وقت فرمایا

الیوم فقدنا الوحی ومن عند اللہ عز وجل الکلام

حضرت عمر نے آپ کے وفات کے وقت فرمایا

بابی انت وامی یا رسول اللہ قد بلغ من فضیلتک عندہ ان بعثک آخر الانبیاء وذکر فی اولھم فقال تعالی اذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح

حضرت علی آپ کا شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

بین کتفیہ خاتم النبوۃ وھو خاتم النبیین

حضرت ابوجعفر محمد بن علی سے سیوطی نے خصائص کبری میں نقل کیا ہے

ان اللہ تعالی لما اخذ من بنی آدم من ظھورھم

ذریاتھم و اشھدھم علي انفسھم الست بربکم کان
محمد ﷺ اول من قال بلی ولذلک صار یتقدم
الانبیاء وھو آخر من بعث(خصائص ص ۳)

حضرات صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کو اگر مع عبارات جمع کیا جائے تو یقیناً
رسالہ ایک دفتر بن جائے گا اور پھر بھی استیعاب متعذ رہے۔

www.OnlyOneOrThree.com
www.TohedYaTasleem.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

تعارف

مختلف فیہ شخصیت

عقائد ثانیہ حقہ

دلائل

www.Only1Or3.com
www.Only1Or3.com
www.TohedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

فاختلف الاحزاب من بینهم فویل اللذین کفروا من مشهد یوم عظیم

حضرت عیسیٰ کے بارے مختلف لوگوں کا اختلاف

مسلمانوں کے نزدیک

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، بغیر باپ کے حضرت مریم علیہ السلام کے ہاں نفخ جبرئیل سے پیدا ہوئے اپنے جسد عنصری اور روح کے ساتھ آسمان پر اٹھا لئے گئے ، نہ سولی چڑھے اور نہ قتل ہوئے نہ آپ نے وفات پائی ان کی مثال آدم سی ہے وہ آخر زمانہ میں اتریں گے، ان کی مختلف ذمہ داریاں ہیں۔

ذمہ داریاں

دنیا میں اترنے کے بعد دنیا میں اسلام کا غلبہ کا سبب بنیں گے دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے۔

قادیانی مفہوم:

وہ سب وشتم کا شکار ہوئے ان کی اہانت اور اذیت کی گئی کشمیر کی طرف ہجرت کر

گئے وہیں وفات پائی وہیں مدفون ہیں آسمان پر جانا محال ہے کیونکہ ناری کرات رکاوٹ ہیں دوبارہ نہیں آئیں گے ان کا بدیل مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہے۔ نیز قادیانیت کئی طرح الزامات اور اتہامات ان پر لگاتی ہے۔

نصرانی مفہوم:

وہ تین میں سے تیسرے ہیں حضرت مریم کے بیٹے ہیں۔ ابن اللہ ہیں صلیب پر چڑھائے گئے ہیں کفارہ ہیں دوبارہ زندہ ہوئے پھر ان کی رفع سماوی ہوئی۔

یہودی مفہوم:

وہ حضرت مریم کے بیٹے ہیں۔

تمہید رد

آج کی دنیا میں کئی نئی ایجادات بجلی زہریلی گیس تیار سامان ایٹم بم ہائیڈروجن بم فضا میں چلتے ہوئے جہاز اور خلاء میں خلائی اسٹیشن کا وجود چاند تک جانے والے راکٹ ٹی وی ان تمام محیر العقول ایجادات کا نہ صرف اعتراف بلکہ تعریف و توصیف کی جائے قادر مطلق کا ارشاد برحق اور اس کے معجزوں کا انکار۔

عن ابی ہریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ

یقول ینزل عیسی بن مریم فیومهم فاذارفع راسه من
الرکوع قال سمع الله لمن حمده قتل الله الدجال
واظهر المومنین

عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی
ﷺ قال لقیت لیلة اسری بابراهیم وموسی و
عیسی علیهم السلام فتذاکروا امر الساعة فردوا
امرهم الی ابراهیم فقال : لا علم لی بها فردوا
امرهم الی موسی فقال :لا علم لی بهافردوا امرهم
الی عیسی فقال اما وقتها فلا یعلم احد الا الله تعالیٰ
وفی ما عهد الی ربی ان الدجال خارج ومعی
قضیبان فازارنی ذاب کما یذوب الرصاص فیهلکه
الله اذا رآنی حتی ان الحجر والشجر یقول:یا مسلم
ان تحتی کافرا فتعال فاقتله فیهلکهم الله ثم یرجع
الناس الی بلادهم واوطانهم
فعندذلک یخرج یاجوج و ماجوج وهم من

WWW.Only1or3.com
WWW.TheOneOrThree.com
WWW.OnlyOneOrThree.com

کل حدب ینسلون فیطعون بلادھم لا یا تون علی

شیء الا اھلکوہ ولا یمرون علی ماء الا شربوہ ثم

یرجع الناس الی فیشکونھم فادعو اللہ تعالیٰ علیھم

فیھلکھم ویمیتھم حتی تجیف الارض من نتن

ریحھم فینزل اللہ المطر فیجترف اجسادھم حتی

یقذھم فی البحر ففیما عھد الی ربی ان کان

کذلک ان الساعۃ کالحامل المتم لا یدری اھلھا

متی تفجئھم بولادتھا لیلا اونھارا ۔

نزول عیسیٰ کی حکمتیں

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں حضرات علماء اور محدثین کے بقول دوسرے تمام انبیاء کو چھوڑ کر صرف عیسیٰ علیہ السلام کو نازل کرنے کا مقصد یہود کے اس خیال خام کی تردید ہے کہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل کر دیا (العیاذ باللہ) چنانچہ اللہ رب العزت ان کو نازل فرما کر ان کے کذب کو ظاہر کریں گے۔

آپ کے نزول کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کی موت کا وقت قریب ہو گا زمین میں دفن کرنے کے غرض سے آپ کو نازل کیا جائے گا کیونکہ نظام قدرت ہے کہ ہر

خاکی کو خاک ہی میں جانا ہے۔

تیسری وجہ یہ بیان کی گئی کہ عیسیٰؑ نے حضور ﷺ اور آپ کی امت کے اوصاف کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ مجھے محمد ﷺ کا امتی بنا دیا جائے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبولیت سے نوازا۔

حضرت عیسیٰؑ آسمان سے سرزمین شام پر اتریں جہاں سے آپ آسمان پر اٹھائے گئے تھے پھر اس کو فتح کریں گے جس طرح حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا اور جن یہودیوں نے آپؑ کو نکالا تھا ان کا خاتمہ فرما دیں گے اس لئے کہ جتنی قومیں گزری ہیں ان سب نے اپنے نبی کے بعد میں آنے والے نبی کی بھی اتباع کی جیسا کہ ان سے واذ اخذاللہ میثاق النبیین (آل عمران ۸۱) میں عہد لیا گیا تھا لیکن یہودیوں اپنے بعد والے نبی حضرت عیسیٰؑ کی پیروی نہیں کی اور باری تعالیٰ نے جو عہد لیا تھا اس کو توڑ دیا اس بے عہدی اور بے ایمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت مسلط کر دی اور حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں تباہ و برباد کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا کر بنی اسرائیل کے ہاتھوں حضرات انبیاء علیہم السلام کو شہید کرنے کا سلسلہ ختم کر دیا اور یہ دکھا دیا کہ وہ اس پر قادر ہے پھر اس نے

عیسیٰ کا نزول مقدر فرما کر یہ بات بتا بھی دی حضرت عیسیٰ کے دین میں اب تک جو لوگ بھی داخل ہوئے وہ یہودی نہ تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بات مقدر کر دی کہ اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہ جائے جو نزول کے وقت آپ پر ایمان نہ لائے۔

ہر شرعی مسئلہ میں ضابطۂ امن

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے دعا کی برکت سے امت مسلمہ پر پہلی اقوام جیسے کہ عاد و ثمود کی طرح کے جڑ سے اکھاڑنے والے عذاب تو نہ آئیں گے مگر اس امت کو ابتلاء کیلئے فتن ضرور گھیریں گے جن سے نکلنے کا واحد راستہ کتاب وسنت ہیں۔ پھر کتاب وسنت کے وہ مطالب ومفاہیم جو حضرت شارع علیہ السلام کی صحابہ کرام کو سلجھائے اور ان سے تابعین میں منتقل ہوئے پھر ان سے آگے سند متصل کے ساتھ علمائے امت میں اور ان سے عامۃ المسلمین میں۔ وہی مطالب ومعانی قابل قبول اور واجب الاتباع ہیں۔

امت اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صحابہ کرام کا واسطہ انتہائی ثقہ واسطہ ہے جسکی نظیر امم سابقہ اور ہمارے خلف میں موجود نہیں۔ اور اللہ کا ان سے راضی ہونا اور ان کا اللہ سے راضی ہونا انہی کے خواص میں سے ہے۔ ان جیسا نور ایمان

،نورِعلم وعرفان ،نورِتقوی اولین وآخرین میں کسی کو حاصل نہ ہوسکا۔اگر صحابہ کرام کی تفسیر قرآن اور شرح سنۃ معتبر نہیں تو کسی دیگر کی تفسیر وشرح کا بالکل اعتبار نہ ہوگا۔

آج اور آئندہ مستقبل میں ہر دور میں فتن سے بچاؤ کا صرف یہی راستہ اور پختہ ترین ضابطۂ امن ہے۔خیر القرون سے آج تک امت میں یہی معمول بہ طریقہ رہا کہ قرآن وسنت کی تفسیر وشرح میں اعتبار صحابہ کرام اور تابعین حضرات کی تفسیر کا ہو۔اس منہج سے اعراض اور نئے مطالب کی ایجاد ہی دراصل ''ام الفتن'' ہے۔

قادیانیت نے ختم نبوت رفع ونزول عیسی اوران کی حیات مبارکہ سے متعلق ان موضوعات میں اور دیگر میں نصوص شریعت کو جدید مفاہیم پہنانے کی سعی کی اور کتاب وسنت سے ثابت شدہ امت کے ہاں مسلمہ معتقدات سے روگردانی کی ہے۔

مرزاصاحب اورادعائے مسیحیت کامخمصہ

جس نبوت کے بات میں مرزا صاحب نے تاریخ اسلام میں غیر مسبوق مفاہیم کو ایجاد کیا اور وہ تناقضات کے مخمصہ کا شکار رہے۔کچھ اس طرح کے مخمصہ اور تناقضات کا شکار حضرت عیسی علیہ السلام کے باب میں رہے ہیں۔وہی تدریج وہی اعتذار وہی جرأت اور اسی طرح کے ادعاءات مرزا صاحب کا وطیرہ اس باب میں رہے ہیں جسکی

تفصیل یوں ہے کہ ایک وقت میں مرزا صاحب کے رفیق خاص حکیم نورالدین نے اپنے ایک خط میں انہیں مثیل مسیح کا دعوی ظاہر کرنے کا مشورہ دیا تو مرزا صاحب نے جواب میں لکھا:

"جو کچھ المحترم نے فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث "جسمیں حضرت مسیح کے دمشق کے مشرقی منارے پر اترنے کا ذکر ہے

" کے مصداق کو چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعوی ظاہر کیا جائے تو اسمیں کیا حرج ہے؟

درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی حاجت نہیں"

اللہ کے حکم سے اور اس کے نام پر دعووں میں کسی کی بشارت کا کچھ دخل نہیں ہوتا مگر جو دعوے دنیاوی اغراض ومقاصد کے لئے ہوتے ہیں اور کذباً انہیں اللہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے ان کا یہی حال ہوتا ہے جیسے کہ مرزا صاحب کو حکیم نورالدین کہہ رہے ہیں۔ان کے یہ الفاظ اور مشاورت کہ:

"مثیل مسیح کا دعوی ظاہر کیا جائے"

بتلا رہے ہیں کہ مرزا صاحب ادعاءات کے پیچھے باطن میں کچھ مخفی عزائم اور دنیاوی اغراض ومقاصد ہیں۔یہ دعوے اللہ کی طرف سے نہیں اور انہیں اللہ کے نام کرنا

بھی محض افتراء علی اللہ ہے۔

اس گتھی کو مزید سمجھنے کے لئے علامہ خالد محمود صاحب کا مقدمہ ''ردقادیانیت کے زریں اصول''میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ نہایت مفید ہے۔

شروع تو مرزا صاحب صرف ولایت ومجددیت پر اکتفاء کئے ہوئے تھے مگر ان کے اوران کے آقاؤں کے مابین وسیط اوران کے معلم اول سمجھتے تھے کہ صرف انہی ادعاءات سے کام نہیں چل سکتا بلکہ اہداف ومقاصد کے حصول کیلئے ان میں ارتقاء ضروری ہے ،لہذا وہ اپنے دعاوی اوراپنے عقائد میں وحی ربانی کے جبر سے حصول مقاصد کے ہدف سے تبدیلی کرتے چلے گئے۔ یہاں تک وہ مثیل مسیح کے رتبے پر اور پھر اس سے ارتقاء کر کے مسیح موعود کے عہدے پر فائز ہو گئے۔

آخر مسیحیت کے باب میں بھی مرزا صاحب بتدریج اس مقام تک پہنچ گئے جہاں سے وہ اسلامی تعلیمات میں تغیر وتبدل کر سکیں۔وہ حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کے ذمہ عظیم کارناموں کو کیا سرانجام دیتے ،انکا نام ونسب ،انکے سیرت وحالات ان کا زمانہ ،حضرت مسیح علیہ السلام کی علامات۔کوئی بات بھی ان پر فٹ نہ بیٹھتی تھی۔مثیل مسیح سے مسیح موعود تک ارتقاء کرتے ہوئے وہ بالکل بھول گئے کہ اس سے قبل وہ خود اپنی تحریروں میں اپنے اورحضرت مسیح علیہ السلام میں مشابہت کی کئی وجوہ بیان کر چکے ہیں اور مشبہ اور مشبہ

یہ دونوں الگ الگ ذاتیں ہوا کرتی ہیں۔ مشبہ بعینہ مشبہ بہ نہیں ہوتا۔ مثیل مسیح ہرگز مسیح موعود نہیں ہوسکتا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد سے تو اسلام اور امت مسلمہ کی عظمت وشوکت میں اضافہ ہوگا مگر مرزا صاحب کے مسیح موعود کے دعووں سے الٹا امت مسلمہ کی پریشانیوں میں اضافہ ہوگیا۔ وہ مسیح سے بھی آگے بڑھتے ہیں اور پھر مریم ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔

استدلال

مرزا صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے پر استدلال کتاب وسنت سے نہیں کیا وہ حضرت مسیح بن مریم کے بارے قرآن وسنت کی قطعی ادلہ اور امت مسلمہ کی اجماعی عقیدہ کو ترک کرتے اور نیا عقیدہ اختیار کرنے بلکہ اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے جس دلیل کا سہارا لے رہے ہیں وہ دلیل ہی بذات خود ان کے دعوے کے بطلان کی دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"مکاشفات اکابر اولیاء بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں کہ مسیح موعود کا ظہور چودہویں صدی سے پہلے یا چودھویں صدی کی سر

پر ہوگا اور اس سے تجاوز نہیں کرے گا.........اور ظاہر ہے اس

وقت بجز اس عاجز کے اور کوئی شخص دعویدار اس منصب کا نہیں ہوا

''

(ازالۃ الاوہام۔۶۸۵)

نیز کہتے ہیں:

ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے اس وقت جو کہ مسیح موعود کا وقت ہے کسی

نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں

(ازالۃ الاہام۔۶۸۳)

لمحہ فکریہ

مرزا صاحب کے دعوے اور دلیل کے علمی رد کی ضرورت نہیں کیونکہ کسی علمی دلیل کا وہ سہارا نہیں لیتے۔ محض دعوت فکر ہے کہ:

☆مرزا صاحب جس مثیل اور شبیہ ہونے کے دعویدار ہیں ان کو معاذ اللہ مغلظ گالیاں بھی دیتے ہیں۔

☆ان پر اور ان کے خاندانی اکابر پر ایسی تہمتیں بھی لگاتے ہیں جس سے یہود بھی

شرمائیں

☆ہم نے بطور نمونہ حضرت مسیح بن مریم کے بارے انکے بعض آراء کو نقل کر دیا ہے ۔ان کے نقل کرنے کی بھی ہم میں ہمت نہیں ۔مرزا صاحب کی کتب سے اس کی تصدیق کرلیں۔

علمی ردّ

قرآن حکیم نے جس مسیح علیہ السلام کے آسماں پر رفع کا ذکر کیا ہے اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں جو دوبارہ عود کرنے والے مسیح موعود علیہ السلام ہیں اور عہد نبوت سے لیکر آج تک مسلمانان عالم کا جن کے بارے میں مذکورہ عقیدہ ہے:

" وہ عیسی بن مریم علیہ السلام ہیں جو بنی اسرائیل میں مریم عذراء کے بطن مبارک سے بغیر باپ کے نفخ جبرئیل سے پیدا ہوئے ،پھر وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ۔یہود نے جب انہیں قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالی نے انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا ۔وہ وہی مسیح بن مریم ہیں جنکی ولادت ونبوت اور جنکی والدہ ماجدہ کی طہارت وتزکیہ اور عظمت شان قرآن حکیم کی ایک

سورت میں جوان کی والدہ ماجدہ کی نسبت سے سورۂ مریم کہلاتی

ہے موجود ہے۔انکی سیرت واحوال دیگر قرآنی سورتوں میں بھی

موجود ہے"۔

مسیح موعود کے بارے یہی تعین حضرت خاتم النبیین ،ان کے صحابہ کرام ،ائمہ دین ،جملہ علمائے اسلام نے سمجھا ،اس تصور وتعین کے علاوہ کسی دیگر کا مثیل مسیح یا شبیہ مسیح یا مسیح موعود ہونے کا خیر القرون سے تا حال کہیں اسلامی مصدر موجود نہیں ہے۔اگر کسی نے آج تک اس کے علاوہ کوئی تصور پیش کیا ہے یا مسیح موعود کا کوئی نیا مفہوم ایجاد کیا تو واجب ردّ ہوگا۔قابل قبول نہیں۔

مسلمہ حقیقت

قادیانیت کے متنبّی مرزا غلام احمد قادیانی نے جب مثیل مسیح یا پھر مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو جن قادیانیوں نے ان کے اس دعوے کو تسلیم کرلیا تو انہوں نے کسی قرآنی آیت ،یا نبوی حدیث ،یا قول صحابی وتابعی یا قول مجدد ومفسر یا قول ائمہ دین سے استدلال نہیں کیا کہ مسیح موعود عیسی بن مریم نہیں مرزا غلام احمد ہیں۔وہ کیسے کر سکتے تھے کہ مرزا غلام احمد تو ابن غلام مرتضی ہیں تو چراغ بی بی کے بطن سے قادیان میں پیدا ہوتے

ہیں، آسمان سے عود کر کے نہیں آتے ہیں۔

مرزا صاحب کے مسیح موعود نہ ہونے کے لئے اس قدر کلام ہی کافی ہے۔

رہا ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا انکار تو اس پر بھی قرآن وحدیث سے استدلال نہیں بلکہ یہ اس لئے کہا کہ مرزا صاحب کے نزدیک کسی انسان کا آسمان پر جانا مشکل ہے۔ مگر انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اللہ کے لئے انہیں آسمان پر لے جانا مشکل، نہ انہیں آسمان سے اتارنا مشکل۔ کیونکہ:

إنما أمره إذا أراد شيئا أن يقول له كن فيكون

انکا معاملہ تو کن کہنے سے مکمل ہوتا ہے۔ حضرت مسیح ہی مسیح موعود ہیں جنکا پہلا صعود ہوا تھا اور پہلے اوپر گئے، نہ کہ مرزا صاحب جو زمین پر پیدا ہونے کے بعد کہیں چلے جانے کے بغیر ہی موعود (دوبارہ آنے والا) ہو گئے۔ آپ ان واقعات وعلامات اور زندگی کے مراحل میں غور کریں جسکا تعلق مسیح موعود سے ہے۔ آپ کے سامنے مسیح موعود کی حقیقت، انکا رفع جسدی، انکا نزول اور موعود ہونا ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ مسیح موعود کی شخصیت کا تعین خود بخود ہو جائے گا۔

اس کے بعد ہم رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہونے کی حکمتیں بھی بیان کریں گے۔

کیفیت ان کی شان میں وارداس باب میں آیات قرآنیہ جن میں بعض میں اجمال ہے اوراحادیث نبویہ تفصیلا روشنی ڈالیں گی اوران میں صاف ظاہر ہوگا کہ عیسی بن مریم مسیح موعود ہیں ، مرزاغلام احمد یادیگر کوئی مدعی مسیحیت نہیں ہوسکتا۔ نیز انجیل کی زبانی بھی حضرت عیسی علیہ السلام نے جھوٹے مدعیان مسیحیت سے آگاہ کیا تھا۔اسکا بھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

دلیل اول از قرآن

رفع عیسی علیہ السلام برحق مسیح موعود

حضرت عیسی بن مریم جو برحق مسیح موعود ہیں ، جب یہود نے انہیں قتل کرنا چاہا اور اپنی تدبیر کرلی تو دوسری طرف اللہ نے بھی تدبیر کی۔

ارشاد باری تعالی ہے:

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین

انہوں نے تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی۔ بیشک اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے

اللہ کی بہترین تدبیر کیا تھی؟ وہ ''رفع درجات'' نہیں کیونکہ حق کی خاطر مقتولین کا

قتل ہوجانا بھی رفع درجات میں حائل نہیں ہوتا نہ اسے تدبیر کرنے والوں پر غلبہ سمجھا جاسکتا ہے۔وہ تو صرف اور صرف وہی ہے جیسے حق تعالی شانہ نی زوردار انداز میں یوں بیان فرمایا:

وما قتلوہ یقینا

یقیناًوہ انہیں قتل نہ کرسکے

بلکہ امرواقع کیا ہوا؟

بل رفعه الله إليه

بلکہ اللہ تعالی نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا

انکا رفع ہی خیر الماکرین کی غالب تدبیر تھی جو قتل کرنے والوں کی تدبیر پر غالب رہی، پھر اللہ نے انہیں طویل عمر عطا فرمادی، پھر جب ان کی عمر شریف اختتام کے قریب ہوگی تو وہ قرب قیامت کے وقت زمین پر اتریں گے اور وہی زمین پر ہی انکی وفات ہوگی

-

دلیل ثانی از قرآن

برحق مسیح موعود عیسی بن مریم کا نزول

قرآن حکیم نے حضرت عیسی بن مریم کی موت کی نفی اور انکے رفع کا اثبات صریح

الفاظ میں بیان کرنے کے بعد ایک امر کے وقوع کی پیشگوئی کی ہے،اور ظاہر ہے کہ قرآن کی پیشگوئی حق وثابت ہے مگراس پیشگوئی میں کہیں اجمالاً یا ضمناً نزول عیسی کا بھی بیان ہے کیونکہ اس پیشگوئی کا تحقق نزول عیسی پر موقوف ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته
ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا

اہل کتاب کا کوئی فرد ایسا باقی نہ رہے گا مگر وہ ضرور بضرور حضرت
عیسی علیہ السلام کی موت سے پہلے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا
اور حضرت عیسی علیہ السلام قیامت کے دن ان پر گواہ بنیں گے

یہ اہل کتاب کے آئندہ زمانہ میں ایمان لانے کی خبر چونکہ اللہ نے دی ہے اور بھی قرآن حکیم میں۔لہذا........

اولاً: یہ امر ضرور بضرور متحقق ہوگا (عام اہل کتاب مؤمنین صادقین بن جائیں)

ثانیاً: مگر تا حال متحقق نہیں ہوا (تا حال اہل کتاب مؤمنین صادقین نہیں بنے)

ثالثاً: حضرت عیسی علیہ السلام زمین پر موجود بھی نہیں کہ جو مؤمنین صادقین بنیں وہ ان کے گواہ بن جائیں۔

رابعاً: اس آیت کی تفصیل وہ احادث کریں گی جنکا بعد میں بیان ہوگا۔

خامساً: جملہ مفسرین قرآن قرون اولی سے تاحال اس آیت کی تفسیر میں نزول عیسی بن مریم کے بعد وقوع ہونے والے واقعات کو ہی بیان کرتے ہیں جن میں غلبۂ اسلام، کفر کے مکمل خاتمہ اور پوری دنیا میں مؤمنین صادقین کے وجود کا بیان ہے۔

وہ عظیم القدر مقدس شخصیت جنکے ہاتھوں پر سب کچھ ہوگا وہی مسیح موعود ہوں گے ۔کوئی دوسرا نہیں۔وہ چاہے مرزا غلام احمد ہوں یا کوئی دیگر۔ ماضی میں ہوا ہو یا مستقبل میں۔

عیسی بن مریم کے علاوہ کوئی مدعی ہو۔غور کریں کہ قرآن حکیم نے نزول عیسی کو اجمالاً بیان کرنے میں کتنی حکمتیں پنہاں ہیں کہ کئی حقیقی طور کے پیش آنے والے واقعات کے وقوع کو مسیح موعود کی آمد کے ساتھ متعلق کرنے میں ان کا نزول مؤکد اور پختہ ہوگیا کہ جس طرح قرآن وحدیث کی ان تمام پیشگوئیوں کے متحقق ہونے میں کوئی شک نہیں اسی طرح عیسی بن مریم کے نزول اور انہی کے مسیح موعود ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

دلیل ثالث از قرآن

ایک اور آیت قرآنی اور برحق مسیح موعود عیسی بن مریم کا نزول

سابقہ امر میں شک کو رفع کرنے اور نزول عیسی بن مریم اور ان کے مسیح موعود کو یقینی طور پر اور اجمالی کے اسلوب میں ایک اور موقعہ پر بھی اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے۔ وہاں بھی حضرت عیسی بن مریم (برحق مسیح موعود) کے ساتھ ایک عظیم امر کو معلق کردیا اور وہ ہے ان کی آمد کے بعد قیامت کا وقوع۔ ارشاد ہے:

وإنه لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون. هذا صراط مستقیم. ولا یصدنكم الشیطان إنه لكم عدو مبین

یقیناً وہ (عیسی بن مریم) قیامت کی علامت ہیں، تم اس بارے ہرگز شک نہ کرنا اور تم میری اتباع کرتے رہنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور تمہیں ہرگز شیطان اس راہ سے نہ روکے۔ یقیناً وہ تمہار کھلا دشمن ہے۔

قرآن حکیم ہمیں اس موقع پر بڑے ہی مؤکد الفاظ میں (اِنّ) حرف تحقیق، پھر لام تاکید، پھر اس میں شک نہ کرنے کی مؤکد نہی، "لاتمترن" پھر اسی عقیدہ کو حق کہہ کر اور

اس کے علاوہ کوشیطانی راہ کا نام دیکر حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کو بیان فرمایا ہے کہ جس طرح قیامت کا آنا برحق ہے اسی طرح علامت قیامت حضرت عیسی علیہ السلام اور مسیح موعود کا آنا برحق ہے۔

انجیل اور حضرت عیسی بن مریم کا حواریوں کو جھوٹے مدعیان مسیحیت سے خبردار کرنا

حضرت عیسی بن مریم نے جھوٹے مسیح موعودوں کے بارے اور اپنی یقینی آمد کے بیان کے ضمن میں اپنے حواریوں کو جو فرمایا تھا وہ آج تک انجیل میں ثبت ہے۔

انہوں نے انہیں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> خبردار! کوئی تمہیں گمراہ نہ کردے کیونکہ بندے میرے نام سے
> آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو
> گمراہ کریں گے اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے
> اور بندوں کو گمراہ کریں گے۔
>
> (انجیل متی باب ۲۴ درس اول)

www.OnlyOneOrThree.com www.Toheedkatasleem.com

دلیل رابع از قرآن

ارشاد باری تعالی ہے:

ومکروا ومکرا للہ واللہ خیر الماکرین إذ قال
اللہ یاعیسی إنی متوفیک ورافعک إلی ومطھرک
من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین
کفروا إلی یوم القیامة ثم إلی مرجعکم فأحکم بینکم
فیما کنتم فیہ تختلفون

اس کی تفصیل مبحث سادس میں تحقیق توفی میں موجود ہے۔

دلیل خامس از قرآن

مرزا کا اعتراف

مرزا صاحب قرآن کی آیت

(ھو الذی أرسل رسولہ باالھدی و دین الحق
لیظھرہ علی الدین کلہ)

وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے
کر بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے

www.OnlyOneOrThree.com
www.TohedYaRasles.com

اس آیت سے خود مرزا صاحب حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کے نزول پر استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ کیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھوں سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔

یہ آیت مرزا صاحب کے نزدیک رفع اور نزول کی دلیل ہے کیونکہ نزول اسی وقت ہوگا جبکہ پہلے رفع ثابت اور واقع ہو چکا ہو۔

دلیل سادس از قرآن

مزید اعتراف مرزا

قرآن حکیم کی آیت

عسی ربکم ان یرحمکم وإن عدتم عدنا (بنی اسرائیل)

عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور پھر تم وہی کروگے تو ہم بھی پھر وہی کرینگے

مرزا اس آیت سے حضرت مسیح کے نزول پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ آیت اس مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے۔بعض اگر طریق رفق اور نرمی اور لطف ...کو قبول نہیں کریں گے اور حق محض جو دلائل واضحہ سے آیات بینہ سے کھل گیا ہے......اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے جب خدا تعالی مجرمین کیلئے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو ستعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس وخاشاک سے صاف کردیں گے (براہین احمد جلد چہارم ۱/۶۰۱۔

یہود کی حضرت عیسی علیہ السلام کو قتل کرنے کی تدبیر کو اللہ تعالی نے ومکروا سے تعبیر کیا ہے۔اس کے مقابلے میں اللہ تعالی اپنی تدبیر کو بیان کرتے ہوئے اسے بہتر قرار دیتے ہیں۔یہود کی تدبیر ناکام اور اس کی تدبیر غالب رہی کیونکہ یہودا جو حضرت عیسی علیہ السلام کو پکڑنے کیلئے اس مکان میں داخل ہوا۔اللہ تعالی نے اپنی کمال قدرت سے

اسے حضرت عیسی کی شکل میں تبدیل کر دیا اور حضرت عیسی علیہ السلام کو اپنی قدرت سے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ اس آیت کی یہی تفسیر سب معتبر مفسرین نے کی ہے۔ کیونکہ یہود کی تدبیر قتل کا جبکہ اللہ کی تدبیر سے مقابلہ ہوگا تو یقیناً مقابلہ میں عدم موت وقتل کو ہی رکھا جائے گا جو صورت رفع ہی میں متحقق ہوسکتی ہے۔ جب رفع ثابت ہوگیا تو نزول بھی ثابت ہو جائے گا۔

قادیانی رکیک تاویل

اس کے مقابلے میں مرزا صاحب نے جو لکھا ہے وہ غور فرمائیں:

پھر بعد اس کے مسیح ان کے حوالے کیا گیا اور اس کو تازیانے لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سننا اور فقیہوں اور مولویوں کے اشارے سے طمانچے کھاتا اور ہنسی اور ٹھٹھے سے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا، سب نے دیکھا۔ آخر صلیب دینے کے لئے تیار ہوئی۔ یہ جمعہ کا دن تھا اسلئے فرصت بہت کم تھی.... تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دو ..... کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا تا شام سے پہلے ہی لاشیں اتاری جائیں۔

ازالۃ الاوہام۔۳۲۹/۳۹۵)

مرزا کی اس تحریر سے معلوم ہوا کہ اس کے نزدیک قرآنی تدبیر جو بہترین تدبیر تھی وہ یہ تھی:

۱۔ان کو تازیانے لگائے گئے

۲۔گالیاں دی گئیں

۳۔طمانچے مارے گئے

۴۔مذاق اڑایا گیا

۵۔سولی پر لٹکایا گیا

ارشاد باری تعالی میں جملہ مفسرین کی تفسیر سے ہٹ کر یہ تفسیر نہ صرف کھلی تحریف ہے بلکہ اللہ تعالی کے وعدہ قرآنی کے ساتھ یہ تمسخر اور کھلا کفر ہے۔

نزول عیسی بن مریم کیلئے قرآن کا مؤکد اجمالی اور احادیث کا مفصل بیان

قرآن کریم نے رفع ونزول عیسی بن مریم علیہ السلام کو (جو انکی حیات کو بھی مستلزم ہے) اجمالاً مگر نہایت مؤکد ومحکم اسلوب سے بیان فرمایا ہے، پھر اثبات کے لئے تاکیدی الفاظ لائے گئے، پھر اس میں شک نہ کرنے اور شک سے روکنے کے لئے نہی

کے تاکیدی صیغوں سے استدلال کیا گیا، پھر مستزاد یہ کہ نزول عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ان امور کو معلق کر دیا جو ادیان سماوی کے مابین معروف، مشترکہ ایمانی سرمایہ ہیں۔ قرآن کریم کے اس اجمال میں جو قوت و جمال ہے وہ اپنی جگہ مسلمہ حقیقت ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اس رفع و نزول کو (جو عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو مستلزم ہے) احادیث نبویہ نے تفصیل و توضیح سے بیان کیا ہے۔ احادیث نبویہ رفع و نزول کے علاوہ نزول عیسیٰ بن مریم کے زمانہ سے متعلق دیگر حقائق کو بھی بیان کرتی ہیں۔

دیگر حقائق سے مراد

یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول کا زمانہ کے ساتھ جن دو اور شخصیتوں کا تعلق ہے اور مرزا غلام احمد نے حضرت مسیح موعود کی طرح ان کے باب میں بھی امت مسلمہ کے مسلمہ عقائد سے انحراف کیا ہے وہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت امام مہدی کے بارے میں آپ تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں گے مگر ان کی ذات گرامی بھی احادیث نزول کا مشترکہ موضوع ہیں، یہ دونوں (حضرت مسیح اور امام مہدی) ائمہ حق ہیں جو حق کے داعی اور حامی ہوں گے اور گمراہی کے پیشوا جو تیسرے شخص کا خاتمہ انہیں کے ہاتھوں ہوگا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال

کہا ہے۔ وہ بھی ان احادیث کا موضوع سخن رہا ہے۔

الغرض آئندہ احادیث محض عیسی بن مریم کے رفع ونزول یا ان کی حیات کو ہی نہیں بلکہ ظہور مہدی اور حضرت مسیح موعود کے ساتھ ملکر ان کے قتل دجال کو بھی بیان کررہی ہیں۔ لہذا مندرجہ ذیل موضوعات ان احادیث سے خوب وضاحت سے سامنے آجائیں گے۔

ا۔ حضرت مسیح موعود عیسی بن مریم علیہ السلام ہیں۔

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی نہ انکے مثیل ہیں نہ عین۔ لہذا انکا ادعائے مسیحیت باطل ہے۔

۳۔ حضرت مسیح موعود کے ساتھ حق کے ایک اور حامی حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے جو مستقل اور الگ شخصیت ہیں۔ وہ اور حضرت عیسی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں، ایک نہیں۔

۴۔ مرزا غلام احمد کا دونوں شخصیات کو ایک بنانا اور پھر اپنے آپ کو دونوں کا مجموعہ ہونے کا دعوی ادعائے باطل ہے۔

۵۔ دجال مخصوص شخص کا نام جسکے مختلف دجل بھی احادیث میں بیان ہوئے ہیں اور

جسکی علامات بھی احادیث میں آئی ہیں، مرزا کا دجال سے مغربی اقوام مراد لینا باطل تاویل ہے۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام اور احادیث نبویہ

حدیث اول

عن ابی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكو ن السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها .ثم يقول ابو هريرة واقرؤا ان شئتم وإن من اهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا (رواه البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بے شک قریب ہے کہ تم میں عیسیٰ بن مریم حاکم عادل کی

حیثیت سے نازل ہوں گے اور وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جنگ کو ختم کریں گے اور مال کی اتنی فراوانی کر دیں گے کہ کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ہوگا اور اس وقت ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے بہتر معلوم ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرۃ کہتے تھے کہ اس کی تائید کے لئے چاہو تو یہ آیت پڑھ لو (وإن من اھل الکتاب إلالیومنن بہ قبل موتہ) یعنی کوئی شخص اہل کتاب میں سے نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ ضرور بالضرور عیسی پر عیسی کی وفات سے قبل ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر شاہد ہوں گے۔

فائدہ:

اس حدیث میں:

☆ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر نزول عیسی بن مریم اور ان کے دیگر اعمال جلیلہ کی پیشگوئی فرمائی۔

☆ پھر مزید تاکید کیلئے قرآنی آیت سے استشہاد فرمایا ہے۔

حدیث دوم

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: کیف انتم إذا نزل ابن مریم فیکم وأمامکم منکم (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرۃ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: تمہاری خوشی کا اس وقت کیا حال ہوگا جب عیسی بن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

فائدہ

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسی اور امام مہدی دو شخص الگ الگ ہیں۔ امام مہدی امامت کریں گے اور حضرت عیسی علیہ السلام ان کی اقتداء کریں گے۔

حدیث سوم

عن النواس بن سمعان قال ذکر رسو ل الله صلی الله علیه وسلم الدجال .إلی ان قال .فبینماهو کذلک إذ بعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضا شرقی دمشق بین مهر وذتین و اضعا

كفيه على اجنحة ملكين إذا طاطا رأسه قطر وإذا
رفعه تحدر منه جمان كاللولوء فلا يحل لكافر يجد
ريح نفسه إلا مات ونفسه منتهى إلى حيث ينتهى
طرفه فيطلبه حتى يدرک بباب لدفيقتله الحديث
بطوله. (رواه مسلم)

نواس بن سمعان سے مروی ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا اور دیر تک اسکا حال بیان فرمایا اور
آیت کا بیچ کا حصہ ہم نے چھوڑ دیا اور پھر اخیر میں یہ فرمایا کہ لوگ
اسی حال میں ہوں گے کہ یکا یک عیسی بن مریم دمشق کی جامع
مسجد کے شرقی منارہ پر آسمان سے اس شان سے نازل ہوں گے
کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے
ہوں گے، جب اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس میں سے بوندیں
ٹپکیں گی اور جب سر کو اٹھائیں گے تو اس سے موتی کے سے
قطرے ڈھلیں گے اور جس کافر کوان کی سانس کی ہوا لگے گی وہ
مرجائے گا اوران کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نظر

پہنچے گی، یہاں تک کہ وہ دجال کو (دمشق کے) باب لد مقام پر
پائیں گے اور اس کو قتل کر دیں گے۔

فائدہ

اس حدیث میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول عیسیٰ بن مریم کی جگہ اور
کیفیات وعلامات کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے۔

حدیث چہارم

عن ابی هريرة ان النبی صلى الله عليه وسلم
قال: ليس بينی وبين عيسى نبی وإنه نازل
فإذا رأيتموه فاعرفوه، رجل مربوع إلى الحمرة
والبياض بين ممصرتين كان رأسه يقطر وإن لم يصبه
بلل فيقاتل الناس على الاسلام فيدق الصليب ويقتل
الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله فی زمانه الملل
كلها إلا الاسلام ويهلك المسيح الدجال فيمكث
فی الأرض أربعين سنة ثم يتوفی فيصلی عليه
المسلمون (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرۃ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے
اور عیسی کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور وہ نازل ہونے والے
ہیں ۔پس جب تم انہیں دیکھو تو ان کو پہچان لینا۔وہ ایسے شخص
ہوں گے جنکا رنگ سرخی اور سفیدی کے درمیاں ہوگا۔دو رنگین
کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے (انکا جسم ایسا شفاف ہوگا) گویا
ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے اگر چہ اس میں تری نہ پہنچی ہو
،پھر اسلام کے لئے لوگوں سے قتال کریں گے ،صلیب کو
توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کر دیں
گے ۔ان کے زمانے میں اللہ تعالی اسلام کے سوا سب ملتوں کو
مٹا دے گا،اور اللہ تعالی ان کے زمانے میں مسیح دجال کو ہلاک
کرے گا،پھر وہ زمین پر چالیس رہیں گے اس کے بعد وفات
پائیں گے اور مسلمان انکی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

فائدہ

☆اس حدیث میں خاتم النبیین نے دیگر علامات کے علاوہ اسلام کے دیگر ملتوں پر

غلبہ کی پیشگوئی فرمائی۔

☆ دجال کی ہلاکت کی خبر دی۔ وہ ایک شخص ہے قوم نہیں۔

☆ حضرت عیسی کی نزول کے بعد اقامت کی مدت بھی بیان فرمائی۔

حدیث پنجم

عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقيت ليلة اسرى بإبراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام فذكروا امر الساعة فردو امرهم إلى ابراهيم فقال لا علم بى بها فردوا امرهم إلى موسى فقال لا علم لى بهافردوا امرهم إلى عيسى فقال اما وجبتها فلا يعلم بها احد إلا الله ،فيما عهد إلى ربى ان الدجال خارج ومعيى قضيبان فإذا رآنى ذاب كما يذوب الرصاص (مسند احمد. مصنف ابن ابى شيبه. بيهقى)

ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں شب معراج میں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا، پھر انہوں نے قیامت کا تذکرہ کیا او

رسب نے اس امر کے تحقیق کے لئے حضرت ابراہیم کیطرف رجوع کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھے قیامت کے وقت کا کوئی علم نہیں ہے، پھر سب نے حضرت موسی کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر انہوں نے حضرت عیسی کی طرف رجوع کرلیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے وقوع کا علم تو اللہ کے سواء کسی کو نہیں مگر جو احکام مجھے دئے گئے ہیں ان میں ایک بات یہ ہے کہ دجال نکلے گا اور اس وقت میرے ہاتھ میں دو لکڑیاں ہوں گی جب وہ مجھے دیکھے گا تو اس طرح پگھل جائے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔

فائدہ

اس حدیث میں خاتم النبیین نے حضرت عیسی علیہ السلام کو قربِ قیامت بتائی گئی علامات میں سے ٹھہرایا ہے، نیز دجال کے دجل کے ان کے ہاتھوں خاتمہ کی پیشگوئی فرمائی ہے۔

حدیث ششم

اخبرنا ابوعبد اللہ الحافظ انا ابوبکر بن اسحاق انا احمد بن ابراھیم ثنا ابی بکر ثنی اللیث

عن يونس عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتادة الانصاری قال ان اباهریرة قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتم إذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم.

حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا جب کہ عیسی بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

فائدہ

اس حدیث میں حضرت خاتم النبیین نے:

☆عیسی علیہ السلام کے مکان نزول کی خبر دی ہے

☆روایت میں نزول کے ساتھ من السماء کا لفظ صراحۃ موجود ہے

☆نیز امام المسلمین کا ان میں سے ہونے کی پیشگوئی ہے۔

حدیث ہفتم

عن ابن عباس مرفوعا قال :الدجال اول من یتبعه سبعون الفا من الیهود علیهم التیجان (إلی

قوله)قال ابن عباس .قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فعند ذلک ينزل اخی عيسى بن مريم من السماء على جبل افيق اماما هاديا حكماعادلا ليس عليه برنس له مربوع الخلق اصلب سبط الشعر بيده حربة يقتل الدجال فإذا قتل الدجال تضع الحرب اوزارها فكان السلم فيلقى الرجل الأسد فلا يهيجه وياخذ الحية فلا تضره تنبت الارض كنباتها على عهد آدم ويؤمن به اهل الارض ويكون الناس اهل ملة واحدة.

حضرت ابن عباس سے یہ مرفوع روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ دجال کے اولین اتباع کرنے والے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو سبز اونی چادر اوڑھے ہوں گے (آگے چلکر) ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اس وقت میرے بھائی عیسی بن مریم آسمان سے افیق پہاڑ پر امام اور ہادی اور حاکم وعادل ہوکر نازل ہوں گے اور انپر انکا برنس ہوگا۔ وہ متوسط القامت اور کھلے

ہوئے بال والے ہوں گے۔ انکے ہاتھ میں ایک نیزہ ہوگا جس سے دجال کو قتل کریں گے اور اسکے قتل کے بعد لڑائی ختم ہو جائیگی اور اس درجہ امن وسکون ہو جائیگا کہ آدمی شیر کے سامنے آئیگا تو اس سے شیر غصہ میں نہ بھرے گا اور سانپ کو آدمی اٹھائیگا تو وہ اسے نہ کاٹے گا اور زمیں سے پیداوار حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ جیسی ہونے لگے گی اور روئے زمیں کے تمام لوگ ایک ملت اسلامی بن جائیں گے۔

فائدہ

نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں:

☆ شمائل عیسی علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔

☆ دنیا میں قائم ہونے والے امن کی مثال بیان فرمائی۔

حدیث ہشتم

عن ابی هريرة مرفوعا ليهبطن عيسى بن مريم حكما و اماما مقسطا وليسلكن فجاحاجا او معتمرا اوليأتين قبرى حتى يسلم على ولأردن عليه

(مستدرک حاکم)

حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم حج یا عمرہ کیلئے ضرور بضرور اتریں گے، اور میری قبر پر حاضری دیں گے اور سلام کریں گے اور میں انہیں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

فائدہ

اس حدیث میں خاتم النبیین علیہ السلام نے برحق مسیح موعود کی حرمین شریفین کی زیارت کی خبر دی ہے۔ یاد رہے کہ مرزا مدعی مسیحیت اس زیارت سے محروم رہا ہے۔

حدیث نہم

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ينزل عيسى بن مريم إلى الأرض فيتزوج ويولد له ويمكث خمسا واربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبري فأقوم انا و عيسى بن مريم في قبر واحد بين ابي بكر وعمر

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

www.OnlyOneOr3.com www.TohedAaTaste.com www.OnlyOneOrThree.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے زمانہ مستقبل میں حضرت عیسی بن مریم زمین پر اتریں گے اور نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور ۴۵ برس زمین پر ٹھہریں گے پھر وفات پائیں گے اور میرے ساتھ قبر میں مدفون ہوں گے اور قیامت کے دن میں اور عیسی علیہ السلام ایک ہی قبر سے اٹھیں گے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے درمیان میں سے۔

حدیث دہم

قال الإمام احمد حدثنا صفان ثنا همام انبأنا قتادة عن عبد الرحمن عن ابی هريرة أن النبی صلی الله عليه وسلم قال :

الأنبياء اخوة لعلات امهاتهم شتی ودينهم واحد وإنی أولی الناس بعيسی بن مريم لأنه لم يكن نبی بينی وبينه وانه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع إلی الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كأن راسه يقطر وان لم يصبه بلل فيدق الصليب

ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعوا الناس إلى
الإسلام ويهلك الله فى زمانه الملل كلها إلا
الإسلام ويهلك الله فى زمانه المسيح الدجال ثم
تقع الأمانة على الارض حتى ترتع الاسود مع الابل
والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان
بالحيات لا تضرهم فيمكث اربعين سنة ثم يتوفى
ويصلى عليه المسلمون

(رواہ ابوداؤد)

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرۃ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ مائیں مختلف یعنی شریعتیں مختلف ہیں اور دین یعنی اصول شریعت سب کا ایک ہے اور میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سب سے قریب ہوں۔ اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیاں کوئی نبی نہیں۔ وہ نازل ہوں گے۔ جب انہیں دیکھ لو تو پہچان لینا۔ وہ میانہ قد ہوں گے۔ رنگ انکا سرخ اور سفیدی کے درمیاں ہوگا۔ ان پر دو رنگے ہوئے کپڑے ہونگے۔ سر کی یہ شان ہوگی کہ گویا اس سے پانی ٹپک

رہا ہے اگر چہ اسے کسی قسم کی تری نہیں پہنچی ہوگی۔صلیب کوتوڑیں گے۔جزیہ کوختم کریں
گے۔سب کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔اللہ تعالی ان کے زمانے میں اسلام کے سوا
تمام مذاہب کونیست ونابود کرے گا اور اللہ تعالی ان کے زمانہ میں مسیح دجال کوقتل کرائے
گا۔پھر تمام روئے زمیں پر ایسا امن قائم ہوگا کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتے گائے کے
ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلنے لگیں
گے۔سانپ ان کونقصان نہ پہنچائیں گے۔عیسی علیہ السلام زمیں پر چالیس سال ٹھہریں
گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ عیسی علیہ السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی
۔آسمان سے نازل ہونے کے بعد قیامت سے بیشتر جب یہ تمام باتیں ظہور میں آئیں
گی تب ان کی وفات ہوگی۔

حدیث یازدہم

عن الحسن مرسلا قال. قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لليهود إن عيسى لم يمت وانه راجع
إليكم قبل يوم القيامة

(اخرجہ ابن کثیر فی تفسیر آل عمران ص ۲۲۰۔۲)

امام حسن بصری سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ نے یہود سے ارشاد فرمایا کہ عیسی علیہ السلام ابھی مرے نہیں ہیں وہ قیامت کے قریب ضرور لوٹ کر آئیں گے۔

اس حدیث میں ''راجع'' کا لفظ صراحتاً مذکور ہے جو اس بات پر واضح دلیل ہے کہ وہ واپس آنے والے ہیں۔

حدیث دوازدہم

امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۱ میں فرماتے ہیں:

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ انا ابوبكر بن اسحاق انا احمد بن ابراهيم ثنا ابن بكير ثنى الليث عن يونس عن ابن شهاب عن نافع مولى ابن قتادة الانصارى قال ان ابا هرة قال .قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

كيف انتم إذا نزل ابن مريم من السماء فيكم وامامكم منكم

ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا حال ہوگا تمہارا جب عیسی بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم

میں سے ہوگا۔

حدیث سیزدہم

عن ابن عباس فی حدیث طویل قال۔قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

فعند ذلک ینزل عیسی بن مریم من السماء

ابن عباس ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اس وقت عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔

ان دونوں حدیثوں میں ''من السماء'' کالفظ صراحۃً موجود ہے۔یعنی آسمان سے اتریں گے۔

حدیث چہاردہم

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل عیسی بن مریم إلی الأرض فیتزوج ویولد ویمکث خمساً واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبر فأقوم انا وعیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ:

www.OnlyOneOrThree.com
www.Only1Or3.com

عیسی علیہ السلام زمیں پر اتریں گے اور میرے قریب مدفون ہوں گے اور قیامت کے دن میں مسیح بن مریم علیہ السلام کیساتھ اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے درمیاں قبر سے اٹھوں گا۔

حدیث پانزدہم

حدثني المثنى ثنا اسحاق ثنا ابن ابي جعفر عن ابيه عن الربيع في قوله تعالى الم الله لا إله إلا هو الحي القيوم .قال إن النصارى أتو رسول الله صلى الله عليه وسلم فخاصموه في عيسى بن مريم وقالوا له من ابوه وقالوا على الكذب والبهتان. لاإله إلا هو لم يتخذ صاحبة ولا ولدا. فقال لهم النبي صلى الله عليه وسلم الستم تعلمون انه لايكون ولدا لا هويشبه أباه. قالوا بلى قال ألستم تعلمون إن ربنا حيي لا يموت وان عيسى ياتي عليه الفناء. قالوا بلى. قال ألستم تعلمون ان ربنا قيم على كل شيء يكلوه ويحفظه ويرزقه قالوا بلى. قال فهل يملك عيسى من ذلك شيئا؟ قالوا لا. قال أفلستم تعلمون

ان اللـه عز وجل لا يخفى عليه شيء في الارض ولا في السماء. قالوا بلى. قال فهل يعلم عيسى من ذلک شيء إلا ما اعلم. قالوا لا. قال فإن ربنا صور عيسى في الرحم كيف شاء. فهل تعلمون ذلک؟ قالوا بلى. قال ألستم تعلمون ان ربنا لا ياكل الطعام ولا يشرب الشراب ولا يحدث الحدث. قالوا بلى. قال ألستم تعلمون ان عيسى حملته امراة كما تحمل المراة ثم وضعته كما تضع المراة ولدها ثم غذى كما يغذى الصبى ثم كان يطعم ويشرب الشراب ويحدث الحدث. قالوا بلى. قال فكيف يكون هذا كما زعمتم؟ قال فعرفوا ثم ابوا. فانزل الله عز وجل الم لا إله إلا هو الحي القيوم (تفسير ابن جرير ص ۳.۱۰۸)

ربیع سے الم الله لا إله إلا هو الحي القيوم کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب نصاریٰ نجران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے بارے میں آپ سے مکالمہ شروع کیا اور یہ کہا کہ اگر حضرت مسیح

ابن اللہ نہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے؟ حالانکہ خدا بیوی اور اولاد سے پاک اور منزہ ہے۔تو آپ نے ان سے یہ ارشاد فرمایا:

تم کو خوب علم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔انہوں نے کہا کہ بیشک۔

پھر آپ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ ہمارا پروردگار حی لایموت ہے اور عیسی علیہ السلام پر موت اور فنا آنے والی ہے۔انہوں نے کہا کہ بیشک۔

آپ نے فرمایا: ہمارا پروردگار ہر چیز کا قائم رکھنے والا تمام عالم کا نگہبان اور سب کا رازق ہے۔نصاری نے کہا۔بے شک

آپ نے ارشاد فرمایا: کیا عیسی علیہ السلام بھی ان چیزوں کے مالک ہیں؟ نصاری نے کہا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ اللہ پر زمیں و آسمان میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔نصاری نے کہا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا عیسی کی بھی یہی شان ہے؟ نصاری نے کہا۔نہیں۔

آپ نے فرمایا: اللہ نے حضرت عیسی کو رحم مادر میں جس طرح چاہا بنایا۔نصاری نے کہا: ہاں۔

آپ نے فرمایا: تمہیں خوب علم ہے کہ اللہ تعالی نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ بول

وبراز کرتا ہے۔نصاریٰ نے کہا: بے شک۔

آپ نے فرمایا: تم کو معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے انکی والدہ دیگر عورتوں کی طرح حاملہ ہوئی اور پھر مریم صدیقہ نے ان کو جنا جس طرح عورتیں بچوں کو جنا کرتی ہیں۔پھر عیسیٰ کو بچوں کی طرح غذا بھی دی گئی۔حضرت مسیح کھاتے بھی تھے اور پیتے بھی تھے اور بول وبراز بھی کرتے تھے۔نصاریٰ نے کہا: بے شک۔

آپ نے فرمایا: پھر عیسیٰ علیہ السلام کس طرح خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں؟

نصاریٰ نجران نے حق کو پہچان لیا مگر دیدہ ودانستہ اتباع حق سے انکار کیا۔انکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات (الم الله لا إله إلا هو الحي القيوم) نازل فرمائیں۔

ایک ضروری تنبیہ

ان تمام احادیث اور روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ احادیث میں جس مسیح کے نزول کی خبر دی گئی اس سے وہی حضرت مسیح مراد ہیں جنکا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے،یعنی وہی مسیح جو حضرت مریم کے بطن سے بلا باپ کے نفخ جبریل سے پیدا ہوئے اور جن پر اللہ نے انجیل نازل فرمائی۔معاذ اللہ نزولِ مسیح سے امت محمدیہ میں سے

کسی دوسرے شخص کا پیدا ہونا مراد نہیں کہ جو عیسی علیہ السلام کا مثیل ہو۔ ورنہ اگر احادیث میں نزول مسیح سے کسی مثیل مسیح کا پیدا ہونا مراد ہوتا تو اُن کے وقت نزول یا بیان نزول کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کا آیت کو بطور استشہاد تلاوت کرنے کا کیا مطلب ہوگا؟ معاذ اللہ اگر احادیث مذکور نزول مسیح سے مثیل مسیح اور مرزا کا قادیان میں پیدا ہونا مراد ہے تو لازم آئے گا کہ قرآن میں جہاں کہیں مسیح کا ذکر آیا ہے سب جگہ مثیل مسیح اور مرزا صاحب ہی مراد ہوں۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول مسیح کو ذکر فرما کر بطور استشہاد آیت کو تلاوت کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود انہیں مسیح بن مریم علیہ السلام کے نزول کو بیان کرنا ہے جن کے بارے میں یہ آیت اتری، کوئی دوسرا مسیح مراد نہیں اور اسی طرح امام بخاری اور دیگر ائمہ حدیث کا احادیث نزول کے ساتھ سورۂ مریم، آل عمران اور سورۃ النساء کی آیات کو ذکر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ احادیث میں ان ہی مسیح بن مریم کا نزول مراد ہے کہ جن کی توفی (اٹھائے جانے) اور رفع الی السماء کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ حاشا وکلا قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں کوئی دوسرا مسیح مراد ہو ہی نہیں سکتا، دونوں جگہ ایک ہی ذات مراد ہے اور اگر بالفرض والتقدیر مرزا کے زعم فاسد کی بنا پر ان احادیث میں مثیل مسیح کی ولادت مراد ہے اور اس کا مصداق مرزا ہے تو مرزا صاحب

اپنے اندر وہ علامتیں بتلائیں کہ جو احادیث میں نزول مسیح کی ذکر کی گئی ہیں۔

۱۔تمام ملتوں کا ختم ہو کر فقط ایک ملت اسلام بن جانا کہ روئے زمین پر سوائے اسلام کے کوئی دین نہ رہے۔

۲۔خنزیر کو قتل کرنا اور صلیب کو توڑ دینا۔یعنی یہودیت اور نصرانیت کو حضرت مسیح کا مٹا دینا

۳۔مال کو پانی کی طرح بہا دینا کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ رہے۔

۴۔جزیہ کو ختم کرنا۔

۵۔زمین پر اس قدر امن ہو جانا کہ بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرنے لگیں اور بچے سانپوں سے کھیلنے لگیں۔

ان علامتوں میں سے کوئی علامت بھی مرزا کے زمانے میں نہیں پائی گئی بلکہ اس کے برعکس اسلام کو تنزل اور صلیبی مذہب کو ترقی اور اسلامی حکومت کا زوال اور نصاری کا غلبہ جس قدر مرزا صاحب کے زمانہ میں ہوا اس کی نظیر نہ تو گزشتہ زمانے میں ملتی ہے اور نہ آئندہ میں متوقع ہے۔

ترکی حکومت پر جس قدر بھی زوال آیا وہ تمام کا تمام مرزا کے ہی دور مسیحیت میں آیا۔مرزا کے زمانہ میں کسر صلیب اور قتل خنزیر تو کجا بلکہ برعکس کسر اسلام اور قتل مسلمان

ہی ہوتا نظر آیا۔ مرزا کے زمانے میں عیسائی تو کیا مسلمان ہوتے بلکہ الٹا مسلمان عیسائی بنتے نظر آئے، مرزا جزیہ کو کیا موقوف کر دیتے وہ تو خود ہی نصاری کے باج گزار ہو گئے اور اپنی زمینوں کا ٹیکس اور محصول انگریزوں کو دیتے رہے۔

مسیح موعود کی علامتوں میں سے ایک علامت ''مال کا اتنے وافر مقدار میں ہونا کہ اسے کوئی قبول کرنے والا ہی نہ ہو''۔ مرزا صاحب مال تو کیا بڑھاتے خود ہی ساری عمر چندہ مانگتے گزری۔ کبھی مکان کے نام پر تو کبھی مدرسہ کے نام پر اور کبھی منارۃ المسیح اور کبھی لنگر خانہ کے نام پر۔ یہاں تک کہ بیعت کی فیس مقرر تھی اور کتابوں کی اشاعت کے لئے بھی چندہ سے کام لیا جاتا تھا، غرض ہر حیلہ سے مال جمع کرنے کی تدبیریں کرتے رہے اور تحصیل دنیا کے وہ نئے نئے طریقے نکالے جو کسی بڑے سے بڑے حیال کے وہم وخیال میں بھی نہیں آسکتے۔

اس حقیقت کے واضح اور آشکار ہونے کے بعد بھی اگر کوئی بد عقل اور بدنصیب ایسے شخص پر اپنی ایمان کی دولت کو قربان اور نثار کرنا چاہتا ہے تو اس کو اختیار ہے۔ ہمارا کام تو حق اور باطل میں فرق کو واضح کرنا تھا جو الحمد للہ ہم کر چکے ہیں۔ دوا کر چکے ہیں اور دعا بھی کرتے ہیں اور اُن سے یہ درخواست بھی ہے کہ اللہ تعالی کیطرف رجوع کریں اور اس سے رشد و ہدایت کی دعا کریں۔

کچھ توقف

اہل اسلام زیادتی ایمان کے لئے اور قادیانی حضرات اصلاح عقیدہ کے لئے کچھ توقف کرلیں کہ حضرت صادق ومصدوق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے جو امور بالکل واضح طور پر سامنے آئے ہیں، ذرہ انکا مقارنہ مرزا صاحب سے بھی کرلیں:

ا۔ مسیح موعود ابن مریم ہے، ابن چراغ بی بی کیسے مسیح موعود ہوسکتا ہے؟

۲۔ مسیح موعود حاکم وعادل ہوں گے......مرزا صاحب کو کونسی حکومت ملی تھی؟ بلکہ اس عرصے میں اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

۳۔ مسیح موعود کے آنے سے صلیب پرستی اور اکل خنزیر کا خاتمہ ہوگا......مرزا صاحب کے آنے سے جب بقول ان کے کہ میں عیسی پرستی کا ستون توڑنے کیلئے آیا ہوں، یہ ستون اور مضبوط ہوا۔

۴۔ مسیح موعود آکر دنیا سے جزیہ اور لڑائی کو ختم کردیں گے......مرزا صاحب دوسروں کا کیا اپنا جزیہ بھی نہ اٹھا سکے، اور وہ دنیا سے جنگوں کا کیا خاتمہ کرتے، دنیا تو عالمی جنگوں کا گہوار بن گیا۔

۵۔مسیح موعود مال کو پانی کی طرح بہادیں گے......مرزا صاحب کے زمانے میں اس کے برعکس ہوا،مسلمان غریب ہوتے گئے اور خود وہ اپنے مطبخ اور لنگر کیلئے چندے کرتے رہے جسکا سلسلہ آجتک جاری ہے۔

۶۔مسیح موعود کے آنے کے بعد عبادت کی لذت کا یہ عالم ہوگا کہ ایک سجدہ کی لذت دنیا و مافیہا سے زیادہ ہوگی ۔دنیا میں مادہ پرستی کے بجائے خدا پرستی کا دور دورہ ہوگا..............مرزا صاحب کے دور میں خدا پرستی کے بجائے مادہ پرستی کا دور دورہ ہوا۔ہاں ان کے گھرانہ میں خوب عیش وعشرت ہوئی۔

۷۔مسیح موعود کے آنے کے بعد عام لوگ بشمول یہود و نصاری کے اسلام میں داخل ہوں گے ....مرزا صاحب نے تو تمام اہل اسلام پر خارج از اسلام ہونے کا حکم صادر فرمادیا۔

۸۔ان احادیث کے بعد آپ اس طرح شہادت قرآنی کو پڑھیں جس طرح کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا تھا کہ اگر چاہو تو اس آیت قرآنی کو پڑھو:

وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته

کہ تمام اہل کتاب ان کی موت سے قبل ایمان لائیں گے

اس قرآنی شہادت اور مذکورہ علامات کیبعد پھر مرزا صاحب کے اپنے مقولہ کے

مطابق کہ میں عیسی پرستی کے خاتمہ کے لئے آیا ہوں۔ کیا مرزا صاحب اپنے مسیح موعود کے دعوے میں خود ہی کاذب ثابت نہیں ہو گئے؟۔

دعوت غور وفکر

ان آیات واحادیث کے جاننے کے بعد ہم قادیانیت کا شکار ہونے والے ہر ذی عقل وشعور کو غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں، وہ غور کریں کہ مذکورہ مسائل میں حق اہل اسلام کے ساتھ ہے یا مرزا صاحب اور انکی امت کے ساتھ؟ یاد رکھیں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ (والحق احق أن يتبع) حق ہی اس لائق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اور باطل تو ترک کر دینے ہی کے لائق ہے۔ ہماری دعا ہے کہ حق تعالی شانہ انہیں حق کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائیں۔

نزول عیسیٰ بن مریم کے بعد سے متعلقہ دو سوال

س ا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد کس شریعت کا اتباع کریں گے؟

جواب:

یہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے۔ ان کی شریعت کا زمانہ رفع اِلی السماء تک محدود تھا۔ حضرت خاتم النبیین کی بعثت کے بعد قیامت تک انس وجن پر آپ کی اتباع واجب ہے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں:

بروز پنج شنبہ ۶ جمادی الأولیٰ ۸۸۱ھ میں مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد کس شریعت کے مطابق حکم کریں گے؟

جواب یہ ہے کہ وہ شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نبی اور رسول ہیں مگر ان کا نزول شریعت اسلامیہ کے ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔ نزول کے بعد وہ کتاب وسنت کی اتباع کریں گے۔

دوسرا سوال

نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شریعت محمدیہ کے احکام کا علم کس طرح ہوگا؟

علامہ سیوطی نے اس کے مندرجہ ذیل چار طریقے ذکر فرمائے ہیں:

۱۔ جس طرح ہر نبی اور رسول کو بذریعۂ وحی اپنی شریعت کا علم ہوتا ہے اس طرح ہر نبی کو بذریعۂ وحی انبیاء سابقین ولاحقین کی شریعتوں کا علم بھی ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن کریم کو دیکھ کر شریعت کے تمام احکام سمجھ جائیں گے، نبی اور رسول کا فہم اور ادراک تمام امت کے فہم وادراک سے بالا اور برتر ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے صحابی بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے نبی علیہ السلام کو دیکھا۔ شب معراج کے علاوہ ان کا بار بار نبی علیہ السلام سے ملاقات کرنا روایات سے ثابت ہے۔ پس جس طرح صحابہ کرام کو نبی علیہ السلام سے بلاواسطہ شریعت کا علم حاصل ہوا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شریعت کا علم حاصل ہوا۔

۴۔ نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحالت بیداری روحانی طور پر بار بار نبی

علیہ السلام سے ملاقات فرمائیں گے اور حسب الضرورت بالمشافہہ آپ سے دریافت کریں گے۔

www.Only1Or3.com
www.TohedYaTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

حیات عیسیٰ علیہ السلام پر اجماع امت

حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أما رفع عيسى فاتفق اصحاب الأخبار و التفسير على رفعه ببدنه معاً و انما اختلفوا هل مات قبل أن يرفع أونام (تلخيص الحير ص ۳۱۹)

تمام محدثین اور مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے کچھ دیر کے لئے موت طاری ہوئی ہے یا نہیں؟ یا حالت نوم میں اٹھائے گئے؟

اور بحر المحیط میں مذکور ہے:

قال ابن عطية واجمعت الأمة على ما تضمنه الحديث المتواتر من ان عيسى فى السماء حيى وانه ينزل فى آخر الزمان (بحر المحيط ۲.۴۷۳)

اس بات پر اجماع امت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخر زمانہ میں نازل ہوں گے جیسا کہ

احادیث متواترہ میں مذکور ہے۔

اور تفسیر النہر الماء میں مذکور ہے:

واجتمعت الأمة على أن عيسى حيى فى السماء وينزل إلى الأرض

اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور زمین پر نازل ہوں گے۔

تفسیر جامع البیان میں حضرت عیسی کے بارے میں مذکور ہے:

والاجماع على أنه حيى فى السماء وينزل ويقتل الدجال ويؤيد الدين

اور اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور وہ آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دین کی نصرت کریں گے۔

امام ابوالحسن اشعری قدس اللہ سرہ کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ کے صفحہ ۴۶ پر لکھتے ہیں:

قال الله عزو جل يعيسى إنى متوفيك

ورافعک إلی .وقال اللہ تعالی وماقتلوہ یقینا بل

رفعہ اللہ إلیہ.واجتمعت الأمة علی أن اللہ عزوجل

رفع عیسی إلی السماء.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اے عیسی! میں تمہیں پورا پورا لینے والا ہوں

اور تجھے اپنے پاس اٹھانے والا ہوں، اور اللہ نے فرمایا: انہوں

نے یقیناً انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور

امت اس بات پر متفق ہے کہ اللہ تعالی نے عیسی علیہ السلام کو

آسمان پر اٹھالیا۔

شیخ اکبر قدس اللہ سرہ فتوحات مکیہ کے باب (۷۳) میں حضرت عیسی علیہ السلام

کے بارے فرماتے ہیں:

لا خلاف فی انہ ینزل فی آخر الزمان

اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخر زمانہ میں نازل ہوں گے

علامہ سفارینی شرح عقیدۂ سفارینیۃ صفحہ ۹۰ ج ۲ پر لکھتے ہیں:

عیسی علیہ السلام کا ''آسمان سے نازل ہونا'' کتاب وسنت اور اجماع امت سے

ثابت ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے پہلے آیت وإن من اھل الکتاب نقل کی

، پھر حضرت ابو ہریرۃ کی حدیث نقل فرمائی۔اس کے بعد وہ فرماتے ہیں:

واما الاجماع فقد اجتمعت الأمة على نزوله ولم يخالف فيه أحد من أهل الشريعة وإنما انكر ذلك الفلاسفة والملاحدة ممن لا يعتد بخلافهم وقد انعقد اجماع الأمة على انه ينزل ويحكم بهذه الشريعة المحمدية وليس ينزل بشريعة مستقلة عنده .نزوله من السماء وإن كانت النبوة قائمة به وهو متصف بها

رہا اجماع! سو تمام امت محمدیہ کا اجماع ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے اور اہل اسلام میں سے اسکا کوئی مخالف نہیں۔صرف فلاسفہ، ملحد اور بے دین لوگوں نے اسکا انکار کیا جنکا اختلاف قابل اعتبار نہیں نیز تمام امت کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق حکم کریں گے۔کوئی مستقل شریعت لیکر نازل نہ ہوں گے اگرچہ وصف نبوت ان کے

ساتھ قائم ہوگا۔

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کی حکمت

علمائے کرام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع إلی السماء اور نزول من السماء کی یہ حکمت بیان فرماتے ہیں کہ یہود کا یہ دعوی تھا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ۔جیسے قرآن اس کو ذکر فرماتا ہے:

وقولهم إنا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول

الله

اور ان کا یہ کہنا کہ ہم نے اللہ کے رسول عیسیٰ بن مریم کو قتل کیا

اور آخر زمانہ میں جو دجال ظاہر ہوگا وہ بھی قوم یہود میں سے ہوگا اور یہود اس کی پیروی اور اتباع کریں گے۔حق تعالی نے اس وقت اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور قیامت کے قریب انہیں آسمان سے نازل کریں گے اور وہی دجال کو قتل کریں گے تا کہ اُن پر خوب واضح ہو کہ جس نبی کے بارے میں تم یہود کا دعوی تھا کہ ہم نے انہیں قتل کر دیا وہ سب غلط ہے۔انہیں تو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے زندہ آسمان پر اٹھالیا اور اتنے زمانہ تک ان کو زندہ رکھا اور پھر تمہارے قتل وبربادی کے لئے

انہیں اتارا تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تم جن کے قتل کے مدعی تھے انہیں قتل نہیں کر سکے بلکہ اللہ نے انہیں تمہارے قتل کے لئے نازل فرمایا۔اور یہ حکمت فتح الباری کے باب نزول عیسی ص ۳۵۷۔۱۰ پر مذکور ہے۔

حضرت عیسی علیہ السلام ملک شام سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور ملک شام ہی میں ان کا نزول ہوگا تا کہ اس ملک کو فتح فرمائیں۔جیسا کہ نبی علیہ السلام ہجرت کے چند سال بعد فتح مکہ کے لئے تشریف لائے ،اسی طرح عیسی علیہ السلام نے شام سے آسمان کی طرف ہجرت فرمائی اور وفات سے کچھ روز پہلے شام کو فتح کرنے کے لئے آسمان سے نازل ہوں گے اور یہود کا استیصال فرمائیں گے،ان کے نازل ہونے کے بعد انہی کا صلیب کو توڑنا بھی اسی طرف اشارہ کرے گا کہ یہود و نصاری کا یہ اعتقاد کہ مسیح بن مریم صلیب پر چڑھائے گئے بالکل غلط ہے بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ تعالی کی حفاظت میں تھے اسلئے نازل ہونے کے بعد صلیب کا نام و نشان بھی نہ چھوڑیں گے۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حق تعالی نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر تم نبی کریم کا زمانہ پاؤ تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ارشاد باری تعالی ہے:

لتؤمنن به ولتنصرنه

اور انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت عیسی علیہ السلام پر ختم ہوتا تھا۔اس لئے حق تعالی نے حضرت عیسی کو آسمان پر اٹھالیا تا کہ جس وقت دجال ظاہر ہو اس وقت آپ آسمان سے نازل ہوں اور رسول اللہ کی امت کی مدد فرمائیں۔کیونکہ جس وقت دجال ظاہر ہوگا وہ وقت امت محمدیہ پر سخت مصیبت کا وقت ہوگا اور امت شدید امداد کی محتاج ہوگی۔اس لئے عیسی علیہ السلام اس وقت نازل ہوں گے تا کہ امت محمدیہ کی نصرت واعانت کا جو وعدہ تمام انبیاء کر چکے ہیں حضرت عیسی علیہ السلام وہ وعدہ اپنی طرف سے اصالتہ اور باقی انبیاء کی طرف سے وکالتاً پورا فرمائیں۔

اور بعض علماء نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے جب انجیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اوصاف دیکھے تو حق تعالی سے یہ دعا فرمائی کہ مجھے بھی امت محمدیہ میں سے کر دیجئے۔حق تعالی نے انکی یہ دعا قبول فرمالی اور انہیں آخر زمانہ تک باقی رکھا اور قیامت کے قریب دین اسلام کیلئے ایک مجدد کی حیثیت سے تشریف لائیں گے تا کہ قیامت کے نزدیک ان کا حشر امت محمدیہ کے زمرہ میں ہو۔

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ

www.Only1Or3.com www.TohedYaTaslees.com www.OnlyOneOrThree.com

اسلام میں ظہور مہدی

حضرت مہدی کا ظہور برحق ہے، یہ اہل سنت کے عقائد میں سے ہے ان کے بارے میں گفتگو مندرجہ ذیل پہلوؤں سے ہوگی۔

(۱) ثبوت ظہور

(۲) نام ونسب، مولد، مہاجر، حلیہ وسیرت

(۳) علامات وامارات

(۴) ذمہ داریاں اوراعمال جلیلہ

ا۔ ثبوت ظہور:

امام مہدی کا ظہور اس قدر متعدد روایات سے ثابت ہے جن پر تواتر معنوی قائم ہو چکا ہے۔

ہمارے استاذ مکرم، محدث شہیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے مشکوۃ شریف کی شرح میں لکھا ہے:

قال السفارینی قد کثرت الروایات بخروج المهدی حتی بلغت حد التواتر المعنوی وشاع

ذلک بین علماء السنة حتی عد من معتقداتهم فالایمان بخروج المھدی کما ھو مقرر عند اھل العلم و مدون فی عقائد اھل السنة والجماعة.

سفارینی نے کہا ہے کہ ظہور مہدی پر اس قدر متعدد روایات ہیں کہ وہ معنوی تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہیں۔علمائے اہل سنت کے ہاں یہ امر اس قدر عام ہے کہ یہ ان کے عقائد میں سمجھا جاتا ہے۔حضرت مہدی کے ظہور پر ایمان اہل علم کے ہاں ثابت اور اہل سنت والجماعۃ والوں کے عقائد کتب میں مدون ہے۔

اسی سلسلے میں ملا علی قاری نے مرقاۃ میں حضرت علیؓ کی یہ مرفوع روایت نقل کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لو لم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللہ تعالیٰ رجل من اھل بیتی یملاھا عدلا کما ملات جورا وراہ ابن ماجة عن ابی ھریرة مرفوعا لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیول حتی یملک رجل من اھل بیتی

یملک جبال الدیلم والقسطنطینیة.

اگر اس دنیا میں ایک دن بھی باقی رہا تو اللہ تعالی میرے اہل بیت
میں سے ایک شخص کو مبعوث کریں گے جو دنیا کو عدل سے بھر دے
گا جس طرح یہ دنیا ظلم سے بھری ہوگی۔ابن ماجہ نے روایت
کیا ہے کہ حضرت ابوہریرۃ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اگر دنیا میں
فقط ایک ہی دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالی اس ایک دن کو
اتنا طویل فرمائے گا یہاں تک میرے اہل بیت میں سے ایک
شخص دیلم اور قسطنطیہ کے پہاڑوں پر حکومت کرنے لگے گا۔

مہدی:

''مہدی''لغت میں ہدایت یافتہ شخص کو کہتے ہیں۔معنی لغوی کے لحاظ سے ہر
ہدایت یافتہ شخص کو مہدی کہہ سکتے ہیں لیکن احادیث میں جس مہدی کا ذکر آیا ہے اس
سے ایک خاص شخص مراد ہیں جو اخیر زمانہ میں عیسی علیہ السلام سے پہلے ظاہر ہوں گے۔
ظہور مہدی کے بارہ میں اسقدر متعدد احادیث اور روایات وارد ہیں جو درجہ تواتر کو
پہنچ چکی ہیں،ان میں اس مسئلے کا بیان جس صراحت اور وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے
ان میں ذرہ برابر اشتباہ کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔مثلاً امام مہدی کا نام کیا ہوگا؟ان کا

حلیہ کیا ہوگا؟ ان کی جائے ولادت کہاں ہوگی؟ اور جائے ہجرت وجائے وفات کہاں ہوگی؟ کیا عمر ہوگی؟ اپنی زندگی میں وہ کیا کیا اعمال جلیلہ سرانجام دیں گے؟ ان کے ہاتھ پر اولین بیعت ان کے ہاتھ پر کہاں ہوگی؟ ان کی سلطنت اور فرمانروائی کی کیا مدت ہوگی؟ وغیرہ وغیرہ۔ اب ہم اس سلسلے میں طویل بعض احادیث نقل کرتے ہیں۔

ا۔ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مہدی موعود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے، ابوداؤد کی راوایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :المهدى

من عترتى من أولاد فاطمة

نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مہدی میرے اولاد میں سے

ہونگے اور آل فاطمہ میں سے ہونگے۔

امام مہدی کے آل رسول اور اولاد فاطمہ ہونے کے بارے میں روایات اس درجہ کثیر ہیں کہ درجہ تواتر تک پہنچ جاتی ہیں۔

۲۔ احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک نہ ہوجائے۔ اسکا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔

(اسے ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے)

۳۔حدیث میں ہے کہ ان کی پیشانی کشادہ اور انکی ناک اوپر سے کچھ اٹھی ہوئی اور بیچ میں سے کسی قدر چپٹی ہوگی۔

(اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے)

۴۔حدیث میں ہے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت مکہ معظّمہ میں مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان ہوگی۔

(اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے)

۵۔حدیث میں ہے کہ امام مہدی خلیفہ ہونے کے بعد تمام روئے زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دیں گے، جس طرح وہ پہلے ظلم اور ستم سے بھری ہوگی۔

۶۔حدیث میں آتا ہے کہ جب امام مہدی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آئیں گے تو لوگ ان کو پہچان کر ان کی بیعت کریں گے اور انہیں اپنا بادشاہ بنادیں گے اور اس وقت غیب سے یہ آواز آئیں گی:

هذا خليفة الله المهدى فاسمعوا له واطيعوا

''یہ خدا تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے، اس کے احکام سنو اور اس کی اطاعت کرو''

اور بے شمار روایات میں امام مہدی کا کافروں سے جہاد کرنا اور روئے زمین کا بادشاہ ہونا ثابت ہے۔

اب ذرا غور کریں

یہاں غور کرنے اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب مرزا صاحب کو خود پر مہدیت کا دعویٰ ہے تو کم از کم احادیث میں موجود امام مہدی کے علامات کا کوئی حصہ تو ان پر صادق آتا ہو، تبھی تو دعوائے مہدیت چسپاں ہو سکے گا۔ لیکن اگر صفات وعلامات تو ہوں کافروں اور گمراہی کی اور دعویٰ ہو مہدی ہونے کا۔

این خیال است ومحال است وجنون

تنبیہ

کتب حدیث میں سے صحیح بخاری اور مسلم امام مہدی کے ذکر سے خالی ہیں لیکن دیگر کتب معتبرہ میں ظہور مہدی کی روایتیں اس قدر کثیر ہیں کہ محدثین نے ان کا تواتر تسلیم کیا ہے اور پھر یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ بخاری اور مسلم نے احادیث صحیحہ کا استیعاب نہیں کیا ہے۔ بخاری اور مسلم میں کسی حدیث کا نہ ہونا اس کے غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ مسند احمد اور سنن ابی داؤد اور ترمذی وغیرہ میں ہزارہا ایسی روایات موجود

ہیں جو بخاری اور مسلم میں موجود نہیں۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی دو الگ شخصیات

ظہور مہدی اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت مہدی دو الگ الگ شخصیات ہیں۔ عہد صحابہ وتابعین سے لے کر اس آج تک کوئی اس کا قائل نہیں ہوا کہ نازل ہونے والا مسیح اور ظاہر ہونے والا مہدی ایک ہی شخص ہوگا۔

صرف مرزا صاحب ہی کا دعویٰ ہے کہ ''میں ہی عیسیٰ ہوں اور میں ہی مہدی ہوں'' اور پھر اس کے ساتھ یہ بھی دعویٰ ہے کہ کرشن مہاراج بھی ہوں اور آریوں کا بادشاہ بھی ہوں اور حجر اسود بھی ہوں اور بیت اللہ بھی ہوں اور حاملہ بھی ہوں اور پھر خود ہی مولود ہوں۔ مرزا صاحب کے تعدد دعاوی پر ہم اس سے پیشتر گفتگو کر چکے ہیں۔

حضرت مسیح اور حضرت مہدی دونوں سلسلے میں وارد احادیث نبویہ سے یہ امر روز روشن کیطرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی ہر دو الگ الگ شخصیتیں ہیں نہ کہ دو ایک میں سمو گئے کیونکہ دونوں کی ذوات وصفات الگ الگ ہیں۔

۱۔ حضرت عیسیٰ بن مریم اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور حضرت مہدی امت محمدیہ کے

آخری خلیفۂ راشد ہیں جنکا رتبہ جمہور علماء کے نزدیک امت مسلمہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر خلفائے راشدین کے بعد ہے۔ امت محمدیہ میں سے صرف ابن سیرین رحمہ اللہ کو تردد ہے کہ حضرت مہدی کا رتبہ ابوبکر وعمر کے برابر ہے یا ان سے بڑھ کر ہے۔

(شرح عقیدہ سفارینیہ ص ۸۱ ج ۲۔ امام سیوطی)

احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے یہی ثابت ہے کہ انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے بعد مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا ہے۔

(العرف الوردی ص ۷۷۔۲)

۲۔ حضرت عیسی علیہ السلام جو مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے بغیر باپ کے نفخ جبرئیل سے نبی علیہ السلام سے چھ سو سال پہلے بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور امام مہدی جو آل رسول میں سے ہیں، انکی والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ عیسی بن مریم اور مہدی ایک شخص نہیں بلکہ دو شخصیتیں ہیں۔

۳۔ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مہدی کا ظہور پہلے ہوگا اور حضرت مہدی روئے زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ حضرت عیسی نزول کے بعد حضرت مہدی کے طرز عمل اور طرز حکومت کو برقرار رکھیں گے۔

(الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام۔ص ۱۶۲۔۲)

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں الگ الگ شخصیات ہیں۔

۴۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ حضرت مہدی مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے ۔مدینہ منورہ ان کی جائے ولادت اور بیت المقدس انکی جائے ہجرت ہوگی۔(العرف الوردی ص ۷۳۔۲)

۵۔انکے جائے وفات کے بارے میں مذکور ہے:

بیت المقدس ہی میں حضرت مہدی وفات پائیں گے اور وہیں دفن ہوں گے ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مہدی کے ایک عرصہ بعد وفات پائیں گے اور مدینہ منورہ میں روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے۔

(شرح عقیدۂ سفارینیہ۔۸۱۔۲)

۶۔احادیث میں آتا ہے کہ حضرت مہدی دمشق کی جامع مسجد میں صبح کی نماز کے لئے مصلی پر کھڑے ہوں گے ۔یکا یک شرقی منارہ پر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا ۔حضرت مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر مصلی سے ہٹ جائیں گے اور عرض کریں گے کہ اے نبی اللہ! آپ امامت فرمائیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے

کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ یہ اقامت تمہارے لئے کہی گئی ہے۔ حضرت مہدی امامت فرمائیں گے اور حضرت عیسی علیہ السلام اقتداء فرمائیں گے تا کہ معلوم ہو جائے کہ رسول ہونے کی حیثیت سے نازل نہیں ہوئے بلکہ امت محمدیہ کے تابع اور مجدد ہونے کی حیثیت سے آئے ہیں۔

(العرف الوردی۔۸۴۔۲/ ۶۵۔۲)

۷۔ حضرت عیسی علیہ السلام بمنزلہ امیر کے ہوں گے اور حضرت مہدی بمنزلہ وزیر کے ہوں گے اور دونوں کے مشورے سے تمام کام انجام پائیں گے۔

(شرح عقیدۂ سفارینیہ۔۹۱۔۲)

ایک شبہ اور اسکا ازالہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

لا مهدی إلا عیسی بن مریم

کوئی مہدی نہیں ہے مگر عیسی بن مریم

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مہدی اور عیسی علیہ السلام ایک ہی شخص ہیں۔

جواب:

اول تو محدثین اس حدیث کے صحت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف اور غیر مستند ہے، جیسا کہ حافظ عسقلانی کا کہنا ہے:

قال أبو الحسن الخسغی الالدی فی مناقب الامام الشافعی تواترت الأخبار بأن المهدی من هذه الأمة وإن عيسى يصلی خلفه. ذکر ذلک ردالحدیث الذی. اخرجه ابن ماجه عن وفيه لامهدی إلا عيسى. فتح الباری ص ۳۵۸.۶

دوسری بات یہ کہ یہ حدیث ان بے شمار احادیث صحیحہ اور متواترہ کے خلاف ہے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی کا دو الگ شخصیات کا ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اور اگر اس حدیث کو تھوڑی دیر کے لئے صحیح تسلیم کرلیا جائے اور یہ کہا جائے کہ مہدی بمعنی ہدایت یافتہ اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم سے بڑھ کر کوئی شخص ہدایت یافتہ نہ ہوگا کیونکہ حضرت عیسیٰ نبی مرسل ہیں اور حضرت مہدی تو خلیفۂ راشد ہوں گے، نبی نہ ہوں گے اور ظاہر ہے کہ غیر نبی کی ہدایت نبی اور رسول کی ہدایت سے افضل اور اکمل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ نبی کی ہدایت معصوم عن الخطا ہوتی ہے

اور عصمت خاصۂ انبیاء ہے، حضرات اولیاء محفوظ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

لا فتی إلا علی

علی کے سوا کوئی جوان نہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی جوان شجاعت میں علی کرم اللہ وجہہ کے برابر نہیں

اسکا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں حضرت علی کے علاوہ کوئی جوان ہی نہیں۔ اس طرح حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ کوئی مہدی اور کوئی ہدایت یافتہ عصمت اور فضیلت اور علو منزلت میں عیسیٰ علیہ السلام کے برابر نہیں۔

(العرف الوردی ص ۸۵۔۲)

مرزا کا مہدی ہونا محال

مرزا غلام احمد کا مہدی ہونا اس لئے محال امر ہے کہ مہدی کی جو علامتیں احادیث میں مذکور ہیں وہ مرزا میں کلی طور پر مفقود ہیں۔ آپ خود مشاہدہ فرمائیں:

ا۔ حضرت مہدی امام حسن بن علی کی اولاد سے ہوں گے جبکہ مرزا مغل اور پٹھان تھا، سید نہ تھا۔

۲۔ حضرت مہدی کا نام محمد اور والد کا نام عبد اللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا اور مرزا کا نام غلام احمد باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور ماں کا نام چراغ بی بی تھا۔

۳۔حضرت مہدی مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور پھر مکہ آئیں گے۔مرزا صاحب نے کبھی مکہ اور مدینہ کی شکل بھی نہیں دیکھی۔اسے اس بات کا خوف تھا کہ مکہ اور مدینہ میں اسلامی حکومت ہے،وہاں مسیلمہ پنجاب کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو مسیلمہ یمامہ کے ساتھ ہوا تھا۔اور یہ بات مرزا صاحب کی تحریروں سے ظاہر بھی ہوتی ہے۔اسی لئے اس نے ارض حرمین سے دوری ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔

۴۔حضرت مہدی روئے زمین کے بادشاہ ہوں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جبکہ مرزا صاحب تو اپنے پورے گاؤں کے بھی چودھری نہ تھے۔جب کبھی زمین کا کوئی جھگڑا پیش آتا تو غیر ملکی استعمار کی عدالتوں کی طرف رجوع کرتے۔

حضرت امام مہدی کا نسب

حضرت محمد بن عبداللہ المہدی جو کہ نام میں حضور علیہ السلام کے مشابہ ہوں گے، اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی سربلندی اور ان کی امت کی رفعت کا عظیم الشان کام سرانجام دیں گے،وہ حضور علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے اور اولاد بھی اس کی جس کو''سیدۃ نساء اہل الجنۃ'' کا خطاب دیا گیا ہے،راجح راویت کے مطابق حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے،پھر حضرت حسن کی اولاد میں سے جن کے

ہاتھوں اللہ تعالی نے امت مسلمہ کے دو عظیم گروہوں کو متحد کر دیا۔حضرت مہدی کے ہاتھوں یہی حق تعالی شانہ تمام مسلم امت کو متحد فرما دیں گے،نعیم بن حماد نے قتادہ سے نقل کیا ہے،وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن المسیب سے پوچھا۔

قتادۃ: کیا حضرت مہدی کا ظہور برحق ہے؟

سعید: ہاں! برحق ہے۔

قتادہ: وہ کن میں سے ہوں گے؟

سعید: قریش میں سے۔

قتادہ: قریش کے کس خاندان میں سے ہوں گے؟

سعید: بنو ہاشم سے۔

قتادہ: بنو ہاشم کے کس خاندان میں سے ہوں گے؟

سعید: بنو عبد المطلب سے۔

قتادہ: عبد المطلب کی کون سی اولاد میں سے ہوں گے؟

سعید: حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے

(کتاب الفتن ص ۲۶۱)

اسی طرح حضرت مہدی کے نسب کے سلسلے میں نعیم بن حماد ہی نے حضرت علی رضی

اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے:

عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال:یارسول الله المهدی منا أئمة الهدی أم من غیرنا؟ قال بل منا،بنا یختم الدین کما بنا فتح،وبنا یستنقذون من ضلالة الفتنة کما استنقذوا من ضلالة الشرک وبنا یؤلف الله بین قلوبهم فی الدین بعد عداوة الفتنة کما الف الله بین قلوبهم و دینهم بعد عداوة الشرک

کتاب الفتن ص ۲۶۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مہدی ہم ائمہ ہدایت میں سے ہوں گے یا ہمارے علاوہ کسی اور خاندان سے؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، وہ ہم میں سے ہی ہوں گے اور جس طرح دین کی ابتدا ہم سے ہوئی ہے اسی طرح اختتام بھی ہم پر ہی ہوگا اور ہماری ہی وجہ سے لوگ فتنہ کی گمراہیوں سے نجات پائیں گے جس طرح کہ شرک کی گمراہی سے انہوں نے ہماری وجہ سے نجات پائی، نیز ہمارے ہی ذریعہ اللہ تعالی ان کے دلوں میں فتنہ کی عداوت کے بعد اسی طرح دینی الفت پیدا فرمادیں گے جس طرح شرک کی عداوت کے بعد ان کے دلوں میں دینی الفت پیدا فرمائی۔

اس حدیث میں حضرت مہدی کے ہاتھوں امت مسلمہ کے درمیان اتحاد کی خبر دی

گئی ہے۔اس طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حضرت مہدی کے نسب کے سلسلے میں مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

هو من عترتی

کتاب الفتن ص ۲۶۳)

وہ میری اولاد میں سے ہوگا

جبکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں المهدی من عترتی کے الفاظ ہیں۔اور حضرت ام سلمہ ہی کی ایک روایت میں المهدی من ولد فاطمة کے الفاظ بھی ہیں (ابن ماجہ۔۴۰۸۶)

حضرت امام مہدی کا لقب اور کنیت

حضرت حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی محمد بن عبد اللہ یا احمد بن عبد اللہ ہوگا۔چنانچہ سید برزنجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اما اسمه ففی اکثر الروایات انه محمد وفی بعضها انه احمد وسم ابیه عبد الله(الاشاعة ۱۹۲)

حضرت امام مہدی کا نام اکثر روایات میں محمد اور بعض میں احمد مذکور ہے اور ان کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔

یہی بات شیخ یوسف بن عبد اللہ الوابل نے اپنی کتاب اشراط الساعۃ ص ۲۴۹ پر کہی ہے۔اس سے معلوم ہوا ہے کہ ''مہدی'' ان کا نام نہیں بلکہ لقب ہوگا اور اس نام کے ساتھ موسوم ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ مہدی ہدایت سے ہے۔چونکہ اللہ تعالی انہیں حق بات کہنے اور اس کے نفاذ کی توفیق عطاء فرمائیں گے اور اس پر ان کی رہنمائی اور دستگیری فرمائیں گے اس لئے ان کو ''مہدی'' کہتے ہیں۔چنانچہ سید بزرنجی فرماتے ہیں:

ولقبه المهدى لأن الله تعالى هداه الحق والجابر لانه يجير قلوب امة محمد صلى الله عليه وسلم او لأنه يجبر أى يقهر الجبارين و الظالمين ويقصمهم (الإشاعة ۱۹۳)

ان کا لقب مہدی ہوگا۔اس لئے کہ اللہ تعالی حق کی طرف ان کی رہنمائی فرمائیں گے۔اس طرح ان کا لقب ''جابر'' بھی ہوگا کیونکہ وہ امت محمدیہ کے زخمی قلوب پر مرہم رکھیں گے یا اسلئے کہ وہ ظالموں پر غالب آ کر ان کی شان وشوکت کو ختم کریں گے۔

یہ عبارت حضرت امام کے دولقب ظاہر کررہی ہے۔ایک تو وہی جو کہ مشہور ومعروف ہے۔یعنی ''مہدی'' اور دوسرالقب ''جابر'' ہوگا،لیکن یہاں یہ بات ذہن میں

رہے کہ اس مقام پر ''جابر'' جبر سے نہیں جس کا معنی ظلم ہوتا ہے بلکہ یہاں جابر ''جبیرہ''
سے ہے جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے کے لئے استعمال ہونے والی پھچی کو کہتے ہیں۔ چونکہ
حضرت مہدی لوگوں کی تالیف قلب فرمائیں گے اسلئے ان کا لقب ''جابر'' ہوگا۔ یا ان کو
جابر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ جابر کا معنی ہے غالب۔ چونکہ وہ ظالموں پر غالب آئیں گے
اس لئے ان کا لقب جابر ہوگا۔

حضرت مہدی کی کنیت ایک قول کے مطابق ''ابوعبداللہ'' اور ایک قول کے مطابق
''ابوالقاسم'' ہوگی، چنانچہ سید برزنجی فرماتے ہیں:

و کنیته ابو عبد الله وفی الشفاء للقاضی عیاض
رحمه الله ان کنیته ابو القاسم (الاشاعة. ۱۹۳)

حضرت مہدی کی کنیت ابوعبداللہ ہوگی اور قاضی عیاض کی کتاب
شفاء میں ہے کہ ان کی کنیت ابوالقاسم ہوگی۔

لیکن ابوالقاسم کنیت رکھنے پر ایک حدیث سے اعتراض وارد ہوگا کہ جس میں حضور
علیہ السلام کے نام اور کنیت کو ایک ہی شخص کے لئے جمع کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے
جبکہ حضرت مہدی کا نام اور کنیت دونوں حضور علیہ السلام کے موافق ہوں گے؟
اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث میں جو ممانعت وارد ہوئی ہے وہ حضور علیہ السلام کے

زمانے پر محمول ہے کہ آپ کے زمانے میں کوئی شخص ایسا نہ کرے، ہاں بعد میں اجازت ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں حضرت محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ کی اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

أرأيت ان ولد لي بعدک ولد اسميه باسمک
وكنيته بكنيتک قال نعم (رواه ابوداؤد)

آپ مجھے اس بارے میں بتائیے کہ اگر آپ کی وفات کی بعد
میرے یہاں کوئی اولاد ہوئی تو میں آپ کے نام پر اس کا نام
اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھ دوں؟ فرمایا: ہاں، کوئی حرج
نہیں ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی صراحۃً اجازت ہے کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا جائز ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وقيل النهي مخصوص بحياته لئلا يلتبس
خطابه بخطاب غيره وهذا هو الصحيح (مرقات
المفاتيح ٩.١٠٧)

اور ایک قول کے مطابق ممانعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے

ساتھ خاص تھی تاکہ التباس لازم نہ آئے اور یہی صحیح ہے۔

حضرت امام مہدی کی جائے پیدائش

حضرت امام مہدی کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ہوگی۔ جیسا کہ نعیم بن حماد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے:

المهدی مولده بالمدینة (کتاب الفتن. ٢٥٩)

علامہ سید برزنجی نے بھی الاشاعۃ میں نعیم بن حماد ہی کی مذکورہ روایت نقل کرتے ہوئے حضرت مہدی کی جائے پیدائش مدینہ منورہ ہی کو بتایا ہے۔

جبکہ امام قرطبی نی اپنی کتاب ''التذکرۃ'' میں حضرت مہدی کی جائے پیدائش بلاد مغرب میں بیان کی۔ لیکن صحیح اول ہی ہے۔

حضرت امام مہدی کی سیرت

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اپنی سیرت اور اخلاق میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ اور مماثل ہوں گے کیونکہ وہ حضور علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ والدین کی نیکی کا اثر اولاد پر پڑتا ہے، جیسا کہ قرآن میں حضرت موسی اور خضر علیہما السلام کے واقعے میں مذکور ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک گرتی ہوئی

دیوار کو بلا معاوضہ سیدھا کر دیا تھا اور بعد میں اس کی حکمت یہ بیان فرمائی تھی:

وكان ابوهما صالحا (كهف. ۸۲)

ان بچوں کا باپ نیک آدمی تھا

معلوم ہوا کہ والدین کے نام اور کام کا اثر اولاد پر بھی نمایاں ہوتا ہے اور والدین کی نیکی اولاد کے بھی کام آتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مہدی کا طور طریقہ اور عادات حضور علیہ السلام کے مشابہہ ہوں گی جیسا کہ صاحب مظاہر حق جدید، حدیث "لا تذہب الدنیا...الخ" کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کا تعلق صرف نسبی اور نسلی نہیں ہوگا بلکہ روحانی اور شرعی بھی ہوگا۔یعنی ان کا طور طریقہ اور ان کی عادات و معمولات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقے اور آپ کی عادات و معمولات کے مطابق ہوں گے۔"

(مظاہر حق جدید ۳۷۔۵)

امام مہدی کی قیادت

سیرت میں ایک وصف شجاعت بھی شمار ہوتا ہے جسکا اظہار عام طور پر میدان کارزار میں قیادت کی اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے پر ہوتا ہے۔ حضرت مہدی جن لوگوں کو اپنے لشکر کا کمانڈر مقرر کریں گے اسی سے ان کے سیاسی تدبر کا علم ہوجائے گا، یہ بات نعیم بن حماد کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

قادة المهدی خیر الناس ،اهل نصرته وبیعته من اهل کوفة والیمن وابدال الشام ،مقدمته جبریل وساقته میکائیل محبوب فی الخلائق ،یطفی الله تعالی به الفتنة العمیاء وتامن الأرض حتی المرأة لتحج فی خمس نسوة ما معهن رجل ،لا یتقی شیئا إلا الله ،تعطی الأرض زکوتها والسماء برکتها

(کتاب الفتن. ۳۵۰)

حضرت مہدی کے لشکر کے قائدین بہترین لوگ ہوں گے ان کے معاون اوران کی بیعت کرنے والے کوفہ اور یمن کے لوگ اور شام کے ابدال ہوں گے، ان کے لشکر کا ہراول دستہ حضرت

جبرئیل علیہ السلام اور پیچھے کا محافظ دستہ حضرت میکائیل علیہ السلام ہوں گے۔وہ محبوب خلائق ہوں گے،اللہ تعالی ان کے ذریعے انتہائی خطرناک فتنہ کوختم فرمائیں گےاور زمین میں ایسا امن قائم ہوجائے گا کہ ایک عورت پانچ عورتوں کے ساتھ مل کر بغیر کسی مرد کی موجودگی کے اطمینان سے حج کر لے گی،وہ صرف اللہ سے ڈرنے والے ہوں گے،ان کے زمانے میں زمیں اپنی پیداوار اور آسمان اپنی برکتیں برسادے گا۔

حضرت مہدی کا زمانہ

مذکور بالامضمون کے آخری جملہ کی وضاحت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث میں وارد ہوئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

یرضی عنه ساكن السماء وساكن الارض ،لاتدع السماء من قطر ها شيئا إلا صبته ولا الأرض من نباتها شيئا إلا اخرجته حتى يتمنى الأحياء الأموات (كتاب الفتن. ٢٥٢)

حضرت مہدی سے آسمان اور زمین پر بسنے والے سب لوگ

خوش ہوں گے، آسمان اپنے تمام قطرے بہادے گا اور زمین
اپنی تمام پیداوار اگل دے گی یہاں تک کہ (خوشحالی دیکھ
کر) زندہ لوگ مردوں کی تمنا کرنے لگیں گے۔

اسی مضمون کی روایت مشکوۃ شریف میں بھی ہے اور یہ حدیث اپنے مدلول کے لحاظ سے بہت واضح ہے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ ایسی خوشحالی اور عام فراوانی کا ہوگا کہ ملائکہ بھی ان سے خوش ہوں گے اور زمین والے بھی، بارشیں کثرت سے ہوں گی اور زمین اپنی پوری پیداوار اگائے گی یہاں تک کہ اس قدر خوشحالی دیکھ کر اس زمانے کے لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہمارے آباؤ واجداد بھی زندہ ہوتے اور اس خوشحالی سے لطف اندوز ہوتے۔

امام مہدی کی سخاوت

حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کی سخاوت اس قدر عام ہوگی کہ ہر ایک پر اس کی بارش برسے گی اور اس قدر تام ہوگی کہ پھر کسی سے سوال کرنے کی نوبت نہیں آئے گی ۔چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

یکون فی امتی المهدی ان قصر فسبع وإلا
فتسع ،تنعم فیه امتی نعمة لم یسمعوا بمثلها

قـط،تؤتی اکلها ولا تترک منهم شیئا والمال یومئذ

کـدوس فیقـوم الـرجـل فیقـول یـامهدی! اعطنی

فیقول:خذ (التذکرۃ.۶۹۹)

میری امت میں مہدی ہوں گے جو کم از کم سات یا نو سال

(خلیفہ) رہیں گے ان کے زمانے میں میری امت ایسی نعمتوں

اور فراوانیوں میں ہوگی کہ اس سے پہلے اس کی مثال بھی نہ سنی گئی

ہوگی، زمیں اپنی تمام پیداوار اگل دے گی اور کچھ بھی نہ چھوڑے

گی اور اس زمانے میں مال کھلیان میں اناج کے ڈھیر کی طرح

پڑا ہوگا چنانچہ ایک آدمی کھڑا ہوکر کہے گا کہ اے مہدی! کچھ مجھے

بھی دے دیجئے۔ تو فرمائیں گے کہ (حسب منشا جتنا چاہو) لے

لو۔

اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت مروی ہے:

عن ابی سعیـد الخدری قال:خشینا ان یکون

بـعـد نبینـا صلی الله علیه وسلم حدث،فسألنا النبی

صـلـی الـلـه عـلیـه وسـلـم قال:إن فی امتی المهدی

يخرج يعيش خمسا أو تسعا زيد الشاک قال قلنا وماذاک؟قال سنين،قال فيجئ إليه الرجل فيقول يامهدى اعطنى اعطنى قال فيجئى له فى ثوبه ما استطاع ان يحمله(ترمذی . ۲۲۳۲)

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہمیں حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد پیش آنے والے حادثات کے خوف نے آ گھیرا تو ہم نے اس سلسلے میں حضور علیہ السلام سے دریافت کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(گھبرانے کی کوئی بات نہیں)میری امت میں مہدی کا خروج ہوگا جو کہ پانچ یا سات یا نو سال (بطور خلیفہ کے)زندہ رہیں گے ۔ہم نے عرض کیا کہ یہ سلسلہ کب تک رہے گا؟فرمایا: کئی سال، پھر فرمایا کہ ایک آدمی ان کے پاس آ کر کہے گا کہ اے مہدی مجھے کچھ دے دیجئے!تو لپ بھر کر اس کے دامن میں اتنا ڈالدیں گے جسکو وہ اٹھا سکے۔

نیز حضرت ابوسعید خدری کی ایک مرفوع روایت میں یہ بات مزید وضاحت کے ساتھ آئی ہے:

من خلفائكم خليفة يحثو المال حثيا ولا يعده

عدا(مسلم۔ ۷ ۳۱ / ۷)

تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ایسا ہوگا جو لوگوں کو مال لپ

بھربھر کر دیں گے اور اس کو شمار بھی نہیں کریں گے۔

روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز جیسا شخص بھی پورا

نہیں اتر سکا اور اس سے حضرت مہدی ہی مراد ہیں۔

حضرت مہدی کی سیرت واخلاق کریمانہ کا اجمالی نقشہ

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی سیرت واخلاق کریمانہ کا سید برزنجی نے ایک

بہت عمدہ نقشہ کھینچا ہے، جسکا ترجمہ یہ ہے:

حضرت مہدی حضور علیہ السلام کی سنت پر عمل کریں گے، کسی

سوئے ہوئے شخص کی نیند خراب کر کے اسے جگائیں گے

نہیں، ناحق خون نہیں بہائیں گے، ہاں البتہ سنت کے خلاف

کام کرنے والے سے جہاد کریں گے، تمام سنتوں کو زندہ کر دیں

گے اور ہر قسم کی بدعت کو ختم کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھے گے، آخر

زمانہ میں ہونے کے باوجود دین پر اسی طرح قائم ہوں گے جس

طرح ابتدا میں حضور علیہ السلام قائم تھے۔ ذوالقرنین سکندر اور
حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح پوری دنیا کے فرمانروا ہوں
گے، صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، زمین کو عدل
وانصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح پہلے وہ ظلم وستم
سے بھری ہوئی ہوگی، لوگوں کو بے حساب لپ بھر بھر کر مال دیں
گے۔ مسلمانوں میں الفت، پیار ومحبت اور نعمتوں کو لوٹا دیں گے
اور تقسیم بالکل ٹھیک کریں گے، آسمان میں رہنے والے
ملائکہ بھی ان سے راضی ہوں گے اور زمین پر بسنے والے جاندار
بھی ان سے خوش، پرندے فضاؤں میں، وحشی جانور جنگلات
میں اور مچھلیاں سمندروں میں ان سے خوش ہوں گی۔ امت محمدیہ
کے دلوں کو غنا سے بھر دیں گے حتی کہ ایک منادی آواز دے گا کہ
جس کو مال کی ضرورت ہو وہ آ کر لے جائے تو اس کے پاس
صرف ایک آدمی آئے گا اور کہے گا کہ مجھے ضرورت ہے، منادی
اس سے کہے گا کہ تم خزانچی کے پاس جا کر اس سے کہو کہ مہدی

نے مجھے مال دینے کا حکم دیا ہے، چنانچہ وہ شخص خزانچی کے پاس
جا کر اسے مہدی کا یہ پیغام پہنچائیگا کہ مجھے مہدی نے بھیجا ہے تو
وہ خزانچی اسے کہے گا کہ تمہیں جتنے مال کی ضرورت ہے لے
لو، چنانچہ وہ شخص اپنی گود میں بھر بھر کر مال جمع کرنا شروع کر دے
گا کہ اچانک اسے شرم محسوس ہوگی اور وہ اپنے دل میں کہے گا کہ
تو امت محمدیہ کا سب سے لالچی انسان ہے، یہ سوچ کر وہ شخص
اس مال کو واپس کرنا چاہے گا تو اس سے وہ مال واپس نہیں لیا
جائے گا اور اس سے یہ کہا جائے گا کہ ہم لوگ کچھ دیکر واپس لینے
والوں میں سے نہیں ہیں، اس کے زمانے میں تمام لوگ ایسی
نعمتوں میں ہوں گے کہ اس سے پہلے اس کی مثال لوگوں نے سنی
تک نہ ہوگی۔ بارشیں اس قدر کثرت سے ہوں گی کہ آسمان اپنا
کوئی قطرہ پس اندوختہ نہیں چھوڑے گا اور زمین اتنی پیداوار
اگائے گی کہ ایک بیج بھی ذخیرہ نہیں کرے گی، انکی زمانے میں
جنگیں ہونگیں، وہ زمیں کے نیچے سے اس کے خزانوں کو نکالیں

گے اور شہروں کے شہر فتح کریں گے، ہندوستان کے بادشاہ ان
کے سامنے پابند سلاسل پیش کئے جائیں گے اور ہندوستان کے
خزانوں کو بیت المقدس کی آرائش وتزئین کے لئے استعمال کیا
جائے گا۔لوگ ان کے پاس اس طرح آئیں گے جیسے شہد کی
مکھیاں اپنی ملکہ اور سردار کے پاس آتی ہیں۔حتی کہ لوگ اپنی
سابقہ نیک حالت پر واپس آئیں گے ۔اللہ تعالی تین ہزار
فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد فرمائیں گے اور ان کے مخالفین کے
چہروں اور کولہوں پر مارتے ہوں گے،ان کے لشکر کے سب سے
آگے جبریل علیہ السلام اور حفاظت کی خاطر سب سے پیچھے
میکائیل علیہ السلام ہوں گے،ان کے زمانے میں بھیڑیے اور
بکریاں ایک ہی جگہ چریں گے، بچے سانپ اور بچھوؤں سے
کھیلیں گے اور وہ ان کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گی، انسان ایک
مد (خاص مقدار) بوئے گا اور اس سے سات سو کی پیداوار ہو گی
۔سود خوری، وباؤں کا نزول، زنا اور شراب نوشی ختم ہو جائے گی

۔لوگوں کی عمریں لمبی ہوں گی ،امانتوں کی ادائیگی کا اہتمام
کیا جائے گا۔شریر وبدکار لوگ ہلاک ہوجائیں گے۔حضور علیہ
السلام کی اولاد واہل بیت سے بغض رکھنے والا کوئی نہ رہے
گا۔حضرت مہدی محبوب خلائق ہوں گے ۔اللہ تعالی ان کے
ذریعے انتہائی خطرناک فتنے کی آگ کو بجھائیں گے اور زمین
میں اتنا امن وامان قائم ہوجائے گا کہ ایک عورت بغیر کسی مرد کے
پانچ عورتوں کے ساتھ مل کر حج کرنے جائے گی اور اسے اللہ کے
علاوہ کسی کا کوئی خوف نہیں ہوگا۔نیز انبیاء علیہم السلام کے اسفار
میں لکھا ہے کہ حضرت مہدی کے فیصلوں میں ظلم وناانصافی کا کوئی
شائبہ تک نہیں ہوگا۔

(الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ۔۱۹۶)

الغرض وہ تمام خوبیاں جو ایک عمدہ قائد اور اچھے امیر میں ہونی چاہئیں وہ ان تمام
سے متصف ہوں گے ،اخلاق رذیلہ سے پاک ہوں گے اور اللہ تعالی ان کی یہ حالت
یکا یک بنادیں گے ۔جیسا کہ روایت میں مذکور ہے کہ: مہدی ہمارے گھر والوں میں

سے ہوں گے جن کی اصلاح اللہ تعالیٰ ایک رات میں ہی کر دیں گے۔

حضرت مہدی کا حلیہ مبارک

حضرت امام مہدی متوسط قد وقامت کے مالک، گندمی رنگ، کشادہ پیشانی، لمبی اور ستواں ناک والے ہوں گے۔ ابرو قوس کی طرح گول ہوگی، کھلتا ہوا رنگ ہوگا، بڑی بڑی سیاہ آنکھوں والے ہوں گے اور بغیر سرمہ لگائے ایسا محسوس ہوگا کہ گویا سرمہ لگائے ہوئے ہیں۔ سید برزنجی ان تفصیلات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

واما حليته فانه آدم ضرب من الرجال ربعة
اجلى الجبهة اقنى الانف اشمه ،ازج ابلج ،اعين
اكحل العينين ،براق الثنايا افرقها ،فى خده الأيمن
خال اسود ،يضىء وجهه كانه كوكب درى، كث
اللحية،فى كتفه علامة للنبى صلى الله عليه وسلم
،اذيل الفخذين ،لونه لون عربى وجسمه جسم
اسرائيلى،فى لسانه ثقل ،وإذا ابطا عليه الكلام
ضرب فخذه الأيسر بيده اليمنى،ابن اربعين سنة
.وفى رواية ما بين الثلاثين إلى اربعين،خاشع لله
خشوع النسر بجناحيه،عليه عباتان قطوانيتان يشبه

النبی صلی الله علیه وسلم فی الخلق لا فی الخلق

(الإشاعة . ۱۹۴)

حضرت مہدی کا حلیہ یہ ہے کہ وہ انتہائی گندمی رنگ ، ہلکے پھلکے
جسم والے ،متوسط قدوقامت کے مالک ،خوبصورت کشادہ
پیشانی والے ،لمبی ستواں ناک والے ہوں گے ،ابروقوس کی
مانند گول اور رنگ کھلتا ہوا ہوگا، بڑی بڑی سیاہ قدرتی سرگیں
آنکھوں والے ہوں گے ،سامنے کے دونوں دانت انتہائی سفید
اور ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر ہوں گے ،دائیں رخسار پر سیاہ
تل کا نشاں ہوگا ،روشنۃ ۃ ستارے کی طرح ان کا چہرہ چمکتا
ہوگا ،گھنی داڑھی ہوگی ،کندھے پر حضور علیہ السلام کی طرح کوئی
علامت ہوگی ،کشادہ رانیں ہوں گی ،رنگ اہل عرب کی طرح
اور جسم اسرائیلوں جیسا ہوگا ،زباں میں کچھ ثقل ہوگا جس کی وجہ
سے بولتے ہوئے لکنت ہوا کرے گی اور اس سے تنگ آ کر اپنی
بائیں ران پر اپنا دایاں ہاتھ مارا کریں گے ۔ظہور کے وقت
چالیس سال کی عمر ہوگی اور ایک روایت کے مطابق تیس سے

چالیس سال کے درمیان عمر ہوگی ،اللہ تعالی کے سامنے خشوع وخضوع کرتے ہوئے پرندوں کی طرح اپنے بازو پھیلا دیا کریں گے اور دو سفید عبائیں کئے ہوئے ہوں گے،اخلاق میں حضور علیہ السلام کے مشابہہ لیکن خلقی طور پر مکمل مشابہہ نہ ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت مہدی کا حلیہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

كث اللحية اكحل العينين براق الثنايا فى وجهه خال،اقنى اجلى ،فى كتفه علامة النبى صلى الله عليه وسلم ،يخرج براية النبى صلى الله عليه وسلم من مرط مخملة سوداء مربعة،فيها حجر لم ينشر منذ توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يخرج المهدى ،يمده الله بثلاثة آلاف من الملائكة ،يضربون وجوه من خالفهم وادبارهم ،يبعث وهو ما بين الثلاثين والأربعين (كتاب الفتن. ۲۵۹)

حضرت مہدی کی داڑھی گھنی ہوگی ،بڑی سیاہ آنکھوں والے ہوں گے ،اگلے دو دانت انتہائی سفید ہوں گے ،چہرے پر تل کا

نشان ہوگا، لمبی ستواں ناک والے ہوں گے، کندھے پر حضور
علیہ السلام کی علامت ہوگی، خروج کے وقت ان کے پاس حضور
علیہ السلام کا چکور سیاہ ریشمی روئیں دار جھنڈا ہوگا جس میں (ایسی
روحانی) بندش ہوگی کہ جس کی وجہ سے وہ حضور علیہ السلام کی
وفات سے لے کر ظہور مہدی سے قبل کبھی نہیں پھیلا جا سکا
ہوگا، اللہ تعالی تین ہزار فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد فرمائیں
گے جو ان کے مخالفین کے چہروں اور کولہوں پر مارتے ہوں گے
ظہور کے وقت ان کی عمر تیں سے چالیس کے درمیاں ہوگی۔

حضرت مہدی کی خلافت علی منہاج النبوۃ ہوگی

حضرت امام مہدی کی سیرت کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہوگا کہ وہ دوبارہ خلافت علی منہاج النبوۃ قائم فرمائیں گے جس سے دور نبوی اور خلفائے راشدین کے روح پرور زمانے کی یاد تازہ ہوگی۔ چنانچہ اس سلسلے میں مشکوۃ شریف کی حضرت حذیفہ سے مروی روایت ملاحظہ ہو:

عن النعمان بن بشير عن حذيفة قال: قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم: تكون النبوة فيكم

ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ما شاء الله ان يكو ن ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون ملكا عاضا فيكون ماشاء الله ان يكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون ملكا جبرية فيكون ماشاء الله ان يكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ثم سكت .قال حبيب فلما قام عمر بن العزيز كتبت إليه بهذا الحديث اذكره اياه.وقلت ارجوا ان تكون امير المؤمنين بعد الملك العاض والجبرية فسر به واعجبه يعني عمر بن عبدالعزيز .رواه احمد والبيهقي في دلائل النبوة(مشكوة المصابيح ۴۶۱)

نعمان بن بشیر ،حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جب تک اللہ چاہے گا تم میں نبوت رہے گی ،پھر اللہ اس کو اٹھالے گا اور طریقۂ نبوت کے مطابق حسب منشاء خداوندی خلافت رہے گی ،پھر اللہ اسے بھی اٹھالے گا ،اس کے بعدکاٹ کھانے والی حکومت ہوگی اور ارادۂ

خداوندی کے مطابق رہے گی پھر اللہ اسے بھی اٹھالے گا،س کے

بعد ظلم کی حکومت قائم ہوگی اور حسب منشا خداوندی رہے گی پھر

اللہ اسے بھی اٹھالے گا اور دوبارہ خلافت علی منہاج النبوۃ قائم

ہوجائے گی، یہ کہہ کر آپ خاموش ہوگئے۔

راوی حدیث کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو میں نے بغرض نصیحت یہ حدیث لکھ کر انکی طرف بھیج دی اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ آپ ہی کاٹ کھانے والی اور ظالمانہ حکومت کے بعد وہ امیر المؤمنین ہیں۔ یہ سنکر عمر بن عبدالعزیز بہت خوش ہوئے۔

اس حدیث میں دو مرتبہ خلافت علی منہاج النبوۃ کا ذکر ہے، پہلی مرتبہ تو نبوت کے بعد جس کا قیام سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی سے ہوکر خلفائے راشدین پر جاکر منتہی ہوگیا اس کے بعد کاٹ کھانے والی حکومت، پھر جبری حکومت اور اس کے بعد دوبارہ خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کا تذکرہ ہے۔ اس دوسری خلافت کا قیام حضرت مہدی اور حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح ملا علی قاری یوں فرماتے ہیں:

والمراد بها زمن عیسی علیه الصلوة والسلام

والمهدی رحمه الله (مرقاة.١٠٩.١٠)

اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی رحمہ اللہ کا

زمانہ ہے

ملاحظہ:

اس موقع پر یہ بات ذہن نشیں رہے کہ بعض حضرات نے دوبارہ خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس کا مصداق گردانا ہے لیکن یہ ان حضرات کی اپنی رائے ہے، حدیث کا اصل محمل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی کا زمانہ ہے جیسا کہ ملا علی قاری کے حوالے سے آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

ظہور مہدی کی علامات

حضرت امام مہدی رضوان اللہ علیہ کے ظہور کی تقریباً ۳۰ علامات ہیں۔ جن میں سے بعض ایسی ہیں کہ تخلیق کائنات سے لیکر اب تک ان کا ظہور نہیں ہوا۔

ویسے تو حضرت مہدی کے ظہور کی بہت سی علامات ہیں جن کے ظہور پر ہر انسان سمجھ جائے گا کہ یہی مہدئ موعود ہیں، مثلاً حضرت مہدی سے قبل سفیانی کا خروج وغیرہ۔

یہاں ان میں سے چند ایک ہی کو بیان کیا جائے گا جن میں سے گوکہ بعض سنداً ضعیف ہیں پھر بھی اکثر کے شواہد معتبر احادیث سے ملتے ہیں۔

علامت نمبرا

حضرت مہدی علیہ الرضوان کے پاس حضور علیہ السلام کی قمیص مبارک اور جھنڈا ہوگا جس سے ان کی شناخت ہوسکے گی۔ چنانچہ علامہ سید برزنجی تحریر فرماتے ہیں:

معه قميص رسول الله صلى الله عليه وسلم وسيفه، ورأيته من مرط مخملة معلمة سوداء فيها حجر لم تنشر منذ توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا تنشر حتى يخرج المهدي مكتوب على رأيته " البيعة لله" (الإشاعة ١٩٨)

امام مہدی کی علامت یہ ہوگی کہ انکے پاس نبی علیہ السلام کی قمیص اور انکی تلوار مبارک اور سیاہ رنگ کا ریشمی روئیں دار جھنڈا ہوگا اور وہ جھنڈا (کسی روحانی) بندش کی وجہ سے آپ کی وفات سے لیکر ظہور مہدی سے قبل پھیلایا نہ جاسکا ہوگا۔ اور اس جھنڈا پر لکھا ہوگا کہ "البیعۃ للہ"۔

علامت نمبر۲

اسی طرح حضرت امام مہدی کی تائید و تصدیق کے لئے ان کے سر پر ایک بادل سایہ فگن ہوگا جس سے ایک منادی کی یہ آواز آرہی ہوگی:

هذا المهدی خلیفة الله فاتبعوه

یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہیں۔لہذا انکی اتباع کرو

اور اس بادل میں سے ایک ہاتھ نکلے گا جو امام مہدی کی طرف اشارہ کرے گا کہ یہی مہدی ہیں، انکی بیعت کرو۔(الاشاعۃ۔۱۹۸)

اور کتاب الفتن میں اسی سے متعلق ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ آسمان سے اس طرح ندا آئے گی:

علیکم بفلان وتطلع کف تشیر (کتاب الفتن. ۲۳۶)

تم پر فلاں کی اتباع لازم ہے اور اس کی نشاندہی کیلئے ایک ہاتھ ظاہر ہوگا جو ان کی طرف اشارہ کرتا ہوگا

علامت نمبر۳۔۴

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی شناخت کیلئے حضرت علی سے مروی ہے کہ امام مہدی ایک پرندے کی طرف اشارہ کریں گے وہ آپ کے سامنے آ کر گر پڑے گا اور ایک درخت سے ایک شاخ توڑ کر زمین میں گاڑیں گے تو وہ اسی وقت سرسبز ہو کر برگ وبار لانے لگے گی(آثار القیامۃ ۳۶۶)

علامہ سید برزنجی نے بھی اس علامت کا ذکر کیا ہے لیکن ان کے بیان سے یہ دو الگ

الگ علامتیں ظاہر ہوتی ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

ومنها انه بغرس قضيبا يابسا في ارض يابسة

فيخضر ويورق، ومنها انه يطلب منه آية فيؤمى بيده

إلى طير في هواء فيسقط على يده (الإشاعة .١٩٨)

اور انکی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ مہدی ایک خشک

بانس خشک زمین میں گاڑیں گے تو وہ اسی وقت سرسبز ہو کر برگ

وبار لانے لگے گا اور ایک علامت یہ ہے کہ مہدی سے نشانی کا

مطالبہ کیا جائے گا تو وہ اپنے ہاتھ سے فضاء میں اڑتے ہوئے

ایک پرندے کی طرف اشارہ کریں گے تو وہ انکے سامنے

آگرے گا۔

علامت نمبر ۵۔

حضرت امام مہدی کی شناخت کے لئے ایک علامت یہ بھی ہوگی کہ ان سے لڑنے

کے لئے ایک لشکر روانہ ہوگا اور جب وہ لشکر مکہ اور مدینہ کے درمیان پہنچے گا تو اس پورے

لشکر کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ مقام بیداء میں لشکر کے زمین میں دھنس جانے کی

روایات امام مسلم اور امام ابن ماجہ دونوں نے تخریج کی ہیں۔حوالہ کے لئے ملاحظہ کریں (مسلم شریف حدیث نمبر ۲۴۰۷۔۴۴، ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۶۳۔۶۵)

فائدہ

سفیانی اوراس کے لشکر کے متعلق خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک اموی شخص ہوگا جس سے اسلام اور مسلمانوں کو سخت تکالیف کا سامنا ہوگا۔اس کے زمانے میں مسلمانوں کا بالعموم اور علماء وفضلاء کا بالخصوص قتل عام ہوگا لیکن یہ فتنہ زیادہ دیر تک نہیں رہے گا، کیونکہ ربانی قانون ''لکل فرعون موسیٰ'' کے تحت حضرت امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہوگا جس کی علامت یہ ہوگی کہ سفیانی بیت اللہ کو منہدم کرنے کی نیت سے مغرب سے روانہ ہوگا لیکن جب یہ اپنے لشکر سمیت ''بیداء'' نامی جگہ، جو حرمین شریفین کے درمیان ہے پہنچے گا تو پورا لشکر زمین میں دھنسا دیا جائے گا ۔اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں:

وھذہ ھی فتنة امارة السفیانی احدی علامات
خروج المھدی وقد وردت فیه احادیث کثیرة
متواترة المعنی (التعلیق الصبیح. ۲۰۰.۲)

اس لشکر کا زمین میں دھنسنا فتنہ سفیانی کی نشانی ہوگی اور سفیانی کا

خروج دراصل امام مہدی کے ظہور کی علامت ہوگی اور اس سلسلے

میں بہت سی احادیث تواتر معنوی کیساتھ وارد ہوئی ہیں۔

اور اس پورے لشکر میں سے صرف ایک شخص زندہ بچے گا جو لوگوں کو آ کر لشکر کے زمین میں دھنس جانے کی خبر دے گا۔ چنانچہ حضرت ادریس کاندھلوی ہی تحریر فرماتے ہیں:

فلا ينجوا منهم إلا المخبر عنهم

ان تمام لوگوں میں سے صرف ایک ہی مخبر زندہ بچے گا

لیکن اس روایت پر ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس میں خروج سفیانی کے متعلق یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ مغرب سے خروج کرے گا جبکہ طبرانی نے اپنی کتاب الأوسط میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اس سلسلے کی روایت ذکر کی ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ مشرق سے خروج کرے گا اور یہ بظاہر تضاد ہے۔

سید برزنجی نے اس تعارض کو دور کرنے کی یوں کوشش کی ہے کہ سفیانی کی طرف سے بھیجے جانیوالا لشکر روانہ تو عراق (مغرب) سے ہوگا لیکن چونکہ اس لشکر میں اہل شام بھی ہوں گے اس لئے ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے بعض مقامات پر اس لشکر کو شامی (مشرقی) کہہ دیا گیا۔

یہی نہیں کہ امام مہدی کے ظہور سے قبل صرف سفیانی کا خروج ہوگا بلکہ بہت سے اور لوگ بھی خروج کریں گے چنانچہ کچھ لوگ مصر سے خروج کریں گے، کچھ مغربی جانب سے اور کچھ جزیرۃ العرب سے۔ گویا اس وقت ساری دنیا کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے کفر پوری قوت سے مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما ہوگا اور چاروں اطراف سے مرکز عالم اور مرکز اسلام خانہ کعبہ پر حملہ کی تیاریاں شروع ہوجائیں گی اور اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد امام مہدی کا ظہور ہوجائے گا۔

علامت نمبر ۶

حضرت امام مہدی کے ظہور کی ایک اور علامت جو ان انکی تائید کے لئے بطور مہر تصدیق کے ظاہر کی جائے گی اور ان کی شناخت میں کسی کو کوئی شبہ اور تردد نہیں رہے گا، یہ ہوگی کہ آسمان سے ایک منادی امام مہدی کا نام لے کر لوگوں کو ان کے ساتھ جا ملنے اور ان کی مدد کرنے کی طرف ابھارے گا۔ علامہ برزنجی فرماتے ہیں:

ومنها انه ينادى مناد من السماء .أيها الناس إن الله قد قطع عنكم الجبارين والمنافقين واشياعهم و ولاكم خير امة محمد صلى الله عليه وسلم فالحقوا بمكة فانه المهدى واسمه احمد بن عبد الله

وفی روایة و ولاکم الجابر خیر امة محمد صلی الله علیه وسلم الحقوه بمکة فانه المهدی واسمه محمد بن عبد الله (الاشاعة .۱۹۸)

اوران علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ آسمان پر سے ایک منادی یہ آواز دے گا کہ اے لوگو! اللہ تعالی نے ظالموں ،منافقوں اوران سے محبت رکھنے والوں سے تمہیں نجات دی او رامت محمدیہ کا بہترین فرد تم پر امیر مقرر کیا ہے،لہذا تم مکہ جا کر اس سے ملو وہ مہدی ہیں اور ان کا نام احمد بن عبداللہ ہے اور ایک روایت میں ان کا نام محمد بن عبداللہ مذکور ہے۔

علامت نمبر۷

زمین سونے کے ستونوں کی طرح اپنے جگر کے ٹکڑے باہر نکال دے گی (الاشاعة ۱۹۸۔آثار القیامة ۔۳۶۶۔ترمذی۔۲۲۰۸)

سید برزنجی نے اس مقام پر سونے کے ستونوں کا ذکر کیا ہے جبکہ اپنی اسی کتاب کے ص ۲۴۱ پر سونے اور چاندی کے ستونوں کا ذکر کیا ہے اوریہی صحیح ہے کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں سونے اور چاندی کے ستونوں ہی کا ذکر ہے جس کے

الفاظ یہ ہیں:

عن عبدالله بن مسعود قال: إن هذا الدين قد تم ،وإنه صائر إلى النقصان وإن امارة ذلک اليوم ان تقطع الأرحام ،ويؤخذ المال بغير حقه وتسفک الدماء ويشتكى ذو القرابة قرابته لا يعود عليه بشتى ويطوف السائل لا يوضع فى يده شىء فبينما هم كذلک إذ خارتالأرض خوار البقر يحسب كل اناس انها خارت من قبلهم فبينما الناس كذلک إذ قذفت الأرض بافلاذ كبدها من الذهب و الفضة لا ينفع بعد شىء منه لا ذهب و لا فضة (الاشاعة ۲۴۱)

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ یہ دین مکمل ہو چکا اور اب یہ نقصان کی طرف جائے گا جس کی علامت یہ ہوگی کہ قطع رحمی،لوگوں کا مال ناحق لے لینا اور خون بہانا عام ہوجائے گا،قرابت دار بیمار ہوگا لیکن کوئی اس کی عیادت کرنے نہ جائے گا،سائل بار بار چکر لگائے گا لیکن کوئی اس کے ہاتھ پر کچھ نہ رکھے گا۔اس دوران زمین میں سے گائے کی آواز کی طرح آواز

نکلے گی، تمام لوگ اس سوچ میں پڑ جائیں گے کہ اس سے پہلے
بھی ایسا ہوا ہے؟ اسی اثنا میں زمین اپنے جگر کے ٹکڑے یعنی
سونے چاندی کے ستون نکال باہر پھینکے گی لیکن اب یہ سونا
چاندی کسی کو کچھ نفع نہ دے گا۔

علامت نمبر ۸

لوگوں کے دل غنی ہو جائیں گے اور زمین کثرت سے اپنی برکتوں کا ظہور کرے گی (الاشاعۃ ۱۹۸)

علامت نمبر ۹

امام مہدی خانہ کعبہ میں مدفون خزانہ نکال کر اس کو فی سبیل اللہ تقسیم کرادیں گے (الاشاعۃ۔ ۱۹۹) اور خانہ کعبہ کے اس مدفون خزانے کو جو امام مہدی تقسیم فرمائیں گے ''رتاج الکعبۃ'' کہا جاتا ہے (آثار القیامۃ۔ ۳۶۶)

علامت نمبر ۱۰

حضرت امام مہدی کے زمانے میں اکثر یہودی مسلمان ہو جائیں گے، جس کی وجہ یہ ہوگی کہ امام مہدی کو تابوت سکینہ مل جائے گا جس کے ساتھ یہودیوں کے بڑے

اعتقادات وابستہ ہیں ،اس لئے وہ اس تابوت کوحضرت امام مہدی کے پاس دیکھ کر مسلمان ہوجائیں گے۔قرآن میں اس تابوت کاذکریوں موجود ہے

(وقال لهم نبيهم ان آية ملكه ان يأتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم. البقرة)

علامت نمبر١١

قرآن کریم میں حضرت موسی علیہ السلام کے لئے دریائے نیل کا پھٹ کر بارہ ہموار راستے بنانا صراحۃ مذکور ہے۔جسے انفلاق بحر سے تعبیر کیا جاتا ہے،بعینہ اسی طرح امام مہدی کے زمانے میں انفلاق بحر ہوگا۔

علامت نمبر١٢

مغرب کی طرف سے کئی جھنڈوں کانمودار ہونااوراس لشکر کاسردارقبیلہ کندہ کاایک آدمی ہوگا۔چنانچہ نعیم بن حماد نے یہ روایت نقل کی ہے:

علامة خروج المهدی الوية تقبل من المغرب

،عليها رجل أعرج من كندة(كتاب الفتن. ٢٣٠)

امام مہدی کے ظہور کی علامت وہ چند جھنڈے ہیں جومغرب کی طرف سے آئیں گےاوران کاسردارقبیلہ کندہ کاایک لنگڑاشخص ہوگا

علامت نمبر ۱۳

ظہور امام مہدی کی علامت کفر کا پھیل جانا

نعیم بن حماد روایت کرتے ہیں:

لا یخرج المهدی حتی یکفر بالله جهرة

(کتاب الفتن. ۲۳۱)

امام مہدی کا ظہور اس وقت تک نہ ہوگا جب تک علانیہ اللہ تعالی کے ساتھ کفر نہ کیا جانے لگے

علامت نمبر ۱۴

حضرت امام مہدی کے ظہور سے قبل قتل وغارت گری اس قدر عام ہوجائے گی کہ ہر نو میں سے سات افراد قتل ہوجائیں گے۔ چنانچہ ابن سیرین سے نعیم بن حماد نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے:

لا یخرج المهدی حتی یقتل من کل تسعة سبعة (کتاب الفتن. ۲۳۱)

امام مہدی کا ظہور اس وقت تک نہ ہوگا جب تک نو میں سے

www.Only1Or3.com www.ShiaMaktab.com www.OneWayOneWahed.com

سات آدمی قتل نہ ہوں

اسی طرح ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے:

لا یخرج المهدی حتی یقتل ثلث ،ویموت
ثلث ویبقی ثلث

امام مہدی کا ظہور اس وقت تک نہ ہوگا جب تک ایک تہائی افراد
قتل ہو جائیں گے ایک تہائی اپنی طبعی موت
مریں گے اور ایک تہائی باقی بچیں گے۔

علامت نمبر ۱۵

ظہور امام مہدی سے قبل لوگوں میں افلاس وتنگدستی اس قدر پھیل جائے گی کہ ایک آدمی انتہائی خوبصورت لونڈی کو اس کے وزن کے برابر غلہ میں بیچنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔

علامت نمبر ۱۶

حضرت امام مہدی کی تصدیق وتائید اور امت مسلمہ کی عزت وشرافت اور اس کی عند اللہ مقبولیت کی سب سے اہم دلیل وہ نماز ہوگی جو حضرت عیسی علیہ السلام حضرت امام مہدی کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے (بخاری ۳۴۴۹_مسلم_۳۹۲)

لیکن اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منصب نبوت ورسالت پر کوئی حرف نہیں آئے گا اور یہ ایسے ہی ہوگا جیسے حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز ادا کی، بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق کی امامت میں تو اپنی زندگی کی آخری تمام باجماعت نمازیں ادا فرمائیں لیکن اس سے آپ کے منصب نبوت ورسالت میں کوئی کمی نہیں آئی۔

علامت نمبر ۱۷

حضرت امام مہدی کی شناخت کے لئے ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ اخلاق وعادات اور سیرت میں حضور علیہ السلام کے مشابہہ ہوں گے۔حلیہ میں بھی کسی قدر مشابہت رکھتے ہوں گے البتہ ان کی زبان میں لکنت ہوگی۔

علامت نمبر ۱۸

ظہور امام مہدی کی علامت کے طور پر دریائے فرات کا پانی ختم ہو جائیگا اور اس میں سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہوگا (الاشاعۃ ۱۹۹)

علامت نمبر ۱۹

حضرت امام مہدی کے ظہور کی ایک عجیب وغریب علامت جو کہ سائنسی نقطۂ نظر

کے بالکل خلاف ہوگی کہ جس سال ان کا ظہور مقدر ہوگا اس کے رمضان کی پہلی تاریخ کو چاندگرہن اور اسی رمضان کی پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔ اور یہ دونوں چیزیں تخلیق کائنات سے لیکر آج تک ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔

علامت نمبر ۲۰

مشرق کی طرف سے ایک انتہائی عظیم آگ کا تین یا سات راتوں تک مسلسل ظاہر رہنا بھی علامات ظہور مہدی میں شمار کیا گیا ہے۔

علامت نمبر ۲۱

آسمان کا انتہائی سرخ ہو جانا اور اس سرخی کا افق پر پھیل جانا

علامت نمبر ۲۲

خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا آنا

علامت نمبر ۲۳

ایک کان کے پاس لوگوں کا دھنس جانا

علامت نمبر ۲۴

وقت کا انتہائی تیز رفتاری سے گزرنا

مبحث سادس

تحقیق لفظِ "تَوَفِّي"

www.Only1Or3.com
www.Tasleees.com
www.ToseedNeTaslees.com
www.OnlyOneOrThree.com

ا۔تمہید

۲۔مقابلہ(حیات وممات) نہ کہ(حیات وتوفی)

۳۔توفی اور وضع اسلاف

www.Only1Or3.com
www.OnlyOneOrThree.com
www.TolheedYaTaslees.com

تحقیق لفظ توفی

"توفی" کا لفظ وہ معرکۃ الآراء کلمہ ہے جو ہر قادیانی کی زدِ زبان رہتا ہے ۔قادیانیوں کا زعم ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی توفی بمعنیٰ "موت" ثابت ہونے سے مرزا کا مسیح ہونا، اس کا نبی ہونا، اسکا مہدی ہونا الغرض اس کی پوری شریعت ثابت ہوتی ہے۔وہ قادیانی لوگ جو عربی کے ابجد سے بھی نابلد ہوتے ہیں، یہ کلمہ توفی انہیں بھی یاد کرایا جاتا ہے۔

لہذا ہم چاہیں گے کہ تحقیق لفظ "توفی" کے ضمن میں مندرجہ ذیل عناوین پر گفتگو کی جائے۔

☆حیات اور اسکا مقابل موت ہے نہ کہ توفی

☆لفظ توفی کا لغت میں وضع اور اشتقاق کا مادہ، اسکا حقیقی معنی

☆قرآن وحدیث اور کلام عرب میں اس کا استعمال

☆توفی میں جن امور کی رعایت ضروری ہے

☆وہ آیت جس میں حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے چار وعدوں (۱.متوفیک ۲.رافعک ۳.مطھرک ۴.جاعل الذین اتبعوک

فوق الذین کفروا) کا ذکر ہے۔ان میں متوفیک کا سباق وسیاق اور مفہوم کیا ہے؟

☆اس آیت کی تفسیر خیر القرون سے تواتر کے ساتھ امت میں کیا ہے؟

☆ قادیانی استدلال کی حیثیت اور اسکے علمی ردود

مقابلہ موت وحیات نہ کہ حیات وتوفی

عربی زبان میں ''حیات'' بمعنی زندگی کا مقابل لفظ موت بمعنی مرنا آتا ہے''توفی'' کا لفظ حیات کا مقابل نہیں ہے۔

''حی'' صاحب حیات اور لفظ ''میّت'' مرنے والا، ''المحی'' حیات دینے والا اور'' الممیت''موت دینے والا ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں حیات کے مقابل کے طور پر آپ کو کہیں بھی لفظ ''توفی'' نہیں ملے گا۔

ارشاد باری تعالی ہے

خلق الموت والحیاة

اس نے موت وحیات کو پیدا کیا

نیز ارشاد باری تعالی ہے:

ھو الذی خلقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم

وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں موت دیگا پھر تمہیں زندہ

کرے گا

نیز ارشاد ہے:

والذی أمات وأحی

اس نے مارا اور زندہ رکھا

اسطرح کی بیسیوں آیات قرآنی ہیں جن میں حیات اور موت کو اور محی اور ممیت کو

باہم مقابل لایا گیا۔

عربی میں کہتے ہیں:

هل توفیت الثمن؟

کیا تم نے قیمت پوری وصول کرلی؟

أوفی بالعهد۔یا۔وفی بالعهد

وعدکو پورا کردیا

لغت میں حیات زندگی کو اور موت فنا کو کہتے ہیں اور اگر اس کیلئے کہیں توفی کا لفظ

استعمال ہوا ہے تو بایں طور کہ توفی زندگی کے پورا کرلینے اور موت زندگی کے پورا

ہوجانے کو لازم ہے۔انسان کی عمر کے تمام ایام پورے ہوجانے کے بعد موت ہی کو آنا

www.Only1Or3.com
www.TohedYaTasleem.com
www.OnlyOneOrThree.com

ہوتا ہے۔

توفی حقیقی معنی اور اسکے لوازم

وفی: پورا کرنیوالا اور وفادار

اور استوفاہ و توفاہ کا معنی استکملہ اس نے اسے پورا پورا لیا ہے

توفی المیت

عربی میں توفی میت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔یعنی میت نے اپنی عمر کے تمام لمحات کو پورا کر دیا۔

عربی میں کہتے ہیں:

استفائه مدته التى وفيت له وعدد ايامه وشهوره

واعوامه فى الدنيا

یعنی مرنے والا دنیا میں اپنی مدت حیات یعنی اپنے عمر کے دنوں مہینوں اور سالوں کو پورا کر لیتا ہے۔

الغرض توفی قرآن وحدیث اور کلام عرب میں اتمام (پورا کر لینے) اکمال (مکمل کر لینا) اور استیفاء (پورا پورا لے لینا) ہوتا ہے۔

اگر یہ توفی ثمن ہے تو بائع اپنا حق اس طرح وصول کرتا ہے کہ مشتری کے ذمہ کچھ بھی

www.Only1Or3.com
www.TaheedYaTasleem.com
www.OnlyOneOrThree.com

باقی نہ رہ جائے۔

رہا لفظ ''توفی'' تو اسکا اپنا مفہوم و معنی ہے۔

توفی کا وضع و اشتقاق

توفی کا اشتقاق ''وفی'' سے ہے، اور ''توفّی'' تفعّل کے وزن پر اسی کا مصدر ہے۔ جس کے معنی کسی چیز کو اسطرح پورا پورا لینا کہ کچھ باقی نہ رہ پائے۔

وفاءِ عہد۔ وعدہ پورا کرنا اور توفی ثمن۔ قیمت پوری کر لینا۔

توفی عمر۔ عمر کے ایام اور ماہ و سال کا پورا کر لینا ہے اس طور پر کہ اس کے بعد زندگی کی کوئی سانس باقی نہ رہے اور موت ہی آ لے۔

گویا توفی کا لازمی ثمرہ اور نتیجہ برأت الذمہ مشتری ہے بائع کیلئے

اگر یہ ایفائے عہد والی توفی ہے تو وعدہ پورا کرنے والے کی برأت عہد ہوگی۔ اسے وعدہ خلاف کہہ کر ملامت نہ ہو سکے گی۔

اور اگر یہ توفی استیفائے عمر والی ہے تو عمر کے ایام کو پورا کر لینا ہے جسکا لازمی ثمرہ اور نتیجہ موت ہوتا ہے۔

اب اس امر کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ توفی کا معنی موت ہو یا برأت ذمہ ہوگی۔

''توفی'' کے مختلف مواقع پر متعدد معانی آتے ہیں

برأت ذمہ ہو توفی ثمن کے بعد

برأت عہدہ ہو۔توفی یا ایفاء عہد کے بعد

برأت موت ہو۔استیفاء عمر کے بعد

توفی کے لوازم ہیں۔ ہرگز ہرگز حقیقی معانی نہیں ہیں۔ان لوازم کو قرینے کے واسطے اپنے اپنے موقع پر وجود ملا ہے۔یہ لوازم معنی متکلم کا مقصود ضرور ہوتے ہیں مگر قرینہ کے واسطے سے۔اس کے بغیر نہیں۔جبکہ حقیقی خود بخود ثابت ہوتا ہے۔

معنی حقیقی اور لازم المعنی عین نہیں ہوتے کیونکہ معنی اور لازم المعنی ایسے ہی مضاف اور مضاف الیہ ہیں جیسے بیت اللہ میں بیت اور اللہ۔دو الگ الگ ہیں۔اسطر ح معنی اور لازم معنی دو الگ مفہوم ہوتے ہیں۔اس طرح توفی کی مثال لیجئے:

ا۔توفی: حقیقی معنی (پورا پورا لینا) قرینہ (موت کے وقت لازم معنی موت)

۲۔توفی: حقیقی معنی (پورا پورا لینا) قرینہ (لازم معنی سائلین کے قرینہ کے وقت پابند ہوگا)

۳۔توفی: حقیقی معنی (پورا پورا لینا) اور لازمی معنی) برأت ذمہ

جیسے طلاق سے کنایہ الفاظ میں بھی طلاق لازم معنی ہوتی ہے،لفظ کا حقیقی معنی نہیں۔

بائن۔ثیبہ

کے حقیقی معنی بینونت کے ہیں مگر قرینہ طلاق کے وقت طلاق ہوتا ہے

خلاصہ کلام

☆ لفظ خاص کا حقیقی ایک معنی ہوتا ہے اور لازمی حسب موقع اور حسب قرینہ کئی۔ کیونکہ ایک ملزوم کے کئی لازم ہوسکتے ہیں۔

☆ حقیقی معنی بغیر قرینہ کے ثابت ہوتا ہے جبکہ لازمی معنی کے لئے قرینہ ہونا ضروری ہے اس کے بغیر اسکا وجود ممکن نہیں۔

☆ لازمی معنی میں چونکہ وضع لفظ نہیں بلکہ موقع ومحل دیکھا جاتا ہے، لہذا وہ بغیر قصد کے مقصود ومدلول نہیں بن سکتا۔

☆ کنایہ میں مقصود وہی معنیٰ لازمی ہوتا ہے جو حقیقت کے پیچھے مستور ہوتا ہے ۔اسے حقیقی کہنا ستر کو توڑتا ہے جو مقصد کلام کو ضائع کردیتا ہے۔

☆ پھر کنایہ میں قصداً لازمی معنی کو مستور رکھا جاتا ہے اگر اسے حقیقی معنی کی طرح ظاہر کردیں تو کنایہ کا مقصود فوت ہوجاتا ہے۔

موت کو کنایۃً ثابت کرنے کی مزید مثالیں

توفی کے جیسے حقیقی معنی پورا پورا لینے ہوتے ہیں، کسی موقع پر قرینہ موت کے ساتھ موت پر دلالت لزوماً ہے۔

اس کی مثالیں ملاحظہ کریں۔

اردو زبان میں بھی کسی شخص کے مرنے کو موت سے تعبیر کرتے ہیں، وہ عام ہو یا بڑا، مگر بزرگوں کی موت کو احتراماً انتقال۔ رحلت یا وصال سے بھی کنایۃً بیان کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں:

فلاں بزرگ کا وصال ہو گیا

فلاں بزرگ کا انتقال ہو گیا

فلاں بزرگ رحلت فرما گئے

لفظ "وصال" کا حقیقی معنی "ملاپ" اور رحلت کا "کوچ" کرنا اور انتقال کا "منتقل ہونا" ہی ہیں۔ موت ان کا حقیقی معنی نہیں۔ اگر موت ان کا حقیقی معنی ہو تو مقصد اختیار ہی مقصود ہو جائے گا۔

جس طرح موت انتقال، وصال اور رحلت کے حقیقی معنی ملاپ، کوچ کرنا اور منتقل

ہونا ہے۔ہاں خاص موقع پر قرینہ یعنی برائے تشریفِ میت موت کی خبر کے وقت ان الفاظ کے معنی بطور کنایہ موت ہونگے۔اسطرح توفی کا معنی بھی پورا پورا وصول کر لینا ہے مگر جب انسان اپنے عمر کے ماہ وسال پورے کرلے تو اسے موت آنی ہی ہوتی ہے ۔اس حالت میں موت لازم ہے تو ایسے موقع پر چونکہ قرینہ موت ہے تو ''توفی'' کی موت پر دلالت لزوماً اور کنایۃً ہوگی۔

مزید سمجھنے کیلئے پیش خدمت ہے

جب توفی کے معنی متعین ہوگئے تو یادرکھیں کہ:

توفی دین = قرض کو مارنا نہیں بلکہ پورا وصول کرنا ہے

توفی ثمن = قیمت کو مارنا نہیں بلکہ پوری وصول کرنا ہے

توفی عہد = وعدہ کو مارنا نہیں بلکہ پورا کرنا ہے

توفی عمر = عمر کو مارنا نہیں بلکہ اسے پورا کرنا ہے

جسے موت لازم ہوتی ہے

توفی کے بعد متوفی سمجھئے

یادرکھیں کہ لفظ ''توفی'' قرآن حکیم اور اس کی تفسیر، حدیث پاک یا اسکی شرح

میں جہاں جہاں آیا ہے۔وہ مواقع چاہے وہ ۲۴ ہوں جنہیں قادیانیوں نے (وفات مسیح.....) میں ذکر کیا ہے یا اس کے علاوہ ہوں،سب مواقع پر توفی کا حقیقی معنی پورا پورا لینا ہے مگر زندگی کے ایام کو پورا کرنے کو موت لازم ہے تو توفی موت تک براہ راست نہیں بلکہ قرینہ کے واسطے سے پہنچا ہے۔

''توفی'' کے معنی کو سمجھنے کے بعد اب ''متوفی'' کے معنی سمجھ لیں:

''متوفی''توفی سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جسکا معنی پورا پورا لینے والا۔

''ممیت'' موت دینے والا۔اسکا حقیقی معنی نہیں جو ہر موقعہ پر خود بخود ثابت ہوجائے۔ہاں موت کے قرینہ کے ساتھ ہوتو ممیت لزوماًو کنایۃً متوفی کا مدلول ہوگا۔

متوفی

''متوفی''توفی سے اسم مفعول ہے۔اسکا معنی ''جسے پورا پورا لیا جائے''۔

اگر قرینہ موت کے موقع پر آئے تو اسکا معنی ممیت لزوماً ہوگا۔

اور اگر توفی صرف عقل وتمییز کو پورا پورا لینا ہے تو نیند ہے کہ فیض کے بعد اللہ روح کو واپس کر دیتا ہے۔

لہذا توفی کا حقیقی معنی ہرگز موت نہیں ،قرینۂ موت ہو تو لزوماً موت پر دلالت

کرے گا۔

لہذا توفی میں فاعل۔ مفعول اور ظرف وموقع کوملحوظ رکھ کر اسکا لازم متعین ہوگا جبکہ حقیقی معنی کو وضع لغوی میں متعین کرر کھا ہے اور وہ صرف اور صرف پورا پورا لینا ہے۔

لازم معنی حقیقی معنی نہیں ہوتی

توفی مشترک ہے یا خاص؟

اگر لفظ مشترک نہیں تو حقیقی معنی صرف اکیلا ہوگا۔ رہا لازم تو وہ ایک ملزوم کے کئی ہوسکتے ہیں۔ لہذ امختلف مواقع کے اعتبار سے لفظ توفی کے بھی کئی معنی ہوتے ہیں۔

قرآنی کلمہ "توفی" عوام اور قادیانی

قرآن وسنت کی نصوص میں اس قدر باریک بینیاں خواص اہل علم کا کام ہے۔ ہر مسلم عوام یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ سولی چڑھائے گئے بلکہ وہ زندہ اور آسمان پر موجود ہیں اور قرب قیامت کے وقت انکا نزول ہوگا۔ نزول کے بعد وہ شریعت محمدیہ کی دعوت دیں گے اور اسی شریعت کی اتباع کریں گے اور ان کے اجل کے وقت اللہ تعالی انہیں وفات دیں گے۔ انکے ساتھ کئے گئے اللہ تعالی کے وہ تمام وعدے جو قرآن میں ان کے ساتھ کئے گئے ہیں پورے کئے جائیں گے۔ یہی عقائد

تواتر سے امت میں چلی آرہی ہیں۔

مگر قادیانی اس عقیدے کو مشکوک اور ناکارہ بنانے کے لئے مختلف طریقوں سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ تاکہ وہ اس راستے سے اپنی مزعوم عقائد باطلہ کو ثابت کریں۔

ان حیلوں میں سے اہم حیلہ لغوی باطل قواعد وضوابط پیش کر کے اس کے ذریعے اپنی گمراہ عقیدے کو قوت بخشنے کی کوشش ہے۔

عوام الناس کی عربی لغت سے لاعلمی اور پھر لغت کے جعلی قواعد وضوابط پیش کرنا، پھر انہیں بعض ایسی نصوص رٹانا جن میں تحریف وتاویل کر کے ان کے قدیم اور تسلسل سے ثابت شدہ عقائد میں تحقیق وتشکیک پیدا کرنا۔ یہ اہل ضلال کا ہمیشہ سے ہی کام رہا ہے۔

لفظ توفی ہر قادیانی کو یاد ہے جسے وفات دینے اور مارنے کے معنی میں لیا جاتا ہے اور متوفی کو مارنے والے کے معنی میں لیا جاتا ہے۔

بطور کنایہ آنے کی دقت کو سمجھے بغیر عوام کو توفی کا معنی موت دینا اور متوفی کا معنی موت دینے والا اور متوفی میت اور ممیت موت دینے والا۔ یہ معانی سمجھانا غلطی ہے۔ یہ عوام کی غلطی نہیں کیونکہ عوام تو توفی کو موت کے لئے استعمال کے وقت اصل وکنایہ کی بحث میں پڑتے ہی نہیں نہ وہ توفی سے ان مذموم عزائم ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں

جومرزا صاحب کے ہیں۔ غلطی ان تحریف کنندہ لوگوں کی ہے جواس طرح کی بحث سے عوام کے اس استعمال کوناجائز طور پر حجت بنا کر اس سے عیسی علیہ السلام کی قبل از وقت موت ثابت کرتے ہیں پھروہ اپنے لئے مسیحیت کا راستہ ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔انہیں خدا سے ڈرنا چاہئے اور مذموم کوشش سے باز رہنا چاہئے۔انہیں حق کو سمجھنے اور اپنے اور لوگوں کے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔الحمد للہ کہ علمائے امت نے ان امور کو اچھی طرح واضح کیا ہے اور عوام کے سامنے اس استدلال کی حیثیت بھی مقرر کردی اور اہل ضلال کے گمراہ عزائم کو نہ صرف مٹی میں ملادیا بلکہ ان کی بیخ کنی کی تاکہ قرآن کریم میں تحریف کرنے والوں پر حجت پوری ہواور جن کی قسمت میں ہدایت ہے انہیں روشنی مل سکے اور جن کی مقدر میں گمراہی یا گمراہ کرنا ہے ان کے لئے بھی عذر باقی نہ رہے۔

علامہ ابوالبقاء اپنی کلیات میں کہتے ہیں:

التوفی: الاماتة وقبض الروح وعليه استعمال العامة أو الاستيفاء وأخذ الحق وعليه استعمال البلغاء

"توفی کے معنی موت دینے اور روح قبض کرنے کے ہیں، عوام الناس اس معنی میں استعمال کرتے ہیں، دوسرا معنی پورا

پورا لینے اور حق وصول کرنے کے ہیں اس معنی میں علمائے بلاغت

وفصاحت استعمال کرتے ہیں

اور کسی بھی لفظ کا استعمال وہی ہوتا ہے جو اہل علم و بلاغت کے ہاں اس کا اصل مصداق ہو۔ اور وہ توفی کا وہی معنی ہے جو ہم نے کیا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ توفی کے یہی معنی ہم اپنے خواص وعوام کو یاد کرائیں۔

مزید ایضاح کے لئے

آیت متوفیک کی تفسیر میں علامہ صاوی اپنی تفسر جلالین کی شرح میں کہتے ہیں:

"التوفی أخذ الشیء وافیا أی کاملا"

توفی کسی چیز کو پورا پورا یعنی کامل طور پر لینا ہوتا ہے

تفسیر کبیر جن کے مؤلف مرزا صاحب کے ہاں ثقہ ہیں، فرماتے ہیں:

التوفی هو القبض ویقال وفانی فلان دراهمی

أو فیتها

توفی کسی چیز کو پوری طرح قبضہ کر لینا ہے، جیسے کہا جاتا ہے "فلاں شخص نے میری پوری رقم ادا کردی اور میں نے پوری طور پر وصول کرلی

(تفسیر کبیر۴۸۱)

توفی کے حقیقی معنی قادیانیت کے ہاں بھی یہی ہیں جو ہم نے ذکر کئے چنانچہ عسل مصفہ میں آیا ہے

"یستعمل التوفی فی أخذ الشیء وافیا أی کاملا والموت نوع منه"

توفی کسی چیز کو پورا پورا لینے یعنی اسے مکمل طور پر لینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور موت بھی اس کی ایک قسم ہے

قادیانیت کا یہ قول اس بات کا کھلا اعتراف ہے کہ توفی کا معنی موت دینا نہیں ہے بلکہ پورا پورا لینا ہے۔ کبھی اس کا استعمال موت میں ہوتا ہے اور کبھی رفع میں اور توفی کی ایک قسم موت بھی ہے۔

موت کا توفی کی ایک قسم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ توفی کا معنی موت نہیں کچھ اور ہے۔

نیند کا توفی کی ایک قسم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ توفی کا معنی نیند نہیں بلکہ کچھ اور ہے

رفع اور قبضہ بدن روح کر کے آسمان پر لے جانا توفی کی ایک قسم ہونا اس بات کی

دلیل ہے کہ توفی کا معنی رفع نہیں کچھ اور ہے

اور وہ معنی ''پورا پورا لینا'' ہے۔

پھر مقسم (جس کی تقسیم کی جائے) اور قسم الگ الگ مفہوم ہوتے ہیں۔ جسکا تقاضا یہ ہے کہ توفی کا معنی نہ موت نہ نیند نہ رفع بلکہ کچھ اور ان کے علاوہ۔ ورنہ مقسم اور قسم ایک ہو جائیں گے۔

تقسیم بذات خود دلیل ہے کہ توفی اپنی اقسام کا عین نہیں اور عین توفی ''پورا پورا لینا ہے اور اس کے افراد موت، نیند اور رفع ہیں جو اس کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔

''توفی'' موت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے

وہ نیند کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے

وہ رفع کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے

یعنی توفی موت سے کنایہ ہوسکتا ہے

توفی نوم سے کنایہ ہوسکتا ہے

توفی رفع (قبض بدن و روح) سے کنایہ ہوسکتا ہے

جیسے عربی نحو میں ''کلمہ'' کا معنی نہ عین اسم ہے، نہ عین فعل اور نہ ہی عین حرف ہے۔ بلکہ کلمہ کی قسمیں ہیں

کلمہ اسم کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے

کلمہ فعل کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے

کلمہ حرف کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے

اور اسکا اپنا معنی صرف ''قول مفرد'' ہے

اگر کوئی کہے کہ توفی جنس ہے جس کے یہ افراد نیند، موت اور رفع ہیں تب بھی توفی کا معنی عین موت نہ ہوا۔

پھر توفی کے مقابل حیات کا نہ آنا بلکہ دیگر چیزوں کا آنا بھی دلیل ہے کہ توفی عین موت نہیں ہے۔

پھر حیات کے مقابل موت کا آنا بھی دلیل ہے کہ موت عین توفی نہیں ہے ورنہ حیات کے مقابل توفی آتا، موت نہ آتا اور توفی کے مقابل حیات آتا دیگر چیزیں نہ آتیں۔

توفی اور موت دو علیحدہ چیزیں ہیں جو کبھی متحد ہوتی ہیں اور کبھی الگ الگ

شریعت قرآن سے یا عوام سے

لغت میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن کا حقیقی معنی عوام کے ہاں معروف نہیں

ہوتے لیکن شریعت ہی یا مصادر شریعت ان معانی کی تعیین کرتی ہے۔

جیسے کہ:

جاء هم بينات

نزول الوحی

تنزيل الكتاب

ان الفاظ کی حقیقت ان کی درست مفاہیم اور ان کے معانی شریعت سے معلوم ہوتے ہیں نہ کہ لغت یا اہل زبان کے بیان یا استدلال سے۔

بعینہ اسی طرح ''نوم'' کے لئے توفی کا اعلان صرف قرآن کریم سے ہی معلوم ہوتا ہے۔اسی طرح (اخذ ومقاول) اور لینے اور قبضہ کرنے کا توفی کا معنی ہونا بھی صرف قرآن حکیم سے ہی معلوم ہوتا ہے۔اہل لغت کے بیان یا عوام کے استعمال سے نہیں۔

شریعت میں ان کا مأخذ ومصدر قرآن ہے عوام نہیں، نہ ان کا استعمال شرعی حجت ہے۔

صحابہ کرام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی کو رفع سے تعبیر کرتے ہیں، جیسے حضرت عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر فرماتے ہیں:

www.Only1or3.com www.OnlyOneOrThree.com www.TorreadyaTsees.com

وإنما رفع كما رفع عيسى عليه السلام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہ ہوئی بلکہ آپ بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی طرح آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں

اگرچہ اس قول کا صدر وحزن شدید کی وجہ سے ہوا لیکن یہ قول ان کے عقیدے کو واضح کرتی ہے۔

مشہور مفسر قرآن ابن کثیرنی لکھاہے:

لفظ التوفی فی لغة العرب معناه الاستيفاء والقبض وذلک ثلاثة أنواع ١ .توفی النوم ٢ .والثانی توفی الموت .والثالث توفی الروح والبدن جميعا

لغت عرب میں توفی کے معنی استیفاء پورا پورا لینے کے ہیں اور توفی کی تین قسمیں ہیں ۔ایک تو نوم یعنی نیند اور خواب کی توفی اور دوسری توفی موت کے وقت روح کو پورا پورا قبض کر لینا اور تیسری توفی روح اور جسد کو پورا پورا لے لینا (دونوں کو آسمان پر اٹھالینا)

خصوصی علمی مباحث کو کس غرض سے عوام میں لایا گیا

اس موقع پر مناسب ہوگا کہ ہم اپنے عوام کے سامنے دو چیزوں کو واضح کر دیں۔

ا۔قرآن حکیم، سنت نبوی یا لغت عرب میں الفاظ کی وہ خاص علمی مباحث جیسے کہ حقیقت ومجاز۔صریح وکنایۃ۔مشترک ومترادف۔جو محض علمائے کرام کے حلقات ودروس سے ہی متعلق ہوتی ہیں اور علمی حلقات کا موضوع سخن ہیں۔قادیانیت نے ان کے ذریعہ کس طرح عوام کو دھوکہ دیا ہے۔

۲۔قرآن کریم کی تفسیر میں قدم رکھنا ہر کس وناقص کا کام نہیں ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ جنہیں مرزا صاحب بھی مجدد مانتے ہیں انہوں نے مفسر کی شروط وآداب جو بتائی ہیں انہیں ملاحظہ فرمائیے اور پھر خود فیصلہ کریں کہ کیا ان شروط سے عاری مرزا صاحب یا ان کے امتیوں کی تفسیر قرآن کا کیا حکم ہے۔علامہ سیوطی ''اتقان'' کے باب ۷۸ بعنوان ''معرفۃ شروط المفسر وآدابہ'' مفسر قرآن کی شروط وآداب کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

کسی شخص کے لئے درست نہیں کہ وہ قرآن کریم کے کسی چیز کی بھی تفسیر کریں چاہے کہ وہ کتنا بڑا عالم اور ادیب ہی کیوں نہ ہو، اور اس کا دلائل، فقہ، نحو، تاریخ اور آثار

کے بارے میں بڑا وسیع مطالعہ ہی کیوں نہ رکھتا ہوتا آنکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور تفسیر قرآن کا علم نہ رکھتا ہو۔

وہ مزید کہتے ہیں:

اہل علم نے اس شخص کے لئے تفسیر قرآن کو روا رکھا ہے جو مندرجہ ذیل.... علوم کا جامع ہو:

ا۔لغت: کیونکہ اس کے ذریعہ ہی وہ الفاظ کے مفردات کی شرح اور اس کے وضع کے اعتبار سے معانی کو جان سکتا ہے۔

صرف اسی پہلی شرط کا کس قدر ہمارے موضوع ''توفی کی تحقیق'' سے تعلق ہے آپ غور کریں۔اس سلسلے میں وہ فرماتے ہیں:

حضرت مجاہد کا قول ہے کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے قرآن کی تفسیر کرنا ہرگز درست نہیں جب تک وہ عربی لغت سے واقف نہ ہو۔پھر وہ امام مالک کے اس قول کو نقل کرتے ہیں کہ:

لغت کا وسیع مطالعہ اس لئے ضروری ہے کہ کبھی ایک لفظ ایک سے زائد معانی پر بولا جاتا ہے۔اگر اسے ایک کا علم ہو اور دوسرے کا نہیں تب بھی وہ تفسیر میں غلطی کر سکتا ہے۔لہذا لغت کا معمولی نہیں بلکہ جامع مطالعہ ضروری ہے۔

۲۔نحو۳۔صرف ۔۴۔علم اشتقاق ۔۵۔۶۔۷۔علم معانی ۔بیان اور بدیع ۔یہ تینوں علوم بلاغت ہیں اور مفسر کی شرائط کے رکن رکین ہیں ۔مرزا صاحب اس علم بلاغت کے عظیم بحث تصریح وکنایۃ میں خلط کر کے ہی توفی کا معنی موت بتا رہے ہیں ۔۸۔علم قراء ات ۔۹۔اصول دین ۔۱۰۔اصول فقہ ۔۱۱۔اسباب النزول اور قصص القرآن ۔۱۲ناسخ ومنسوخ ۔۱۳علم فقہ ۔۱۴۔علم حدیث ۔۱۵۔علم الموہبۃ ۔جو اللہ انہیں عطاء کرتے ہیں جو اپنے علم پر عمل کریں۔

ان جملہ علوم کے بارے ان کے ہونے کے فوائد اور نہ ہونے کے نقصانات مفصل طور پر اتقان یا تفسیر کے کسی دیگر کتاب کے مطالعہ سے آپ معلوم کر سکتے ہیں۔

کنایۃ کی حکمتیں

کسی معنی کو کنایۃ بیان کرنے کے اغراض ومقاصد میں علمائے بلاغت نے بہت تفصیل سے لکھا ہے،ہم صرف قرآن حکیم میں کنایۃ کی بعض امثلہ کا ذکر اور غرض کا بیان کرتے ہیں تا کہ کنایۃ کے معنی اور اغراض کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

علامہ سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں کنایۃ کے استعمال کے مختلف طریقے بیان کئے ہیں۔

وہ ان کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

ا۔ نفس واحدہ آدم سے کنایۃ

سب کو علم ہے کہ پوری آدمیت حضرت آدم علیہ السلام سے بنائی گئی ہے اور پیدا کرنے والی ذات وہ قادر مطلق کی ہے۔ وہ اپنی قدرت اور بندوں کے عجز کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

هو الذی خلقکم من نفس واحدة

وہ وہی ذات عالی ہے جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے

یہاں نفس واحدة یقیناً آدم سے کنایۃ ہے، وہی نفس واحدة کا لازمی معنی ہیں، یہ نہیں کہ نفس واحدة کا حقیقی معنی ہیں (حقیقی معنی تو ایک نفس ہے) مگر جو بلاغت وقوت نفس واحدة لانے میں ہے وہ آدم لانے میں یقیناً نہیں، مگر کون سمجھے؟ اہل علم ہی صرف۔

۲۔ نعجہ بیوی سے کنایۃ

خوب سے خوب تر لفظ کی جانب انتقال۔ جیسے ارشاد باری تعالی ہے:

إن هـذا أخـي له تسع وتسعون نعجة ولي نعجة واحدة

یہ جو میرا بھائی ہے، اسکے یہاں ناوے دنبیاں ہیں اور میرے

پاس ایک ہی دنبی ہے

آیت میں لفظ ''نعجۃ'' عورت سے کنایۃ ہے۔اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ عورت کا صراحت سے تذکرہ نہیں کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں سوائے مریم علیہا السلام کے کسی بھی عورت کا تذکرہ نہیں ملتا۔مریم علیہا السلام کے نام کی صراحت بھی ایک اہم نکتے کے باعث کی گئی ہے۔اور وہ نکتہ یہ کہ نصاری نے مریم علیہا السلام کے بارے میں نہایت غلط اور سنگین بات کہی کہ نعوذ باللہ وہ اللہ کی بیوی ہیں اور ان کے بیٹے اللہ تعالی کے بیٹے ہیں۔اسلئے اللہ تعالی نے ان کے نام کی تصریح کر کے ان کے اس بے ہودہ بہتان کی تردید کی۔نیز جہاں انکا نام ذکر کیا تو فرمایا (ومریم ابنت عمران التی أحصنت فرجہا) وہاں عبودیت کی تاکید ذکر نہیں کی جوان کی تاکیدی صفت تھی بلکہ عیسی علیہ السلام کے نسب کو ان کے ساتھ منسوب کیا یہ بتلانے کے لئے کہ عیسی علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں،اگر کوئی باپ ہوتے تو ان کی طرف نسبت ہوتی (اس طرح نصاری کی مکمل تردید ہوگئی)

۳۔ایسے مواقع پر کنایۃ کیا جاتا ہے جہاں صراحت معیوب ہو۔

مثال کے طور پر قرآن حکیم میں '' جماع ''کو

ملامسۃ ،مباشرۃ ،افضاء ،رفث ،دخول ،سر اور غشیان وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولکن لا تواعدوھن سرا

نیز فرمایا:

فلما تغشاھا

ابن أبی حاتم نے ابن عباس کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ (ولا تباشروھن وأنتم عاکفون فی المساجد) میں مباشرۃ سے مراد جماع ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے صریح لفظ استعمال کرنے کے بجائے مباشرت سے کنایۃ کیا ہے۔

ابن عباس ہی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اسلئے کنایۃ کیا کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں "رفث" سے مراد جماع لیا ہے۔قرآن میں متعدد آیات ہیں جہاں مختلف الفاظوں کو جماع کے کنایۃ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے،مثلاً:

آیت (وراودتہ التی فی بیتھا عن نفسہ) میں مراودۃ سے خواہش جماع ہے

آیت (ھن لباس لکم وأنتم لباس لھن) میں لباس سے مراد جماع یا بوس وکنار

آیت (نسآؤ کم حرث لکم) میں حرث سے جماع کا کنایۃ مقصود ہے

۴۔ فصاحت وبلاغت کے طور پر کنایہ کا استعمال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أو من ینشؤ فی الحلیة وھو فی الخصام غیر

مبین

کیا (خدانے اولاد بنانے کے لئے لڑکی کو پسند کیا) جو کہ آرائش

میں نشوونموپائے اور مباحثہ میں قوت بیانیہ بھی نہ رکھے

اس میں کنایۃ ہے کہ عورت اہم امور سے بے پرواہو کر ظاہری آرائش وزیبائش میں لگی رہتی ہے۔ اگر کنایۃ کے بجائے یہاں صراحتاً لفظ ''نساء'' مذکور ہوتا تو عورتوں کی اس فطرت وعادت کی جانب اشارہ نہ ہو پاتا۔

اختصار کے طور پر کنایۃ کا استعمال

جیسے متعدد الفاظ کو لفظ فعل سے کنایہ کرنا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولبئس ما کانوا یفعلون

کیا ہی برا کام ہے جو وہ کرتے تھے

مکنی عنہ کے انجام سے باخبر کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تبت يدا أبی لهب وتب

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے''

اس میں معنی تو ایک خاص شخص کے علم کے ہی مقصود اور مراد ہیں مگر اس جانب بھی اشارہ ہے کہ وہ جہنمی ہے اور اس کا انجام آگ ہی ہے۔ اسیطرح اگلی آیت

حمالة الحطب فی جیدها حبل من مسد

جو سر پر ایندھن لئے پھرتی ہے اور اسکے گلے میں رسی ہے

یہاں ''حمالۃ'' چغل خوری سے کنایہ ہے۔ نیز ابوجہل کی بیوی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن بنے گی اور اس کے گردن میں طوق ہوگا۔

شیخ بدرالدین بن مالک ''مصباح'' میں لکھتے ہیں کہ:

صریح سے کنایۃ کی طرف عدول کسی خاص نکتہ کی وجہ سے کیا جاتا ہے، مثلاً: کسی چیز کی توضیح، موصوف کی حالت کا بیان، صورت حال کی صحیح تعیین، کسی کی تعریف یا برائی، اختصار، پردہ پوشی، حفاظت، اخفاء یا پہیلی بنانا مقصود ہو، کسی مشکل چیز کو آسان لفظوں میں تعبیر کرنا، یا کسی غیر شائستہ مفہوم کو اچھے الفاظ میں ادا کرنا وغیرہ۔

www.Only1Or3.com
www.ToheedYaTawheed.com
www.OnlyOneOrThree.com

توفی (موت سے کنایہ لانے کی حکمت)

اتمام عمر کے موقع پر توفی سے موت کو بطور کنایہ (یعنی موت کو مخفی رکھ کر) توفی سے بیان کرنے کی حکمت ایک تو دعوی کو دلیل کے ساتھ بیان کرنا ہے، نیز اس میں ادب بھی ہے۔

جیسے اردو میں وصال، رحلت اور انتقال آتے ہیں تو ہرگز یہ معنی نہیں کہ ان الفاظ کا معنی موت ہوگیا۔ جہاں ضرورت ہوگی تو ان الفاظ رحلت، وصال، توفی اور انتقال یہ موت سے کنایہ ہونگے۔ یعنی اصلی معنی سے لازمی معنی کی طرف انتقال ہوگا مگر لفظ کا اصلی معنی ہی اصل رہے گا نہ تو لفظ اس اصلی معنی سے ہٹے گا اور نہ ہی اصلی معنی اپنے لفظ سے نکلے گا۔ ہاں لفظ اصل معنی سے لازمی معنی کی طرف منتقل ہوگا جس کے لئے کنایہ کیا گیا ہے۔ اور وہی اسکا اس وقت معنیٰ مقصود ہوگا۔

اب اگر لفظ "توفی" "موت" کا مرادف ہوگیا یعنی دونوں کا مدلول حقیقی ایک ہوجاتا تو موت کو چھپانے کی غرض اور متکلم کا مقصد بھی فوت ہوجاتا۔

کنایہ میں ایک مفہوم کو کسی دوسرے لفظ کا معنی مراد کے طور پر بیان کیا جاتا ہے، عربی میں کہتے ہیں:

کنیتُ بکذا ...(میں نے اسے اس لفظ سے بطور کنایہ بیان کیا ہے) یعنی ذکر کیا گیا لفظ اور ہوتا اور مراد لیا گیا معنی کوئی اور ہوتا ہے جو قرینہ کی قوت کا مظہر ہے۔اگر ذکر کئے گئے (یعنی توفی کو) مراد یعنی ''موت'' بنادیں تو مذکور و مستور میں فرق مٹ گیا اور کنایۃ کا تقدس و فائدہ برباد ہو گیا۔

آیت توفی کی تفسیر اور حیات عیسی علیہ السلام کی چوتھی دلیل:

توفی کی تحقیق کو جملہ معترضہ سمجھیں اور پھر اصل موضوع کی طرف غور کرتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کی چوتھی دلیل ارشاد ربانی ہے:

ومکروا ومکرا الله والله خیر الماکرین إذ قال
الله یاعیسی إنی متوفیک ورافعک إلی ومطهرک
من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین
کفروا إلی یوم القیامة ثم إلی مرجعکم فأحکم بینکم
فیما کنتم فیه تختلفون

یہودیوں نے عیسی علیہ السلام کے پکڑنے اور قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں۔اور اللہ تعالی نے ان کی حفاظت اور عصمت کی ایسی تدبیر فرمائی جو ان کے وہم وگمان میں سے بھی بالاتر تھا۔وہ یہ کہ ایک شخص کو عیسی علیہ السلام کی ہم شکل بنادیا اور عیسی علیہ السلام کو

آسمان پر اٹھالیا اور یہودی جب گھر میں داخل ہوئے تو اس ہم شکل کو پکڑ کر لے گئے اور عیسی علیہ السلام سمجھ کر اسکو قتل کر دیا اور سولی پر چڑھایا اور اللہ تعالی سب سے بہتر تدبیر فرمانے والے ہیں۔کوئی تدبیر اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔اس وقت اللہ تعالی نے حضرت عیسی کی پریشانی دور کرنے کے لئے یہ فرمایا کہ اے عیسی! تم گھبراؤ نہیں۔تحقیق میں تم کو تمہارے دشمنوں سے بلکہ اس جہاں ہی سے پورا پورا لے لوں گا اور بجائے اس کے یہ نا ہنجار تجھ کو پکڑ کر لے جائیں اور صلیب پر چڑھادیں میں تجھ کو اپنی پناہ میں لے لوں گا اور آسمان پر اٹھاؤں گا کہ جہاں کوئی پکڑنے والا پہنچ ہی نہ سکے اور تجھ کو ان ناپاک اور گندوں سے نکال کر پاک اور صاف اور مطہر و معطر جگہ پہنچاؤں گا کہ تجھ کو کفر اور عداوت کا رائحہ بھی محسوس نہ ہوں گا اور یہ کمبخت تجھ کو بے عزت کر کے تیرے اور تیرے دین کے اتباع سے لوگوں کو روکنا چاہتے ہیں۔اور میں اس کے بالمقابل تیرے پیروکاروں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔تیرے خدام او رغلام ان پر حکمران ہوں گے اور یہ ان کے محکوم اور تابع ہوں گے۔قرب قیامت تک یہی سلسلہ رہے گا کہ نصاری ہر جگہ یہود پر غالب اور حکمران رہیں گے اور اپنی ذلت ومسکنت کا اور حضرت مسیح بن مریم کے نام لیواؤں کی عزت ورفعت کا مشاہدہ کرتے رہیں گے اور اندر سے تلملاتے رہیں گے۔یہاں تک جب قیامت قریب آئے گی اور

دجال کو جیل خانہ سے چھوڑا جائے گا تا کہ یہود اپنی عزت اور حکومت قائم کرنے کے لئے اس کے اردگرد جمع ہو جائیں تو یکا یک عیسیٰ علیہ السلام بصد جاہ وجلال آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو جو یہود کا بادشاہ بنا ہوا ہوگا اسے تو خود اپنے دست مبارک سے قتل فرمائیں گے اور باقی یہود کا قتل وقتال اور اس جماعت کا بالکلیہ استیصال امام مہدی اور مسلمانوں کے سپرد ہوگا۔ دجال کے متبعین کو چن چن کر قتل کیا جائے گا۔ نزول سے پہلے یہود اگر چہ مسیح علیہ السلام کے غلام اور محکوم تھے مگر زندہ رہنے کی تو اجازت تھی مگر حضرت مسیح کے نزول کے بعد زندہ رہنے کی بھی اجازت نہ رہے گی اور ایمان لے آ ؤ یا اپنے وجود سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ اور نصاریٰ کو حکم ہوگا کہ میری الوہیت کے عقیدہ سے تائب ہو جاؤ اور مسلمانوں کی طرح مجھ کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھو اور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے اور سوائے دین اسلام کے کوئی دین قبول نہ فرمائیں گے۔

الغرض نزول کے بعد اس طرح تمام اختلافات کا فیصلہ فرمائیں گے جیسا کہ آیت میں مذکور ہے اور وہ فیصلہ یہ ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہود کا یہ زعم باطل ہوگا کہ ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ اور نصاریٰ کا یہ زعم باطل ہوگا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں اور حیات مسیح کے مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے گا اور روز روشن کی طرح تمام

عالم پر یہ واضح ہوجائے گا کہ عیسی علیہ السلام اس جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے تھے اوراسی جسم کے ساتھ آسمان سے اترے ہیں۔

وعودربانی درآیت توفی

اس آیت شریفہ میں حق تعالی نے ان پانچ وعدوں کا ذکرفرمایاہے جواللہ تعالی نے اس وقت حضرت عیسی علیہ السلام سے فرمائے ۔ا۔توفی ۲۔رفع ۳۔تطہیر من الکفار(کافروں سے پاک کرنا)۴۔متبعین کا منکرین پر قیامت تک غالب رہنا ۵۔فیصلہ اختلافات۔

اول کے تین وعدے حضرت عیسی علیہ السلام کی ذات مبارکہ کے متعلق ہیں اور چوتھاانکے حواریوں کے متعلق جبکہ پانچواں فیصلہ کے متعلق ہے،جس کاسب سے تعلق ہے۔

ا۔وعدہ توفی

جمہور صحابہ کرام اور تابعین اور عامۃ السلف وخلف اس طرف گئے ہیں کہ آیت میں توفی سے موت کے معنی مرادنہیں بلکہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی مراد ہیں۔یعنی پورا پورالے لینا۔کیونکہ مقصودحضرت عیسی علیہ السلام کی تسلی اور تسکین ہے کہ اے عیسی تم ان

دشمنوں کے ہجوم سے مت گھبراؤ۔ میں تم کو پورا پورا روح اور جسم سمیت ان کمبختوں سے چھین لونگا۔ یہ کمبخت اور نامراد اس لائق نہیں کہ تیرے وجود کو ان میں رہنے دیا جائے ۔ان کی ناقدری کی یہ سزا ہے کہ ان سے اپنی نعمت واپس لی جائے۔ حضرت شاہ محمد انور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وجوه لم تكن أهلا لخير

فياخذ منهم عيسى إليه

ويرفعه ولا يبقيه فيهم

كاخذ الشيء لم يشكر عليه

وحيز كما يجازا لشيء حفظا

و آواه إلى مأوى لديه

یہ چہرے خیر کے قابل نہ تھے اس لئے اللہ تعالی نے عیسی علیہ السلام کو ان سے لے کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

اور اپنی طرف اٹھالیا اور ان میں نہ چھوڑا۔ عیسی کو ان سے ایسے لے لیا جیسے اس چیز کو لے لیا جاتا ہے جس کی ناقدری کی جائے۔

اور ان سے چھین کر اپنے پاس محفوظ کرلیا اور اپنے ہاں انہیں ٹھکانا

دیا۔

اس مقام پر موت کے معنی مناسب نہیں۔اسلئے کہ جب ہر طرف سے خون کے پیاسے اور جان کے لیوا کھڑے ہوں تو اس وقت تسلی اور تسکین کے خاطر موت کی خبر دینا یا موت کا ذکر مناسب نہیں معلوم ہوتا۔دشمنوں کا تو مقصود ہی جان لینا ہے۔اسوقت تو مناسب یہ ہے کہ تسلی کے طور پر کہا جائے کہ تم گھبراؤ مت، ہم تمہیں تمہارے دشمنوں کے نرغے سے صحیح وسالم نکال لے جائیں گے۔اور کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہ کر پائے گا۔ہم تمہیں دشمنوں کے درمیان سے اس طرح بحفاظت اٹھالیں گے کہ تمہارے دشمنوں کو تمہارا سایہ بھی نہ ملے گا۔

آیت میں اگر توفی سے موت کا معنی مراد ہوتو حضرت عیسی علیہ السلام کو یہ تسلی تو نہ ہوئی بلکہ یہود کی تسلی ہوگی اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے یہود! تم بالکل نہ گھبراؤ اور نہ قتل مسیح کی فکر کرو۔میں خود ہی ان کو موت دوں گا اور تمہاری تمنا اور آرزو پوری کردوں گا۔اور تمہیں بغیر کسی مشقت کے تمہاری تمنا پوری کروں گا۔

۲۔

دوسری بات یہ کہ توفی بمعنی الموت تو ایک عام چیز ہی جس میں تمام مؤمن اور کافر،انسان اور حیوان سب ہی شریک ہیں۔حضرت عیسی علیہ السلام کی کیا خصوصیت

ہے جو خاص طور پر ان سے توفی کا وعدہ فرمایا گیا؟ قرآن کے تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا وعدہ حق تعالیٰ نے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی سے نہیں فرمایا۔

۳۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ آیت و مکروا مکراً و مکرنا مکرا سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی سے پورا پورا لینا اور آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے، کیونکہ باجماع مفسرین ومکروا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلب کی تدبیریں مراد ہیں۔ اور مکر اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی تدبیر مراد ہے اور ومکر اللہ کو مکروا کے مقابلہ میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہود کا مکر اور ان کی تدبیر تو ناکام ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا مکر اور اس کی تدبیر غالب آئی۔ واللہ غالب علی اُمرہ۔

۲۔ دوسرا وعدہ (رفع إلی السماء)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ورافعک إلی

اے عیسیٰ! میں تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا جہاں کسی انسان کی رسائی بھی نہیں ہوسکتی۔ جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں وہاں تمہیں رکھوں گا۔

اس آیت میں رفع سے جسمانی رفع مراد ہے، اس لئے کہ:

۱۔رافعک میں خطاب جسم مع الروح کو ہے

۲۔رفع درجات تو حضرت عیسی علیہ السلام کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور رفع روحانی بصورت موت ، یہ مرزا صاحب کے زعم کے مطابق خود..... متوفیک سے معلوم ہو چکا ہے ۔لہذا دوبارہ ذکر کرنا موجب تکرار ہے۔

۳۔نیز رفع روحانی ہر مرد صالح اور نیک بخت کے لئے لازم ہے اس کو خاص طور پر بصورت وعدہ بیان کرنا بے معنی ہے۔

۴۔باتفاق محدثین ومفسرین ومورخین یہ آیتیں نصارائے نجران کے مناظرہ اور ان کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں اتری ہیں اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے ۔لہذا اگر رفع إلی السماء کا عقیدہ غلط اور لغو تھا تو قرآن نے جس طرح عقیدۂ ابنیت ، تثلیث اور عقیدۂ قتل اور صلیب کی صاف صاف لفظوں میں تردید کی تو اسی طرح رفع إلی السماء کے عقیدہ کی بھی صاف صاف لفظوں میں تردید ضروری تھی اور جس طرح وما قتلوہ وما صلبوہ کہہ کر عقیدۂ قتل وصلب کی تردید کی اس طرح بجائے بل رفعہ اللہ کے ما رفعہ اللہ فرما کر عقیدۂ رفع إلی السماء کی تردید ضروری تھی ۔سکوت اور مبہم الفاظ سے نصاری کی تو کیا اصلاح ہوتی مسلمان بھی اشتباہ اور گمراہی میں پڑ گئے۔

نیز اگر توفی اور رفع سے موت اور رفع روحانی مراد ہوتی تو وعدۂ تطہیر من الکفار اور وعدۂ کف عن بنی اسرائیل کی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہتی، جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے(وإذ كففت بني اسرائيل عنك إذ جئتهم بالبينت)اس آیت میں حق تعالی کے ان انعامات اور احسانات کا ذکر ہے کہ جو قیامت کے دن اللہ تعالی بطور امتنان عیسی علیہ السلام کو یاد دلائیں گے ان میں سے ایک احسان یہ ہے کہ تجھکو بنی اسرائیل کی دست درازی سے محفوظ رکھا۔

۳۔تیسرا وعدہ (تطہیر من الکفار)

حضرت عیسی علیہ السلام سے تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ میں تجھ کو اپنے اور تیرے دشمنوں سے پاک کروں گا اور انکے ناپاک اور نجس پڑوس میں تجھے نہیں رہنے دوں گا بلکہ نہایت مطہر اور معطر جگہ میں تجھ کو بلاؤں گا۔لفظ مطہرک،کفر اور کافروں کی نجاست کیطرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال فرمایا،جیسے ارشاد باری تعالی ہے(إنما المشركون نجس)اور دوسری جگہ ارشاد ہے(وإذ كففت بني اسرائيل عنك)اور اس وقت کو یاد کر جب بنی اسرائیل کو تیرے پاس آنے سے روک دیا۔پس اگر خدانخواستہ قتل اور صلب میں کامیاب ہوگئے تو پھر اس تطہیر اور کف کے وعدہ اور انعام کی کوئی حقیقت باقی

نہیں رہتی۔

چنانچہ تفسیر در منثور ص ۳۲ ج ۲ میں حسن بصری سے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں مروی ہے:

ومخلصک من الیھود فلا یصلون إلی قتلک

تطہیر من الکفار سے مراد یہ ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو یہود سے چھٹکارا دلاؤں گا اس طور پر کہ ان کو تیرے قتل تک رسائی ہرگز نہ ہوگی۔

اور آیت (وإذ کففت بنی اسرائیل) میں خاص لطافت یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی محفوظیت کو اس عنوان سے بیان فرمایا۔ کففت بنی اسرائیل عنک اور کففت بمعنی نجیت کا مفعول بہ بنی اسرائیل کو قرار دیا اور لفظ عنک بعد میں ذکر فرمایا، جسکا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو تجھ سے دور رکھا، انہیں تیرے قریب بھی نہ آنے دیا۔ لفظ کف بھی تبعید کے معنی میں ہے اور لفظ عن بھی بعد اور مجاوزۃ کے بیان کے لئے آتا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ إذ نجیتک عن بنی اسرائیل کہ تجھ کو بنی اسرائیل سے نجات دی اور انکے ہاتھوں سے تجھ کو چھڑایا۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے (وإذ نجینا کم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب) اے بنی اسرائیل! اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تم کو

فرعونیوں کے عذاب سے بچایا، اسلئے کہ اگر عیسی علیہ السلام کے بارے میں یہ عنوان اختیار فرماتے تو یہ شبہ ہوتا کہ بنی اسرائیل کی طرح عیسی علیہ السلام نے بھی دشمنوں سے ایذائیں اور تکلیفیں اٹھائیں مگر آخیر میں اللہ نے ان مصائب اور تکالیف سے انہیں نجات دی۔ جبکہ حقیقت اس سے مختلف تھی کہ انہیں ان کے دشمن ایذا تو کیا پہنچاتے وہ خود بھی ان تک نہ پہنچ پائے۔ اللہ نے انہیں دور ہی رکھا اور جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر انہیں آسمان پر اٹھالیا۔ تمام معتبر تفاسیر میں یہی تفسیر مذکور ہے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام صلیب سے رہا ہو کر کشمیر پہنچے اور ستاسی سال کے بعد کشمیر میں وفات پائی حالانکہ کشمیر اس وقت کفر اور شرک اور بت پرستی کا گھر تھا جو ملک شام سے کسی طرح بہتر نہ تھا۔ شام حضرات انبیاء کا مسکن اور وطن تھا اور اللہ یہ فرماتے ہیں کہ (ومطهرک من الذین کفروا) کہ میں تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔ نیز عیسی علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے (ورسولا إلی بنی اسرائیل) ان کی نبوت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ لہذا بنی اسرائیل کو چھوڑ کر کشمیر جانے کا کیا منطقی وجہ ہو سکتی ہے؟

۴۔ چوتھا وعدہ (انکے متبعین کا منکرین پر غلبہ)

ارشاد باری تعالی ہے:

وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا إلی
یوم القیامة

اے عیسی! میں تیری پیروی کرنے والوں کو تیرے منکرین پر
قیامت تک غالب رکھوں گا

چنانچہ جس جگہ یہود اور نصاری ہیں وہاں نصاری یہود پر غالب اور حکمران ہیں ۔آجتک یہود کو نصاری کے مقابلہ میں کبھی حکمرانی نصیب نہیں ہوئی۔

۵۔ پانچواں وعدہ (فیصلہ اختلاف)

ارشاد باری تعالی ہے:

ثم إلی مرجعکم فأحکم بینکم فیما کنتم فیه
تختلفون

تمام اختلافات کا آخری فیصلہ تو آخرت کے دن ہوگا لیکن یہود اور نصاری اور اہل اسلام کے اختلافات کا ایک فیصلہ قیامت قائم ہونے سے کچھ روز پہلے ہوگا اور وہ مبارک وقت ہوگا کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل

کریں گے اور یہود کو چن چن کر ماریں گے۔کوئی یہودی اس وقت اپنی جان نہیں بچا سکے گا۔اس وقت شجر وحجر بھی یہ کہیں گے ہذا یہودی ورائی فاقتلہ۔یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے،اسے قتل کرو۔صلیب کو توڑیں گے جس سے نصاری کی اصلاح مقصود ہوگی۔یہود حضرت عیسی کی نبوت ورسالت پر ایمان لائیں گے اور نصاری ان کی الوہیت اور ابنیت سے تائب ہوکر ان کے عبد اللہ اور رسول اللہ ہونے کا اعتراف کریں گے اور اہل اسلام اس وقت اپنی آنکھوں سے ان تمام چیزوں کا مشاہدہ کریں گے جو حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے متعلق قرآن وحدیث میں مذکور ہیں اور بے ساختہ ان کی زبان سے یہ نکلے گا

هذا ما وعدنا الله وصدق الله ورسوله

یہی ہے جسکا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا،اور

بے شک انہوں نے سچ کہا۔

اور اہل اسلام کے ایمان اور تسلیم میں اور زیادتی ہوگی اور (وما زادهم إلا إيمانا وتسليما) کے مصداق ہوں گے۔اور اب تک تو نزول عیسی بن مریم اور قتل دجال وغیرہ پر ایمان بالغیب تھا لیکن اب مشاہدہ کے بعد ایمان شہودی ہوجائے گا کہ جس میں ارتداد کا اندیشہ نہ رہے گا۔غرض یہ کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول سے تمام

اختلافات ختم ہو جائیں گے اور روئے زمین پر کوئی دین سوائے اسلام کے باقی نہ رہے گا۔ اس طرح یہ فیصلہ کا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا۔

آیت توفی میں اقوال مفسرین

گزشتہ تفصیل کے بعد اب کسی مزید توضیح کی ضرورت تو باقی نہیں رہتی مگر چونکہ توفی کے استعمالات مختلف ہیں اسلئے حضرات مفسرین سے اس آیت کی جو توجیہات منقول ہیں ہم انہیں ذکر کر کے یہ ثابت کریں گے کہ تمام مفسرین سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام اپنے جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ آیت شریفہ کی توجیہات اور تفسیری تعبیرات میں اگرچہ بظاہر اختلاف ہے لیکن رفع الی السماء پر سب متفق ہیں، اسمیں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

قول اول

توفی سے استیفاء اور استکمال کے معنی مراد ہیں اور استیفاء اور استکمال سے عمر کا اتمام مراد ہے۔ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے عیسی! تم دشمنوں سے مت گھبراؤ۔ یہ قتل اور صلب سے تمہاری عمر ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سب اس میں ناکام رہیں گے۔ میں تمہاری

عمر پوری کروں گا اور اس وقت میں تمہیں آسمان پر اٹھاؤں گا۔ چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں:

الاول معنی قولہ إنی متوفیک أی انی متم عمرک فحینئذ أتوفاک فلا أترکھم حتی یقتلوک بل أنا رافعک إلی السماء ومقربک بملائکتی وأصونک عن أن یتمکنوا من قتلک. وھذا تأویل حسن (تفسیر کبیر ص ۴۸۱ ج ۲)

انی متوفیک کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰ میں تیری عمر پوری کروں گا۔ کوئی شخص تجھے قتل کر کے تیری عمر قطع نہیں کر سکتا۔ میں تجھکو تیرے دشمنوں کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑوں گا کہ وہ تجھے قتل کر سکیں بلکہ میں تجھ کو آسمان پر اٹھاؤں گا اور اپنے فرشتوں میں رکھوں گا۔ یہی نہایت عمدہ معنی ہیں۔

قول دوم

توفی سے قبض من الأرض مراد ہے

یعنی اے عیسیٰ میں تم کو ان کافروں سے چھین کر پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لوں گا

۔جیسے امام رازی فرماتے ہیں:

إن التوفی هو القبض .يقال وفانی فلان دراهمی وأوفيتها كما يقال سلم فلان إلى دراهمی وتسلمتها (تفسير كبير . ٢.٤٨١)

توفی کے معنی کسی چیز پر پورا قبضہ کرنے کے ہیں۔جیسے کہا جاتا ہے''فلاں شخص نے میرے پورے پیسے دیدیئے او رمیں نے اپنے پورے پورے اس سے وصول کئے۔

آیت کے یہ معنی حسن بصری ،ابن جریج اور محمد بن جعفر بن زبیر سے منقول ہیں۔اورامام ابن جریرطبری نے اس معنی کواختیار فرمایا ہے۔اس معنی کوبھی آیت میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں۔قول اور ثانی دونوں میں توفی کے معنی استیفاء اور استکمال ہی کے ہیں۔فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے قول میں استیفاء سے اجل اور عمر کا اتمام اوراکمال مرادلیا گیا ہے جبکہ دوسرے قول میں ایک شخص اورایک ذات کاپوراپوراقبضہ میں لینا مرادلیا گیا ہے۔ایک جگہ استیفاء اجل ہے اور ایک جگہ استیفاء شخص اور استیفاء قبضہ ہے۔

قول سوم

توفی کے معنی اَخذ الشی ءوافیا۔یعنی کسی شی ءکو پوراپورا لے لینا۔اوراس جگہ عیسی علیہ

السلام کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ لے لینا مراد ہے۔امام رازی کہتے ہیں:

إن التوفی أخذالشیء وافیا ولما علم الله تعالی
أن من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه الله هو
روحه لا جسده ذکر هذا الکلام لیدل علی أنه علیه
السلام رفع بتمامه إلی السماء بروحه وبجسده
ویدل علی صیحة هذا التأویل قوله تعالی وما
یضرونک من شیء(تفسیر کبیر .۲.۴۸۱)

توفی کے معنی کسی چیز کو پورا پورا اور بجمیع اجزاء کے لینا ہے۔چونکہ
حق تعالی کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کے دل میں وسوسہ گزرے گا
کہ شاید اللہ تعالی نے حضرت عیسی کی صرف روح کو اٹھایا اس
لئے متوفیک کا لفظ فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسی علیہ السلام
روح اور جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے،جیسا کہ دوسری جگہ
مذکور ہے(وما یضرونک من شیء)تم کو ذرہ برابر ضرر نہیں
پہنچا سکیں گے نہ روح کو نہ جسم کو۔

www.Only1or3.com www.Only1or3.com www.TheClassicalTrees.com www.OnlyOneOrThree.com

قول چہارم

توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔یعنی نیند کی حالت میں تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا کہ تم کو خبر بھی نہ ہو کہ کیا ہوا اور آسمان اور فرشتوں ہی میں جا کر آنکھ کھلے گی۔یہ قول ابن ربیع بن انس سے مروی ہے۔فرماتے ہیں:

المراد بالتوفی فی النوم .وکان عیسی علیه السلام قد نام فرفعه الله نائما إلی السماء معناه منیمک ورافعک إلی. کما قال تعالی وهو الذی یتوفاکم باللیل(در منشور ص ۲.۳٦)

توفی سے مراد نیند کی حالت ہے۔اللہ تعالی نے حضرت عیسی کو نیند کی حالت میں آسماں پر اٹھایا جیسا کہ آیت (وھو الذی یتوفاکم باللیل) میں توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔

قول پنجم

توفی سے موت کے معنی مراد ہیں۔

جیسے علی بن ابی طلح ،ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کے معنی ممیتک روایت کرتے ہیں۔

امام بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی اس روایت کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔

ا۔عیسیٰ علیہ السلام کو چندساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کرکے آسمان پر اٹھایا۔جیسا کہ محمد بن اسحاق اور وہب سے منقول ہے۔اس قول پر آیت میں کوئی تقدیم وتاخیر نہیں۔

۲۔آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔اورآیت کے معنی یہ ہیں:

إنی متوفیک بعد انزالک من السماء

میں تجھ کو آسمان سے اترنے کے بعد موت دوں گا

یہ ضحاک سے مروی ہے۔

کیا تقدیم وتاخیر تحریف ہے؟

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام ص ۹۲۵ ج ۲ میں لکھتے ہیں؟

اگر کوئی کہے کہ رافعک مقدم اور متوفیک مؤخر ہے سوان یہودیوں کی طرح تحریف ہے کہ جن پر بوجہ تحریف کے لعنت ہوچکی ہے

....

جواب

تقدیم وتاخیر نہ قواعد عربیت کے خلاف ہے اور نہ فصاحت و بلاغت کے بلکہ یہ تو بسا اوقات عین فصاحت اور مطلوب ہے۔ فصحاء اور بلغاء کے کلام میں شائع اور ذرائع ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں:

ومثله من التقديم والتأخير كثير في القرآن

(تفسیر کبیر۔ص ۴۸۱۔۲)

ابن عباس کی تفسیر میں جو تقدیم وتاخیر آئی ہے وہ قرآن میں کثیر ہے

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال جماعة من اهل المعانی منهم الضحاک والفراء في قوله تعالى إني متوفيك ورافعك إلي على التقديم والتاخير لأن الواؤ لا توجب الرتبة والمعنى إني رافعك إلي ومطهرک من الذين كفروا متوفيک بعد ان تنزل من السماء كقوله تعالى ولولا كلمة سبقت من ربک واجل مسمى

لکان لزاما .قال الشاعر

ألا یا نخلة من ذات عرق....علیک ورحمة

الله السلام

(قرطبی۲ ۹۹۔۴)

اہل علم کی ایک جماعت جن میں ضحاک اور فراء بھی ہیں کہتے ہیں

کہ حق تعالی کے اس قول اِنی متوفیک ورافعک اِلی من تقدیم

وتاخیر ہے اوراس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔اس لئے

کہ واؤ ترتیب کو مقتضی نہیں ہے اور آیت کے معنی اس طرح ہیں

کہ اس وقت رفع ہوگا اور توفی یعنی وفات بعد نزول کے ہوگی

۔اور تقدیم وتاخیر کے نظائر قرآن میں موجود ہیں جیسا کہ

آیت (ولولا کلمة سبقت من ربک لکان لزاما

واجل مسمی) میں بھی تقدیم وتاخیر ہے اس تقدیری عبارت

اسطرح ہے (ولو لا کلمة سبقت من ربک واجل

مسمی)یعنی واجل مسمی کا عطف کلمہ پر ہے اور (لکان

لزاما) دونوں کی خبر ہے۔شاعر کا قول ہے:

www.Only1or3.com

اے مقام نخلہ تجھ پر اللہ کی رحمت اور سلام ہو۔اس میں بھی
السلام مؤخر ہے جو معطوف علیہ ہے اور رحمۃ اللہ مقدم ہے جو
معطوف ہے۔قاعدہ کا مقتضی یہ ہے کہ معطوف علیہ مقدم ہو اور
معطوف مؤخر۔

اسی طرح اس آیت کا مشاہدہ کریں:

ماھی إلا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا

اس آیت میں بھی تقدیم وتاخیر ہے۔اصل عبارت نحیی ونموت ہونا چاہئے تھا۔لسان العرب میں لکھا ہے:

وقال تعالی ما ھی إلا حیاتنا الدنیا نموت
ونحیی فقالت طائفة ھو مقدم ومؤخر ومعناہ نحیی
ونموت

آیت (ماہی اِلا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی میں تقدیم وتاخیر ہے۔اصل کلام نحیی ونموت ہے۔اسلئے کہ حیات مقدم اور موت اس کے بعد ہے۔

مرزا صاحب بھی تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں:

مرزا صاحب ''مسیح ہندوستان'' کے ص ۵۴ پر لکھتے ہیں:

اور مطہرک کی پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آتا ہے

کہ خدا تعالی ان الزاموں سے مسیح کو پاک کرے گا اور وہ زمانہ

یہی ہے (یعنی مرزا کا زمانہ)

اسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت مسیح سے جو وعدہ تھا وہ مرزا کے زمانہ میں پورا ہوا اور جاعل الذین اتبعوک یعنی متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ اس وعدہ سے بہت پہلے پورا ہو چکا ہے۔ اسلئے کہ واقعہ صلیب کے تین سو سال بعد عیسائیوں کی سلطنت قائم ہو گئی تھی اور متبعین کے غلبہ کا وعدہ پورا ہو گیا تھا۔ لہذا مرزا کے قول پر آیت میں تقدیم وتاخیر لازم آئی۔ اسلئے کہ متبعین کے غالب کرنے کا وعدہ جو آیت میں وعدہ تطہیر کے بعد مذکور ہے وہ تو پہلے پورا ہوا اور وعدہ تطہیر جو پہلے مذکور ہے وہ مرزا کے زمانہ میں انیس سو سال کے بعد پورا ہوا۔

خلاصۂ کلام

توفی کے اصل معنی پورا پورا وصول کرنے اور ٹھیک لینے کے ہیں۔ قرآن کریم نے لفظ توفی کو نوم اور موت کے معنی میں اس لئے استعمال کیا کہ اہل عرب پر موت اور نوم کی حقیقت واضح ہو جائے۔ جاہلیت والے اس حقیقت سے بالکل بے خبر تھے کہ موت اور

نوم میں تعالیٰ کوئی چیز بندہ سے لیتے ہیں۔عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مر کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔موت کو فنا اور عدم کے مرادف سمجھتے تھے،اس لئے وہ بعثت اور نشأۃ ثانیہ کے منکر تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ردکیلئے ارشاد فرمایا:

قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم

الی ربکم ترجعون

آپ ان منکرین بعث سے کہہ دیجئے کہ مرکر تم فنا نہیں ہوتے بلکہ موت کا فرشتہ تم سے اللہ کا پورا پورا حق وصول کر لیتا ہے۔یعنی وہ ارواح کہ جو اللہ کی امانت ہیں وہ تم سے لے لی جاتی ہیں اور اللہ کے یہاں محفوظ رہتی ہیں۔قیامت کے دن پھر یہی ارواح تمہارے جسموں کے ساتھ متعلق ہو کر حساب کے لئے پیشی ہوگی۔

ربنا تقبل منا إنک انت السمیع العلیم

وصلی الله علی سیدنا ونبینا محمد وآله وصحبه اجمعین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ

۶ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ